فہم القرآن سیریز نمبر 1

پارہ 29

تَبٰرَکَ الَّذِی



سوال و جواب کی صورت میں

قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُرآناً عَجَباً

نگہت ہاشمی

قُرْاٰنًا عَجَبًا

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

نام کتاب : "قُرْآنًا عَجَبًا" (پارہ 29)

نام مؤلفہ : نگہت ہاشمی

طبع اول : مارچ 2018ء

تعداد : 2100

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : 102-H گلبرگ III، نزد فردوس مارکیٹ، لاہور

فون نمبر : 0336-4033045, 042-35881169, 042-35851301

کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی

فون نمبر : 0336-4033034، 021-35292341-42

فیصل آباد : 121-A فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد

فون نمبر : 03364033050، 041-8759191

ای میل : sales@alnoorpk.com

ویب سائٹ : www.alnoorpk.com

فیس بک : Nighat Hashmi

Alnoor international

فہرست

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ابتدائیہ

قرآن مجید کو انسان کے قلب وذہن اور زندگی میں اُتارنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو طریقے اختیار کیے ہیں، اُن میں سے ایک اہم طریقہ سوال وجواب کا ہے۔ مثلاً سورۃ المدثر میں اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں:

﴿وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا سَقَرُ﴾

''اور تمہیں کس نے خبر دی کہ دوزخ کیا ہے؟'' (27)

پھر اگلی ہی آیات میں جواب دیا جاتا ہے:

﴿لَا تُبۡقِیۡ وَ لَا تَذَرُ ۚ﴿۲۸﴾ لَوَّاحَۃٌ لِّلۡبَشَرِ ۚ﴿۲۹﴾ عَلَیۡہَا تِسۡعَۃَ عَشَرَ ﴿ؕ۳۰﴾﴾

''نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وُہ چھوڑے گی۔ کھال کو جھلسا دینے والی ہے۔ اُس پر انیس فرشتے مقرر ہیں''

سورۃ البلد میں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال اُٹھا کر جواب دیتے ہیں:

﴿وَ مَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا الۡعَقَبَۃُ ﴿ؕ۱۲﴾ فَکُّ رَقَبَۃٍ ﴿ۙ۱۳﴾ اَوۡ اِطۡعٰمٌ فِیۡ یَوۡمٍ ذِیۡ مَسۡغَبَۃٍ ﴿ۙ۱۴﴾ یَّتِیۡمًا ذَا مَقۡرَبَۃٍ ﴿ۙ۱۵﴾
اَوۡ مِسۡکِیۡنًا ذَا مَتۡرَبَۃٍ ﴿ؕ۱۶﴾ ثُمَّ کَانَ مِنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ تَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ وَ تَوَاصَوۡا بِالۡمَرۡحَمَۃِ ﴿ؕ۱۷﴾﴾

''اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کا چھڑانا یا کسی بھوک والے دن کھانا کھلانا، کسی رشتے دار یتیم کو یا خاک نشین محتاج کو، پھر یہ کہ وہ اُن لوگوں میں ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی وصیت کی''

سوال آدھا علم ہے۔ سوال جب اُٹھایا جاتا ہے تو ذہن متوجہ ہو جاتا ہے پھر جب جواب آتا ہے تو اس کا اثر گہرا ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کثرت سے اس طریقے کو استعمال فرماتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے بیان کیا:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ؟

قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلاَّ مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ؟

قَالَ: فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ، وَمَالُ وَارِثِهِ مَا أَخَّرَ (صحیح بخاری:6442)

نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پیارا ہو؟''
انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کو اپنا مال زیادہ پیارا نہ ہو۔''
آپ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک اُس کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیجا (یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا)
اور اس نے جو (مال) پیچھے چھوڑا، وہ اس کے وارث کا مال ہے۔''

ہر آیت میں غور وفکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں لیکن انسان عام طور پر انہیں نظر انداز کر کے گزر جاتا ہے۔ یہ پہلو سوال کی صورت میں سامنے آئیں تو انسان رُک کر سوچتا ہے۔ سوال وجواب کے انداز میں سیکھنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ انسان کو سوالوں کے جواب مل جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے اور دل جمتا ہے۔

قرآن حکیم کو سوال وجواب کی صورت میں **قرانا عجبا** کے نام سے مرتّب کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر آیت کے اہم پہلوؤں کو سوال کی صورت میں اُٹھایا ہے اور نکات (Points) کی صورت میں ان کا جواب قرآن حکیم ہی سے لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے تجربہ کیا ہے کہ اس طرح اہم نکات (Tips) پر آجاتے ہیں، وہ نکات جن پر انسان عام طور یا تو سوچتا نہیں یا پھر ویسے ہی گزر جاتا ہے۔

قرآن مجید کو اِس انداز میں پڑھ کر ہر وہ شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے جو قرآن کے راستے کا مسافر بننا چاہتا ہے۔ اگر چہ سوال وجواب کے طریقے سے شعور بیدار ہوتا ہے لیکن ایک انسان کا علم محدود ہے، سمجھ محدود ہے، فرشتوں کی بات کو سامنے رکھیں تو اپنے علم کی حقیقت سامنے آتی ہے۔

﴿سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾

''آپ پاک ہیں جو آپ نے ہمیں سکھایا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں
یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں'' (البقرۃ:32)

میں ان سب کی بہت ممنون ہوں جنہوں نے اس کاوش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ قارئین سے درخواست ہے غلطیوں کی نشاندہی ضرور کریں۔ اگر اس سے کوئی بھلائی نصیب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کا کرم سمجھ لیں، آخرت کی فکر لاحق ہو جائے تو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر فرمائے۔ آمین

دُعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

آیاتہا ۳۰ ۶۷ سورۃ الملک مکیۃ ۷۷ رکوعاتہا ۲

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے اس میں دو رکوع اور 30 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 67 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 77 ہے۔

سوال 3: سورۃ الملک کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: (1) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قرآن کریم میں تیس آیتوں کی ایک سورت ہے جو اپنے پڑھنے والے کے لیے سفارش کرے گی، حتی کہ اسے بخش دیا جائے اور وہ سورت ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾ ہے۔'' (ترمذی:2891، ابوداؤد:1400)

(2) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت تک سوتے نہیں تھے جب تک آپ سورہ سجدہ اور سورت ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾ کی تلاوت نہیں کر لیتے تھے۔ (ترمذی:2892)

رکوع نمبر 1

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ﴾

''بڑا بابرکت ہے وہ کہ جس کے ہاتھ میں تمام بادشاہت ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' (1)

سوال: ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ﴾ ''بڑا بابرکت ہے وہ کہ جس کے ہاتھ میں تمام بادشاہت ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کی عظمت کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾ ''بڑا بابرکت ہے وہ کہ جس کے ہاتھ میں تمام بادشاہت ہے'' تبارک برکۃ سے ہے اور وہ بھلائیوں میں اضافہ ہے۔ ثعلبی نے کہا اللہ رب العزت بے حد بلند اور عظیم ہے۔ (قرطبی:134/18)

(2) تَبٰرَكَ برکت کے معنی کسی چیز میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر کا ثابت ہونا ہے (مفردات) یعنی جو کام کیا جائے اس میں متوقع زیادہ سے زیادہ فائدہ ہونے کا نام برکت ہے۔ بشرطیکہ یہ کام خیر کا پہلو رکھتا ہو اور جس چیز میں یہ خیر کا پہلو بار آور ثابت ہو وہ مبارک ہے۔ اور

تبرك کا لفظ اللہ تعالیٰ سے مختص ہے اور صرف ان خیر کے کاموں کے لیے آتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے مخصوص ہیں۔اس آیت میں اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی ہر ایک چیز کو جس بہتر مقصد کے لیے پیدا فرمایا تھا وہ چونکہ بدرجہ اتم وہ مقصد پورا کر رہی ہے لہٰذا اللہ کی ذات تبارك یعنی بابرکت ہوئی۔(تیسیر القرآن:4/489)

(3) اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی عظمت اور بڑائی بیان فرمائی ہے کہ ساری مخلوقات میرے اختیار میں ہیں۔عالم علوی اور عالم سفلی کی بادشاہت میرے ہاتھ میں ہے۔میں نے ہی پیدا کیا، میں نے ہی احکامات دیئے ہیں۔جو چاہوں کروں۔کوئی میرے حکم کو ٹالنے والا نہیں۔میری عظمت اور میری قدرت کامل ہے جس کی وجہ سے میں ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہوں۔میری عظمت، میری حکمت اور عدل کی وجہ سے کوئی مجھ سے پوچھنے والا نہیں اور میں ہر چیز پر قادر ہوں۔

(4) یعنی دنیا اور آخرت کا اقتدار اس کے ہاتھ میں ہے۔اس میں اس کا حکم اور اس کی تقدیر نافذ ہوتی ہے۔(جامع البیان:29/3)

(5) ﴿وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ﴾ ''اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کے ہاتھ میں بادشاہت ہے وہ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔وہ جسے چاہتا ہے زندگی دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے موت دیتا ہے۔وہ سخی کرتا ہے اور فقیر کرتا ہے۔وہ عطا کرتا ہے اور روک دیتا ہے۔(قرطبی:9/156)

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ مَنْۢ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (۸۸) سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ (۸۹)﴾ ''آپ پوچھیں کہ ہر چیز کی مکمل بادشاہت کس کے ہاتھ میں ہے اور وہی پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں پناہ نہیں دی جا سکتی اگر تم جانتے ہو؟ وہ جلد ہی کہیں گے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، کہہ دو کہ کہاں سے تمہیں جادو کیا جاتا ہے؟'' (المومنون:88,89)

(7) یہ آیت تین امور پر دلالت کرتی ہے۔ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے سوا ہر مخلوق سے عظیم ہے اور دوسرا یہ کہ وہ متصرف ہے آسمان اور زمین میں، دنیا اور آخرت میں وہ مالک ہے۔تیسرے یہ کہ وہ پوری قدرت والا ہے اور اس کی ہر چیز پر مطلق بادشاہت ہے۔(تفسیر منیر:15/10)

﴿الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ﴾

''وہ ذات جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے؟

اور وہ سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے'' (2)

سوال: ﴿الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ﴾ ''وہ ذات جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے؟ اور وہ سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے'' موت

اور زندگی کو تخلیق کرنے والے نے دنیا کو دارالامتحان بنایا اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ﴾ ''وہ ذات جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا'' اللہ تعالیٰ نے زندگی اور موت کو حکمت عالیہ سے پیدا کیا۔ اسے عبث پیدا نہیں کیا جیسے کافر اور ملحد لوگ تصور کرتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:1654)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ کُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''تم کیسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے تو اُس نے تمہیں زندگی عطا کی پھر وہ تمہیں موت دے گا پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا پھر اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔'' (البقرہ:28)

(3) اللہ رب العزت نے موت اور زندگی کو پیدا کیا وہ جسے چاہتا ہے موت دیتا ہے اور جس کے لئے ارادہ کرتا ہے اسے زندگی دیتا ہے۔ اور وہ وقت مقررہ تک کے لئے پیدا کرتا ہے۔ (جامع البیان:3/29)

(4) اس کے معنی یہ بھی کیے گئے کہ اس نے تمہیں موت اور زندگی کے لیے پیدا کیا یعنی دنیا میں موت کے لئے اور آخرت میں زندگی کے لئے اور موت کو زندگی سے پہلے ذکر فرمایا کیونکہ موت زیادہ قریب ہے۔ (تفسیر قرطبی:156/9)

(5) علماء نے کہا موت زندگی کو بالکل ہی فنا کرنے والی نہیں ہے وہ تو ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل کرنے والی ہے اسی وجہ سے صحیح حدیث میں فرمایا کہ مردہ سنتا، دیکھتا اور محسوس کرتا ہے جب وہ اپنی قبر میں ہوتا ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿اِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا وُضِعَ فِیْ قَبْرِهٖ وَتَوَلّٰی عَنْهُ اَصْحَابُهٗ وَاِنَّهٗ لَیَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ﴾ یقیناً تم میں سے کوئی اپنی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی پلٹ جاتے ہیں تو یقیناً وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَّلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمْ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تمہیں قبض کرلے گا چنانچہ تم اپنے رب کی جناب میں لوٹائے جاؤ گے۔'' (السجدہ:11)

(7) ﴿اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰٓی اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ جانوں کو اُن کی موت کے وقت اور جن کی موت نہیں آئی اُن کو سونے کے وقت اپنے قبضے میں لے لیتا ہے پھر وہ اُسے روک لیتا ہے جس پر اُس نے موت کا فیصلہ کیا اور دوسروں کو ایک مقررہ وقت تک بھیج دیتا ہے، یقیناً اس میں اُن لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔'' (الزمر:42)

(8) ﴿لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ ''تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے؟'' یعنی اے لوگو! اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھتا ہے کہ کون زیادہ اطاعت کرنے والا اور اس کی رضا کو طلب کرنے والا ہے۔ (جامع البیان:3/29)

(9) یہ آزمائش اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو پیدا کر کے ان کو اس دنیا میں بھیجا، انہیں یہ بھی بتا دیا کہ انہیں عنقریب یہاں

سے منتقل کیا جائے گا، ان کو اوامر ونواہی دیے اور اپنے ان اوامر کی معارض شہوات کے ذریعے سے ان کو آزمایا۔ جس کسی نے اللہ تعالیٰ کے اوامر کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا و آخرت میں بہترین جزا دے گا اور جو کوئی شہوات نفس کی طرف مائل ہوا اور اللہ تعالیٰ کے اوامر کو دور پھینک دیا تو اس کے لیے بدترین سزا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2806,2807/3)

(10) ابو قتادہ نے کہا اور اسی طرح سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ اللہ تعالیٰ کے اس قول کے کیا معنی ہیں ﴿لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا﴾ انہوں نے کہا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کون عقل میں سب سے اچھا ہے اور کون اللہ تعالیٰ سے زیادہ قوت رکھنے والا ہے اور کون اس کے اوامر ونواہی کی طرف زیادہ دھیان دینے والا ہے۔ اور اگرچہ وہ تم میں سے کم ہوں مگر دل کی خوشی کے ساتھ عمل کرنے والے ہوں گے۔ (ابن عطیہ: 337/5)

(11) ﴿وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ﴾ ''اور وہ سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے۔'' ﴿وَهُوَ الْعَزِيزُ﴾ تمام غلبہ اسی کا ہے جس کے ذریعے سے وہ تمام چیزوں پر غالب ہے اور مخلوقات اس کی مطیع ہے۔ ﴿الْغَفُورُ﴾ وہ بدکاروں، کوتاہی کرنے والوں اور گناہ گاروں کو بخش دیتا ہے، خاص طور پر جب وہ توبہ کر کے اس کی طرف رجوع کریں، وہ ان کے گناہوں کو بخش دیتا ہے، خواہ وہ آسمان کے کناروں تک پہنچے ہوئے ہوں، وہ ان کے عیوب کو چھپاتا ہے، خواہ وہ زمین بھر ہوں۔ (تفسیر سعدی: 2806,2807/3)

(12) اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس پر ثناء بیان کی ہے تو اچھی طرح سے جان لو یقیناً وہ العزیز ہے ایسا غالب کہ اس کے درمیان اور جس کا وہ ارادہ کرتا ہے اس کے درمیان کوئی حائل نہیں وہ الغفور ہے جو عظیم مغفرت والا ہے۔ جو توبہ کرنے والے کے لئے گناہ بخش دیتا ہے تو اگرچہ وہ پہاڑوں یا سمندروں کی جھاگ کے برابر ہوں وہ بخش دیتا ہے۔ (ایسر التفاسیر: 1654,1655)

(13) اللہ تعالیٰ العزیز ہے جو اس کی نافرمانی کرتا ہے اور اس کے حکم کی مخالفت کرتا ہے وہ اس سے شدید انتقام لینے والا ہے۔ وہ الغفور ہے جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے وہ اس کے گناہوں پر اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ (جامع البیان: 3/29)

(14) رب العزت نے فرمایا: ﴿نَبِّئْ عِبَادِيْٓ أَنِّيْٓ أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيْمُ (٤٩) وَأَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيْمُ (٥٠)﴾ ''آپ میرے بندوں کو بتا دیں بلاشبہ میں بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہوں۔ اور یقیناً میرا عذاب وہ دردناک عذاب ہے۔'' (الحجر: 50,49)

(15) اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے یعنی اس سے ڈر کر نیک عمل کرتے رہو اور اگر کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کر کے معاف کروا لو کیونکہ وہ غالب ہونے کے باوجود کثرت سے معاف کرنے والا بھی ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 2097/2)

﴿الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ﴾

”وہ ذات جس نے اوپر نیچے سات آسمان پیدا کیے تم رحمان کی تخلیق میں کوئی کمی بیشی نہ دیکھو گے،
پھر تم نگاہ لوٹاؤ! کیا تم کوئی شگاف دیکھتے ہو؟“(3)

سوال1: ﴿الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا﴾ ”وہ ذات جس نے اوپر نیچے سات آسمان پیدا کیے“ آسمان ملے ہوئے نہیں ان میں فاصلہ ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا﴾ ”وہ ذات جس نے اوپر نیچے سات آسمان پیدا کیے“ یعنی اس نے آسمانوں کو ایک طبق نہیں بنایا بلکہ ان کو ایک دوسرے کے اوپر بنایا ہے۔

(2) آسمان پیاز کے چھلکوں کی طرح ملے ہوئے نہیں ہیں بلکہ ان میں کافی فاصلہ ہے جیسا کہ معراج والی حدیث اور دیگر آیات سے معلوم ہوتا ہے۔ (السراج المنیر :2/2097)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ﴾ ”اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں کو بغیر کسی ستون کے بُلند کیا ہے، تم انہیں دیکھتے ہو، پھر وہ اپنے عرش پر بلند ہوا اور اُس نے سورج اور چاند کو مسخر کیا، ہر ایک مقررہ مدت کے لیے چل رہا ہے، اللہ تعالیٰ ہی سارے کام کی تدبیر کرتا ہے، وہ نشانیوں کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کرو۔“ (الرعد:2)

سوال2: ﴿مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ﴾ ”تم رحمان کی تخلیق میں کوئی کمی بیشی نہ دیکھو گے، پھر تم نگاہ لوٹاؤ! کیا تم کوئی شگاف دیکھتے ہو؟“ باکمال صانع کا باکمال نظام ہے، وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ﴾ ”تم رحمان کی تخلیق میں کوئی کمی بیشی نہ دیکھو گے“ تفاوت۔ فات بمعنی کسی چیز کا انسان کی دسترس سے اتنا دور ہو جانا کہ اس کا حاصل کر لینا اس کے لیے دشوار ہو اور تفاوت بمعنی دو چیزوں کے اوصاف اس طرح مختلف ہونا کہ ان سے ہر ایک کا وصف دوسری چیز کے وصف کو فوت کر رہا ہو۔ یعنی دو چیزوں کا آپس میں بے ربط، بے جوڑ ہونا، آپس میں لگا نہ کھانا اور ان میں عدم تناسب ہونا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں جو چیز بھی پیدا کی ہے کسی کا مقصد دوسرے سے نہ ٹکراتا ہے اور نہ بے جوڑ اور بے ربط ہے۔ (تفسیر تیسیر القرآن:4/491)

(2) یعنی خلل اور نقص۔ جب نقص کی ہر لحاظ سے نفی ہو گئی تو وہ ہر لحاظ سے خوبصورت، کامل اور متناسب بن گئے، یعنی اپنے رنگ میں، اپنی ہیئت میں، اپنی بلندی میں، اپنے سورج، کواکب، ثوابت اور سیارات میں خوبصورت اور متناسب ہیں۔ چونکہ ان کا کمال معلوم ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کو بار بار دیکھنے اور ان کے کناروں میں غور کرنے کا حکم دیا ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2807)

(3)﴿فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ﴾ ''پھر تم نگاہ لوٹاؤ! کیا تم کوئی شگاف دیکھتے ہو؟'' یعنی بار بار غور فکر سے دیکھو کیا کوئی خلل نظر آتا ہے؟ رحمٰن کی تخلیق میں کوئی عیب یا نقص نہیں ہے۔ وہ ہموار نہیں ہے۔ اونچ نیچ نہیں ہے، ہیر پھیر نہیں ہے۔ اختلاف اور تناقص نہیں ہے بے ڈھنگا پن اور بے ضابطگی نہیں ہے۔ (السراج المنیر :2097/2)

﴿ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ﴾

''پھر بار بار نگاہ لوٹاؤ! نگاہ تمہاری طرف نامراد ہوکر اس حال میں کہ وہ تھکی ہوئی ہوگی پلٹ آئے گی'' (4)

سوال 1:﴿ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ﴾ ''پھر بار بار نگاہ لوٹاؤ! نگاہ تمہاری طرف نامراد ہوکر اس حال میں کہ وہ تھکی ہوئی ہوگی پلٹ آئے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ﴾ ''پھر بار بار نگاہ لوٹاؤ!'' یعنی بار بار دیکھو۔

(2)﴿يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ﴾ ''نگاہ تمہاری طرف نامراد ہوکر اس حال میں کہ وہ تھکی ہوئی ہوگی پلٹ آئے گی'' یعنی کوئی نقص دیکھنے سے عاجز ہوکر، ذلیل ہوکر، تھک کر نگاہ واپس لوٹ آئے گی۔

(3) کوئی عیب، کوئی خلل، کوئی بے قاعدگی، شگاف یا سوراخ دکھائی نہیں دے گا۔

(4) نگاہیں جما کر دیکھو کوئی ٹوٹ پھوٹ، کوئی جوڑ پیوند نظر نہیں آئے گا۔

(5) یقیناً اللہ تعالیٰ کی ہر تخلیق کامل، مضبوط اور خوب صورت ہے۔

﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ﴾

''اور ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں سے سجایا ہے اور ہم نے اُن کو شیطانوں کے مار بھگانے کا ذریعہ بنایا ہے اور ہم نے اُن کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے'' (5)

سوال:﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ﴾ ''اور ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں سے سجایا ہے اور ہم نے اُن کو شیطانوں کے مار بھگانے کا ذریعہ بنایا ہے اور ہم نے اُن کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے'' تاروں کے فوائد کثیر ہیں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ﴾ ''اور ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں سے سجایا ہے'' اس سے مراد مختلف

اقسام کی روشنیاں رکھنے والے ستارے ہیں کیونکہ اگر آسمان میں ستارے نہ ہوتے تو یہ ایک تاریک چھت ہوتی جس میں کوئی حسن و جمال نہ ہو۔مگر اللہ تعالیٰ نے ان ستاروں کو آسمان کی زینت، حسن و جمال اور راہ نما بنایا جن کے ذریعے سے بحر و بر میں راہ نمائی حاصل کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر کہ اس نے آسمان دنیا کو چراغوں سے مزین کیا، اس امر کے منافی نہیں کہ بہت سے ستارے ساتوں آسمانوں کے اوپر ہوں کیونکہ آسمان شفاف ہوتے ہیں اور اگر آسمان دنیا پر ستارے نہ بھی ہوں تو ساتوں آسمانوں کے ستاروں کے ذریعے سے آسمان دنیا کو زینت حاصل ہوسکتی ہے۔ (تفسیر سعدی:2808/3)

(2)﴿وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ﴾ ''اور ہم نے اُن کو شیطانوں کے مار بھگانے کا ذریعہ بنایا ہے'' یعنی ہم نے تاروں کو دہکتے ہوئے شعلے بنایا ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ﴾ ''مگر جو کوئی شیطان اچانک اُچک لے تو ایک چمکتا ہوا شعلہ اُس کا پیچھا کرتا ہے۔'' (الصافات:10)

(3) یعنی ہم نے دنیا کے آسمان کو جگمگاتے ستاروں سے زینت دی ہے۔ یہ ستارے اپنے اپنے محور پر گردش کر رہے ہیں۔ان میں سے بعض ستارے ٹھہرے ہوئے بھی ہیں۔ان ستاروں کی تین خصوصیات ہیں ایک تو یہ کہ آسمان دنیا کی زینت ہیں۔ دوسرے ان کو شیطانوں کے مار بھگانے کا ذریعہ بنایا اور تیسرے ان کے ذریعے راہنمائی حاصل کی جاتی ہے۔ان کے علاوہ کوئی تاروں سے فائدہ ڈھونڈتے ہیں تو وہ اپنا حصہ ضائع کر رہا ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿وَعَلٰمٰتٍ ۭ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ﴾ ''اور بہت سی علامتیں ہیں اور تاروں سے بھی وہ ہدایت پاتے ہیں۔'' (النحل:16)

(4)﴿وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ﴾ ''اور ہم نے اُن کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔'' یعنی شیاطین کے لئے آخرت میں طرح طرح کے عذاب تیار ہیں۔

﴿وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾

''اور جن لوگوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا ہے، اُن کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے'' (6)

سوال:﴿وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ ''اور جن لوگوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا ہے، اُن کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے'' کافروں کا انجام جہنم ہے وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ﴾ ''اور جن لوگوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا ہے، اُن کے لیے جہنم کا عذاب ہے'' جو لوگ اپنے رب پر ایمان نہیں لائے اور انہوں نے اس کی عبادت نہیں کی اس کا انجام جہنم ہے۔ جو انتہائی برا ٹھکانہ ہے۔

(2)﴿وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ ''اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔'' یعنی وہ خطرناک مقام اور بدترین ٹھکانہ ہے جہاں لوگوں کو رسوا کیا جائے گا۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ابو سعید خدری نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن موت ایک چتکبرے مینڈھے کی شکل میں لائی جائے گی۔ ایک آواز دینے والا فرشتہ آواز دے گا کہ اے جنت والو! تمام جنتی گردن اٹھا اٹھا کر دیکھیں گے، آواز دینے والا فرشتہ پوچھے گا۔ تم اس مینڈھے کو بھی پہچانتے ہو؟ وہ بولیں گے کہ ہاں، یہ موت ہے اور ان سے ہر شخص اس کا ذائقہ چکھ چکا ہوگا۔ پھر اسے ذبح کر دیا جائے گا اور آواز دینے والا جنتیوں سے کہے گا کہ اب تمہارے لیے ہمیشگی ہے، موت تم پر کبھی نہ آئے گی اور اے جہنم والو! تمہیں بھی ہمیشہ اسی طرح رہنا ہے، تم پر بھی موت کبھی نہیں آئے گی۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی۔ ﴿وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ﴾ ---الخ (اور انہیں حسرت کے دن سے ڈراؤ۔ جب کہ اخیر فیصلہ کر دیا جائے گا اور یہ لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں (یعنی دنیادار لوگ) اور ایمان نہیں لاتے۔ (بخاری:4730)

﴿إِذَآ أُلْقُوا فِيهَا سَمِعُوا لَهَا شَهِيقًا وَّهِيَ تَفُورُ﴾

''جب وہ اُس میں ڈالے جائیں گے، وہ اُس کے لیے گدھے کے زور سے چیخنے کی سی آوازیں سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہوگی'' (7)

سوال: ﴿إِذَآ أُلْقُوا فِيهَا سَمِعُوا لَهَا شَهِيقًا وَّهِيَ تَفُورُ﴾ ''جب وہ اُس میں ڈالے جائیں گے، وہ اُس کے لیے گدھے کے زور سے چیخنے کی سی آوازیں سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہوگی'' جہنم کی گرج اور جوش کی اس آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿إِذَآ أُلْقُوا فِيهَا﴾ ''جب وہ اُس میں ڈالے جائیں گے'' یعنی جب قیامت کے دن فرشتے انہیں جہنم میں جھونکیں گے۔

(2) ﴿سَمِعُوا لَهَا شَهِيقًا﴾ ''وہ اُس کے لیے گدھے کے زور سے چیخنے کی سی آوازیں سنیں گے'' جب کافر آگ میں ڈالے جائیں گے تو وہ جہنم کی خوف ناک گرج کو سنیں گے جس کے ساتھ بری چیخیں بھی ہوں گی۔

(3) ﴿شَهِيقًا﴾ زفیر اور شہیق گدھے کے ہینگنے کے وقت اس آواز کی ابتدائی اور آخری حالت کا نام ہے۔ زفر بمعنی لمبا سانس باہر نکالنا اور زفیر گدھے کے ہینگنے کی ابتدائی آواز جو آہستہ سے اونچی ہونا شروع ہو جاتی ہے اور جب گدھا ہینگنے کے عمل کو ختم کرنے لگے تو وہ اونچی آواز سے پست ہونا شروع ہوتی ہے اسے شَهِيقٌ کہتے ہیں۔ پھر یہ گدھے کی آواز قرآن کی تصریح کے مطابق سب سے زیادہ مکروہ اور کانوں کو ناگوار محسوس ہونے والی ہوتی ہے۔ ایسی ہی مکروہ آواز دوزخ کی پیدا ہو رہی ہوگی۔ پھر اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ایسی آواز جہنم کے جوش مارنے سے پیدا ہوگی۔ دوسرے یہ کہ دوزخ میں جو لوگ پہلے پڑے ہوں گے۔ وہ اس قسم کی مکروہ آوازیں نکالیں گے۔ (تیسیر القرآن:491,492/4)

(4) ﴿وَّهِيَ تَفُورُ﴾ ''اور وہ جوش مار رہی ہوگی۔'' تفور۔ فار الماء بمعنی پانی کا جوش مارنا اور ابلنا۔ اور اس جوش مارنے یا ابلنے کی وجہ حرارت کی شدت نہیں ہوتی بلکہ پانی کا دباؤ ہوتا ہے۔ نیچے سے پانی کا دباؤ زیادہ ہوا اور سوراخ تنگ ہو تو پانی بڑے جوش سے اوپر کو اچھلتا ہے۔ لفظ فوارہ اسی سے مشتق ہے۔ (تیسیر القرآن:492/4)

(5) جہنم ایسے جوش مارے گی جیسے کھولتا ہوا پانی جوش مارتا ہے۔ اس آگ کا غیض وغضب ایسا ہوگا گویا وہ ابھی پھٹ پڑے گی۔

(6) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن جہنم کو لایا جائے گا، اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی، ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے (یعنی چار ارب نوے کروڑ فرشتے) جو اسے کھینچ رہے ہوں گے۔'' (مسلم:7164)

﴿تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۖ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ﴾

''قریب ہوگی کہ وہ غصے سے پھٹ جائے۔ جب کبھی کوئی گروہ اُس میں ڈالا جائے گا تو اُس کے نگران اُس سے پوچھیں گے:

''کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا؟'' (8)

سوال: ﴿تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۖ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ﴾ ''قریب ہوگی کہ وہ غصے سے پھٹ جائے۔ جب کبھی کوئی گروہ اُس میں ڈالا جائے گا تو اُس کے نگران اُس سے پوچھیں گے: ''کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا؟'' جہنم کافروں کے ساتھ کیا معاملہ کرے گی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ﴾ ''قریب ہوگی کہ وہ غصے سے پھٹ جائے'' یعنی جہنم کفار پر غیض وغضب سے پھٹ پڑے گی، ایک ہونے کے باوجود لگے گا کہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی ہے۔

(2) جہنم کافروں کے ساتھ کیا کرے گی۔ ﴿كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ﴾ ''جب کبھی کوئی گروہ اُس میں ڈالا جائے گا'' جب کبھی اس میں کوئی جماعت ڈالی جائے گی۔ انہیں ذلیل کرنے کے لئے جہنم کے داروغے سوال کریں گے۔

(3) ﴿سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ﴾ ''تو اُس کے نگران اُس سے پوچھیں گے: ''کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا؟'' جہنم کے داروغے ان کی زجر و توبیخ کے لئے سوال کریں گے اور وہ زبانیہ فرشتے ہوں گے کہ کیا دنیا میں ایمان اور اطاعت کی طرف بلانے والا کوئی رسول تمہارے پاس نہیں آیا تھا۔ (ایسر التفاسیر:1656)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے، حتیٰ کہ جب وہ اُس کے پاس پہنچیں گے تو اُس کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور اُس کے نگران اُن سے کہیں گے: ''کیا تمہارے پاس خود تم ہی میں سے کچھ رسول نہیں آئے تھے جو تمہیں تمہارے رب کی آیات پڑھ کر سناتے ہوں اور تمہیں اُس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟'' وہ کہیں گے: ''کیوں نہیں! لیکن عذاب کی بات کافروں پر ثابت ہوگئی۔'' (الزمر:71)

(5) جہنم کے فرشتے پوچھیں گے، جہنم کا ایندھن کیوں بنے؟ کیا تمہارے پاس کوئی نبی نہیں آیا تھا جو تمہیں برے کام سے آگاہ کرتا۔

(6) اللہ رب العزت کا یہ اصول ہے کبھی کسی کو عذاب نہیں دیا جاتا جب تک کہ ان کے پاس رسول نہ بھیجیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا﴾ ''اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں جب تک کہ ہم کوئی رسول نہ بھیجیں۔'' (بنی اسرائیل:15)

﴿قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ﴾

''وہ کہیں گے: ''کیوں نہیں؟ ہمارے پاس خبردار کرنے والا آیا تو ہم نے جھٹلا دیا اور ہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز نازل نہیں کی تم ایک بڑی گمراہی میں ہو'' (9)

سوال: ﴿قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ﴾ ''وہ کہیں گے: ''کیوں نہیں؟ ہمارے پاس خبردار کرنے والا آیا تو ہم نے جھٹلا دیا اور ہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز نازل نہیں کی تم ایک بڑی گمراہی میں ہو'' جہنم میں مجرموں کی ندامت، حسرت اور افسوس کیسا ہوگا، وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا﴾ ''وہ کہیں گے: ''کیوں نہیں؟ ہمارے پاس خبردار کرنے والا آیا تو ہم نے جھٹلا دیا'' اللہ تعالیٰ کے مجرم کافر جواب دیں گے۔ ہائے ہماری بدبختی ہمارے پاس رسول آئے تھے۔ انہوں نے ہمیں برے انجام سے آگاہ کیا تھا مگر ہائے افسوس ہم نے انہیں جھٹلا دیا، انہیں رسول ہی نہ مانا۔ ان کے راستے میں ہم نے رکاوٹیں ڈالیں، انہیں جھوٹا قرار دیا۔

(2) ﴿وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ﴾ ''اور ہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز نازل نہیں کی'' یعنی رسولوں کو ہم نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ تم جھوٹے ہو اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ رہے ہو اللہ تعالیٰ نے کوئی کتاب نہیں اتاری۔

(3) ﴿إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ﴾ ''تم ایک بڑی گمراہی میں ہو۔'' یعنی ہم نے رسولوں کو ہی گمراہ قرار دیا۔ مجرم رسولوں کو جھٹلانے کا اعتراف کر کے حسرت اور ندامت کا اظہار کریں گے لیکن بے نتیجہ ہوگا۔

﴿وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْ أَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾

اور وہ کہیں گے: ''اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو آج ہم بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں نہ ہوتے'' (10)

سوال: ﴿وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْ أَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾ اور وہ کہیں گے: ''اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو آج ہم بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں نہ ہوتے'' مجرموں کے لئے بے وقت کی ندامت مفید نہیں ہوگی واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالُوْا﴾''اور وہ کہیں گے:'' اور وہ فوج جو جہنم میں ڈالی جائے گی اس کے داروغوں سے کہے گی۔

(2)﴿لَوْ كُنَّا﴾''اگر ہم'' اگر ہم دنیا میں ہوتے۔

(3)﴿نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ﴾''سنتے یا سمجھتے ہوتے'' یعنی دنیا میں اگر ہم رسولوں کی باتیں سنتے اور عقل سے کام لیتے اور ان کی باتیں مان لیتے۔

(4)﴿مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾''تو آج ہم بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں نہ ہوتے'' تو آج کے دن ہم جہنمی نہ ہوتے۔

(5) یعنی اگر وہ عقلی دلائل سن کر گمراہی سے ہدایت، شر سے خیر کو الگ کر لیتے تو آج بھڑکتی ہوئی آگ کے سزاوار نہ ہوتے۔ وہ اس وقت نادم ہوں گے جب وقت ان کے ہاتھ سے نکل جائے گا، بے وقت کی ندامت کبھی فائدہ نہیں دیتی۔

(6) رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ (١٠٣) تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ (١٠٤) اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ (١٠٥) قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ (١٠٦) رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ (١٠٧) قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ﴾''اور وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا، وہ جہنم میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اُن کے چہروں کو آگ جھلسا دے گی اور اس میں وہ جبڑے نکالنے والے ہوں گے۔'' کیا میری آیات تمہیں پڑھ کر سنائی نہیں جاتی تھیں؟ پھر بھی تم انہیں جھٹلاتے تھے۔'' وہ کہیں گے:'' اے ہمارے رب! ہماری بدبختی ہم پر غالب آ گئی اور ہم گمراہ لوگ تھے۔ اے ہمارے رب! ہمیں یہاں سے نکال، پھر اگر ہم دوبارہ کریں تو بلاشبہ ہم ہی ظالم ہوں گے۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا:'' یہیں خوار رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔'' (المومنون 103,108)

﴿فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾

''سو وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے، سو دوری ہے بھڑکتی ہوئی آگ والوں کے لیے'' (11)

سوال:﴿فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾''سو وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے، سو دوری ہے بھڑکتی ہوئی آگ والوں کے لیے'' محشر میں جہنمی اقبال جرم کریں گے؟

جواب:(1)﴿فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ﴾''سو وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کریں گے'' وہ رسولوں کو جھٹلانے کا اعتراف کریں گے۔ اور وہ اعتراف اور اقبال جرم کہاں ان کے کام آئے گا؟ (تفسیر منیر:18/15)

(2)﴿فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ﴾''سو دوری ہی بھڑکتی ہوئی آگ والوں کے لیے'' جہنمیوں کے لئے میری رحمت سے دوری ہے، وہ انکار کریں یا اعتراف کچھ بھی ان کے کام نہیں آئے گا۔ اس طرح وہ ہونے والا واقعہ وقوع پذیر ہو جائے گا اور وہ عذاب ان سے کبھی ہٹایا نہیں جاسکے گا۔

(3) نبی ﷺ نے فرمایا: ''لوگ اس وقت تک ہلاک نہیں ہوں گے جب تک اپنی برائیاں آپ نہ دیکھ لیں۔'' (مسند احمد:260/4)

(4) اللہ تعالیٰ کسی کو جہنم میں نہیں بھیجے گا جب تک وہ خود نہیں جان لے گا کہ میں واقعی جہنم ہی کے قابل ہوں، جنت کے قابل نہیں۔

(5) کتنے بد بخت ہیں وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی رحمت کو کھو دیا، وہ جہنم کا ایندھن بنے جو ان کے جسموں میں بھڑکتی رہے گی اور ان کے دلوں سے لپٹتی رہے گی۔ (تفسیر سعدی:2809,2810/2)

(6) سعید بن جبیر نے فرمایا: سحقاً جہنم کی ایک وادی ہے۔ (جامع البیان:7/29) ان سے کبھی ہٹایا نہیں جا سکے گا۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ﴾

''جو لوگ بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں یقیناً اُن کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے'' (12)

سوال: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ﴾ ''جو لوگ بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں یقیناً اُن کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے'' تنہائی میں اللہ تعالیٰ سے ڈر کر گناہوں سے باز رہنے والوں کی کیا فضیلت ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ﴾ ''جو لوگ بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں'' جو لوگ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتے ہیں وہ تنہائی میں بھی گناہوں سے رک کر نیکیاں کرتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل میں کوتاہی نہیں کرتے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ﴾ ''وہ لوگ جو بن دیکھے اپنے رب کا خوف رکھتے ہیں اور وہی قیامت سے ڈرنے والے ہیں۔'' (الانبیاء:49)

(3) اللہ تعالیٰ کی خشیت اور اس کے عذاب وعقاب کا خوف اور شیطان سے مجاہدہ کرنا ہر انسان پر واجب ہے۔ (تفسیر منیر:24/15)

(4) ﴿لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ﴾ ''یقیناً اُن کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے'' جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور قیامت کے دن کے عذاب کا خوف رکھتے ہیں وہ کھلے چھپے اللہ تعالیٰ کی نگرانی کا شعور رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف کرے گا اور انہیں بڑا ثواب عطا فرمائے گا جو کہ جنت ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ جب ان کے گناہ بخش دیں گے تو گناہوں کے شر اور جہنم کے عذاب سے بھی بچا لیں گے۔

(6) اللہ تعالیٰ نے جنت میں ان کے لئے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے یعنی ہمیشہ رہنے والی بادشاہت، نعمتیں، خدمت گار اور رب کی رضا جو سب نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِۨ ﴿۳۳﴾ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ﴿۳۴﴾ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ﴿۳۵﴾﴾ ''جو بن دیکھے رحمان سے ڈر گیا اور رجوع کرنیوالا دل لایا۔ (ان سے کہا جائے گا) جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ یہی اَبدی زندگی کا دن ہے۔ اُن کے لیے وہاں وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے اور ہمارے پاس مزید بھی ہے۔'' (ق:33,35)

(8) ﴿اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ﴾ ''آپ صرف اسی شخص کو خبردار کرتے ہیں جس نے نصیحت کی پیروی کی اور رحمٰن سے بن دیکھے ڈرا سو اُسے مغفرت اور باعزت اجر کی بشارت دے دیں۔'' (یٰسین:11)

﴿وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾

''اور تم اپنی بات چھپاؤ یا اُس کو ظاہر کردو، یقیناً وہ تو سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے'' (13)

سوال: ﴿وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ''اور تم اپنی بات چھپاؤ یا اُس کو ظاہر کردو، یقیناً وہ تو سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ دلی راز جانتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ﴾ ''اور تم اپنی بات چھپاؤ یا اُس کو ظاہر کردو'' یقیناً اللہ تعالیٰ دلی رازوں کو جانتا ہے اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں، جیسے دل کی باتیں اور خیالات جو زبانوں پر نہیں آتے اللہ تعالیٰ ان سے بھی واقف ہے۔

(2) ﴿اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ''یقیناً وہ تو سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے'' یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اپنے وسیع علم، بے پایاں لطف وکرم کے بارے میں خبر ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ﴾ ''اور تم اپنی بات چھپاؤ یا اُس کو ظاہر کردو'' یعنی اس کے لیے دونوں برابر ہیں، دونوں میں سے کوئی بات اس سے چھپی نہیں رہ سکتی، پس، وہ سینے میں چھپی ہوئی نیتوں اور ارادوں کو بھی جانتا ہے، وہ ان اقوال کو کیوں کر نہیں جانتا جن کو سنا جاسکتا ہے اور جن کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے؟ (تفسیر سعدی:2810/3)

﴿اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾

''کیا وہی نہیں جانتا جس نے پیدا کیا؟ اور وہ نہایت باریک بین، خوب باخبر ہے'' (14)

سوال: ﴿اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾ ''کیا وہی نہیں جانتا جس نے پیدا کیا؟ اور وہ نہایت باریک بین، خوب باخبر ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ﴾ ''کیا وہی نہیں جانتا جس نے پیدا کیا؟'' یعنی وہ کیسے چھپی ہوئی باتوں کو نہیں جانے گا جبکہ وہ تمہاری

ظاہر ہونے والی باتوں کو جانتا ہے اور وہ تمہارا خالق ہے، اپنی مخلوق کو خوب جانتا ہے۔ وہ رگ رگ سے واقف ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے اپنے علم پر عقلی دلیل سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ﴾ یعنی وہ ہستی جس نے مخلوق کو نہایت مہارت سے اور بہترین طریقے سے پیدا کیا ہے وہ سینوں کے بھید کیونکر نہ جانتی ہو گی؟ اس کے علم و خبر بہت لطیف ہیں حتیٰ کہ وہ سینے کے بھیدوں، ضمیر کے رازوں، تمام چھپی ہوئی چیزوں، خفیہ امور اور غیوب کو جانتا ہے، وہی ہے جو ﴿یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی﴾ "چھپی ہوئی اور پوشیدہ باتوں کو بھی جانتا ہے" (سورہ طٰہٰ:7) (تفسیر السعدی:2810/3)

(3) ﴿وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ﴾ "اور وہ نہایت باریک بیں، خوب باخبر ہے" (اَللَّطِیْفُ) کے معانی میں سے ایک معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے بندے اور دوست کے ساتھ نہایت لطف و کرم سے پیش آتا ہے، اس کے ساتھ احسان اور نیکی اس طرح کرتا ہے کہ اسے شعور تک نہیں ہوتا، وہ اسے شر سے ایسے بچاتا ہے جس کا اسے وہم و گمان نہیں ہوتا، وہ اسے ایسے اسباب کے ذریعے سے اعلیٰ مراتب پر فائز کرتا ہے جو بندے کے تصور میں بھی نہیں ہوتے یہاں تک کہ وہ اسے ناگوار حالات کا مزا چکھاتا ہے تاکہ ان کے ذریعے سے اسے جلیل القدر محبوبات اور اعلیٰ مطالب و مقاصد تک پہنچائے۔ (تفسیر سعدی:2811/3)

(4) لطیف کے معنی میں باریک بینی یا راز اور چھوٹی چھوٹی باتوں سے آگاہی پائی جاتی ہے۔ اور کبھی دونوں باتیں پائی جاتی ہیں۔ یعنی مخلوق کی چھوٹی چھوٹی تکالیف کا علم رکھنا اور مہربانی سے ان کا ازالہ کرتے رہنا۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ "یقیناً اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو جانتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ خوب دیکھنے والا ہے۔" (الحجرات:18)

(6) ﴿وَرَبُّكَ یَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُھُمْ وَمَا یُعْلِنُوْنَ﴾ "اور آپ کا رب جانتا ہے جو اُن کے سینے چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔" (القصص:69)

رکوع نمبر 2

﴿ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِھَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ﴾

"وہ ذات جس نے تمہارے لیے زمین کو تابع بنا دیا سو تم اُس کے راستوں پر چلو اور اُس کے رزق میں سے کھاؤ اور اُسی کی طرف قبروں سے اُٹھ کر جانا ہے" (15)

سوال: ﴿ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِھَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ﴾ "وہ ذات جس نے تمہارے لیے زمین کو تابع بنا دیا سو تم اُس کے راستوں پر چلو اور اُس کے رزق میں سے کھاؤ اور اُسی کی طرف قبروں سے

اُٹھ کر جانا ہے'' زمین اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا﴾ ''وہ ذات جس نے تمہارے لیے زمین کو تابع بنا دیا'' زمین اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے رب العزت نے اس زمین کو ہمارے قبضے میں دے دیا ہے۔

(2)''ذلولا'' کے لفظی معنی ہیں ذلیل، مسخر اور تابعدار۔ مطلب یہی ہے کہ زمین کو ایسا نرم اور ملائم بنا دیا ہے کہ تم جیسے چاہو اسے کھودو، اس میں راستے بناؤ اور اس کی مٹی سے کچی اور پکی عمارتیں تعمیر کرو وغیرہ۔(اشرف الحواشی:672/1)

(3)اللہ تعالیٰ نے زمین میں میٹھے پانی کے چشمے اور دریا جاری کر دیے۔ اس میں راستے بنائے اور ہر طرح کے فائدے رکھ دیے تا کہ اس میں سے انسان جو چاہیں وہ حاصل کر سکیں مثلاً کھیتیاں اور باغات اگا سکیں، عمارتیں اور راستے تعمیر کر سکیں، تا کہ ان شاہراہوں پر دور دراز کے ملکوں تک جا سکیں اور جہاں چاہیں رہیں۔

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ ''اور اس نے زمین میں پہاڑ گاڑ دیے کہ تمہیں لے کر ڈگمگا نے نہ لگے اور اس میں دریا اور راستے بنا دیے تا کہ تم ہدایت پاؤ۔''(النحل:15)

(5)﴿فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا﴾ ''سو تم اُس کے راستوں پر چلو'' ''مناکب'' کے لفظی معنی ''کندھوں'' کے ہیں۔ اس سے مراد زمین کے راستے، اطراف اور پہاڑ ہیں یعنی جس طرف چاہو سفر کرو، کسب و تجارت کے لئے چلو پھرو۔(اشرف الحواشی:672/1)

(6)یعنی زمین میں تجارت کی غرض سے جہاں چاہیں سفر کریں۔

(7)﴿وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ﴾ ''اور اُس کے رزق میں سے کھاؤ'' یعنی وہ رزق کھاؤ جو اس نے تمہارے لیے پیدا کیا، طرح طرح کے غلے اور قسم قسم کے پھل اور پھول۔

(8)سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم اللہ پر توکل کرو جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو تم کو بھی ایسے رزق دیا جائے جیسا کہ پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے۔ صبح کو وہ گھونسلوں سے خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو سیر ہو کر لوٹتے ہیں۔''(ترمذی:4164)

(9)﴿وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ﴾ ''اور اُسی کی طرف قبروں سے اُٹھ کر جانا ہے'' یعنی اسی ایک رب کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے یعنی وہ تمہیں زندہ کرے گا اور تمہیں تمہاری قبروں سے نکالے گا تا کہ تم سے حساب لے گا اور تمہیں تمہارے ایمان اور تمہاری اطاعت پر بہترین جزا دے گا اور وہ جنت اور اس کی نعمتیں ہیں اور تم میں سے جو کفر اور نافرمانیاں کرے ان کے کفر اور شر پر انہیں جزا دے اور وہ آگ اور اس کا عذاب ہے۔(ایسر التفاسیر:1657)

(10)یاد رکھو تمہاری کوششیں اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتیں اس لیے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

﴿ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ﴾

''کیا تم اُس سے بے خوف ہوگئے کہ جو آسمان میں ہے وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے؟ تو اچانک وہ ہچکولے کھانے لگے'' (16)

سوال: ﴿ءَاَمِنۡتُمۡ مَّنۡ فِى السَّمَآءِ اَنۡ يَّخۡسِفَ بِكُمُ الۡاَرۡضَ فَاِذَا هِىَ تَمُوۡرُ﴾ ''کیا تم اُس سے بے خوف ہوگئے کہ جو آسمان میں ہے وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے؟ تو اچانک وہ ہچکولے کھانے لگے'' مہلت اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تقاضا ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ءَاَمِنۡتُمۡ مَّنۡ فِى السَّمَآءِ﴾ ''کیا تم اُس سے بے خوف ہوگئے کہ جو آسمان میں ہے'' اس سے مراد اللہ تعالیٰ ہے جو اپنی مخلوق پر بلند ہے۔

(2) سیدنا معاویہ بن حکم السلمی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی اس لونڈی کے متعلق پوچھا جسے انھوں نے ایک طمانچہ مارا تھا کہ کیا میں اسے آزاد کردوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے میرے پاس لاؤ۔'' جب وہ آگئی تو آپ نے پوچھا: ''اللہ کہاں ہے؟'' اس نے کہا، آسمان میں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''میں کون ہوں؟'' اس نے کہا، آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے آزاد کردو، یہ مومنہ ہے۔'' (مسلم:1199)

(3) ﴿اَنۡ يَّخۡسِفَ بِكُمُ الۡاَرۡضَ فَاِذَا هِىَ تَمُوۡرُ﴾ ''وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے؟ تو اچانک وہ ہچکولے کھانے لگے۔'' اللہ تعالیٰ نے زمین کی حرکت سے ڈرایا ہے کہ جس زمین پر تم رہتے ہو وہ 1000 میل فی گھنٹہ کے حساب سے اپنے گرد، 65 ہزار میل فی گھنٹہ کے اعتبار سے سورج کے گرد اور جس کہکشاں میں زمین ہے وہ آسمان کے برج جبّار کے نزدیک 20 ہزار میل فی گھنٹہ کے اعتبار سے دوڑ رہی ہے جس کا ایک چکر 26 کروڑ سالوں میں پورا ہوتا ہے۔ ان ساری دوڑوں کے باوجود کیا تم اس سے بے خوف ہو کہ جو آسمانوں میں ہے وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے اور یہ زمین جھکولے کھانے لگے یعنی وہی زمین جو تمہاری قرار گاہ ہے، جہاں تم سکون سے چلتے پھرتے ہو، جہاں تمہاری روزی ہے، کیا اس زمین کو حرکت میں لا کر وہ تمہاری ہلاکت کا باعث نہیں بنا سکتا؟

(4) ﴿قُلۡ هُوَ الۡقَادِرُ عَلٰٓى اَنۡ يَّبۡعَثَ عَلَيۡكُمۡ عَذَابًا مِّنۡ فَوۡقِكُمۡ اَوۡ مِنۡ تَحۡتِ اَرۡجُلِكُمۡ اَوۡ يَلۡبِسَكُمۡ شِيَعًا وَّيُذِيۡقَ بَعۡضَكُمۡ بَاۡسَ بَعۡضٍ‌ؕ اُنۡظُرۡ كَيۡفَ نُصَرِّفُ الۡاٰيٰتِ لَعَلَّهُمۡ يَفۡقَهُوۡنَ﴾ ''آپ کہہ دیں وہ اس پر بھی قادر ہے کہ تم پر تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے کوئی عذاب بھیج دے یا تمہیں گروہوں میں ملا دے اور تم میں سے بعض کو بعض کی لڑائی کا مزہ چکھا دے، آپ دیکھیں ہم آیات کو کیسے پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں تا کہ وہ سمجھیں۔'' (الانعام:65)

(5) ﴿وَلَوۡ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوۡا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهۡرِهَا مِنۡ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنۡ يُّؤَخِّرُهُمۡ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى‌ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمۡ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيۡرًا﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو اس کی وجہ سے پکڑتا جو انہوں نے کمایا تو سطح زمین پر کوئی جان دار بھی نہ چھوڑتا لیکن وہ اُنہیں مقرر مدت تک مہلت دیتا ہے، پھر جب اُن کا مقررہ وقت آجائے گا تو یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ہمیشہ سے

خوب دیکھنے والا ہے۔'' (فاطر:45)

(6) اللہ رب العزت نے ان لوگوں کو وعید دی ہے جو اپنی نافرمانی، سرکشی، کفر اور شرک پر جمے ہوئے ہیں۔ ان کے گناہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو للکار رہے ہیں، ان کی نافرمانیاں عذاب کے نزول کی موجب ہیں مگر وہ رحمت اور تحمل کی وجہ سے درگزر فرما کر مہلت دیتا ہے۔

﴿اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۭ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ﴾

''کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے کہ تم پر پتھراؤ والی آندھی بھیج دے؟ پھر جلد ہی تم جان لوگے کہ کیسا ہے میرا ڈرانا؟'' (17)

سوال: ﴿اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۭ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ﴾ ''کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے کہ تم پر پتھراؤ والی آندھی بھیج دے؟ پھر جلد ہی تم جان لوگے کہ کیسا ہے میرا ڈرانا؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ﴾ ''کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے'' یعنی وہ اللہ عزوجل ہے جو آسمانوں میں ہے۔

(2) ﴿اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا﴾ ''کہ تم پر پتھراؤ والی آندھی بھیج دے؟'' یعنی وہ آسمان سے تم پر پتھر برسا کر عذاب نازل کرے اور تم سے انتقام لے اور تمہیں ہلاک کردے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا﴾ ''تو کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تمہیں خشکی کی جانب دھنسا دے یا تم پر پتھر برسانے والی آندھی بھیج دے؟ پھر تم اپنے لیے کوئی کارساز نہ پاؤ گے؟'' (بنی اسرائیل:68)

(4) ﴿فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ﴾ ''پھر جلد ہی تم جان لوگے کہ کیسا ہے میرا ڈرانا؟'' رب العزت نے وعید دی ہے کہ وہ عذاب تم پر کیسے آتا ہے جس کے بارے میں تمہیں رسولوں نے آگاہ کیا عنقریب تمہیں علم ہو جائے گا۔ اگر ابھی تک عذاب سے محفوظ ہو تو تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ تم اپنے بُرے اعمال کا انجام دیکھ لوگے۔

(5) تم سے پہلے لوگوں نے بھی اس طرح جھٹلایا تھا جیسے تم نے جھٹلایا۔ اللہ تعالیٰ نے آخرت سے پہلے انہیں دنیا کے عذاب کا مزا چکھایا ڈرو اس سے جو تم پر عذاب نازل کرنے کی قدرت رکھتا ہے کہیں وہ تم پر عذاب نازل نہ کردے جو پہلے لوگوں پر ہوا تھا۔

(6) اللہ تعالیٰ نے پتھراؤ کرنے والی ہوا سے پہلی قوموں کو بھی ہلاک کیا ہے۔ مثلاً قومِ عاد، قومِ لوط اور اصحاب الفیل جن کو پتھروں کی بارش

سے ہلاک کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سوال کیا ہے کہ یہ بتاؤ کیا تم بے خوف ہو کہ وہ تم پر پتھراؤ کرنے والی ہوا بھیج دے۔ پھر تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میرا ڈرانا کیسا ہے یعنی میں نے پچھلی قوموں کی ہلاکت کے بارے میں جو خبریں دی ہیں وہ کتنی سچی ہیں۔

(7) عذاب آنے کے بعد کا علم بے فائدہ ہے۔

﴿وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ﴾

''اور بلا شبہ یقیناً اُن سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا پھر کیسا تھا میرا عذاب؟'' (18)

سوال: ﴿وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ﴾ ''اور بلا شبہ یقیناً اُن سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا پھر کیسا تھا میرا عذاب؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''اور بلا شبہ یقیناً اُن سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا'' یعنی جیسے عاد اور ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا جب رسولوں نے انہیں شرک اور کفر سے روکا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا۔

(2) ﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ (12) وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ (13) وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۭ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ﴾ ''اُن سے پہلے قوم نوح اور اصحاب الرس اور ثمود نے جھٹلایا۔ اور عاد اور فرعون اور لوط کے بھائیوں نے۔ اور اہل ایکہ اور قوم تبع نے، ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا تو میری وعید سچ ثابت ہوئی۔'' (ق:12,14)

(3) ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا (35) فَقُلْنَا اذْهَبَآ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا (36) وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا (37) وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۟ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا (38) وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۡ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا (39) وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۭ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا﴾ (الفرقان:40,35)

''اور بلا شبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے ساتھ اُس کے بھائی ہارون کو بوجھ بٹانے والا بنایا۔ پھر ہم نے کہا کہ تم دونوں ان لوگوں کی طرف جاؤ جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلا دیا تو ہم نے اُنہیں تباہ و برباد کر دیا، بری طرح تباہ و برباد کرنا۔ اور نوح کی قوم کو ہم نے غرق کر دیا جب انہوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا اور ہم نے اُنہیں لوگوں کے لیے نشانِ عبرت بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور عاد اور ثمود کو اور کنوئیں والے اور اس کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی ہلاک کر دیا۔ اور ہر ایک کے لیے ہم نے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے برباد کر دیا بری طرح تباہ و برباد کرنا۔ اور بلا شبہ یقیناً یہ لوگ اس بستی پر سے آئے ہیں جس پر بدترین بارش برسائی گئی تو کیا وہ اسے دیکھا نہیں کرتے تھے؟ بلکہ وہ دوبارہ اُٹھائے جانے کی اُمید ہی نہیں رکھتے۔''

(4)﴿فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ﴾ ''پھر کیسا تھا میرا عذاب؟'' ﴿نکیر﴾ (عذاب) دراصل اس انتقامی کاروائی کو کہتے ہیں جو کسی کے خلاف اس کے طرزِ عمل کو غلط اور ناپسندیدہ سمجھ کر کی جاتی ہے۔(اشرف الحواشی:672/1)

(5) یعنی جھٹلانے والوں کا کیسا عبرت ناک انجام ہوا، انہیں کیسے دردناک عذابوں میں پکڑا گیا اور وہ کس برے طریقے سے ہلاک ہوئے، ان کے انجام سے عبرت حاصل کرو۔

﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ۘ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ﴾

''اور کیا اُنہوں نے اپنے اوپر پرندوں کو نہیں دیکھا اس حال میں کہ وہ پر پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں اور کبھی سمیٹ لیتے ہیں رحمان کے سوا اُنہیں کوئی نہیں تھامتا، بلاشبہ وہ ہر چیز کو خوب دیکھنے والا ہے'' (19)

سوال: ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ۘ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ﴾ ''اور کیا اُنہوں نے اپنے اوپر پرندوں کو نہیں دیکھا اس حال میں کہ وہ پر پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں اور کبھی سمیٹ لیتے ہیں رحمان کے سوا اُنہیں کوئی نہیں تھامتا، بلاشبہ وہ ہر چیز کو خوب دیکھنے والا ہے'' مشاہدہ قدرت میں ایمان والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ﴾ ''اور کیا اُنہوں نے اپنے اوپر پرندوں کو نہیں دیکھا اس حال میں کہ وہ پر پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں اور کبھی سمیٹ لیتے ہیں'' رب العزت نے اپنی قدرت اور طاقت کا شعور دلانے کے لیے پرندوں کی حالت پر غور کرنے کی ترغیب دی ہے۔کیا اپنے اوپر اڑتے ہوئے پرندے نہیں دیکھتے جن کو اللہ تعالیٰ نے مسخر کیا اور ان کے لیے فضا اور ہوا کو مسخر کیا۔وہ فضا میں کبھی دونوں پروں سے اڑتے ہیں کبھی ایک سے۔کبھی پر پھیلاتے ہیں، کبھی نیچے اترنے کے لیے سکیڑتے ہیں۔

(2) صٰٓفّٰتٍ یعنی صف بنانا۔سیدھی قطار بنانا اور صف بمعنی ہر شے کی سیدھی قطار اور صف الطیر بمعنی پرندوں نے اپنی اڑان میں اپنے پروں کو قطار کی طرح سیدھا کر دیا۔نیز اس کا معنی پرندوں کا اپنے پروں کو ہوا میں پھیلا دینا اور بالکل بے حرکت بنا دینا بھی ہے۔(تفسیر تیسیر القرآن:505/4)

(3)﴿مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ﴾ ''رحمان کے سوا اُنہیں کوئی نہیں تھامتا'' کون ہے جو ان پرندوں کو فضا میں سنبھالے ہوئے ہیں رحمٰن کے سوا کسی کی طاقت نہیں کہ انہیں سنبھال سکے وہ رحمٰن ہے جس نے فضا کو مسخر کیا اور پرندوں کو پرواز کے لیے موزوں بنایا۔پرندوں کی حالت میں غور کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی عنایتوں کا یقین ملے گا اور اس حقیقت تک پہنچو گے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَمْ یَرَوْا اِلَى الطَّیْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا یُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''کیا انہوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا کہ آسمان کی فضا میں مسخر ہیں؟ انہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں تھامتا بلاشبہ اس میں یقینا نشانیاں ہیں اُن کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں۔'' (النحل:79)

(5) ﴿اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍۭ بَصِیْرٌ﴾ ''بلاشبہ وہ ہر چیز کو خوب دیکھنے والا ہے۔'' یقیناً اللہ تعالیٰ بصیر ہے وہ ان کا نگران اور کفیل ہے۔ وہ بندوں کے لیے اپنی حکمت کے تقاضوں کے مطابق تدبیر کرتا ہے۔

﴿اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ﴾

''یا کون ہے وہ جو تمہارا لشکر ہو، جو رحمان کے مقابلے میں تمہاری مدد کرے؟ کافر دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں'' (20)

سوال: ﴿اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ﴾ ''یا کون ہے وہ جو تمہارا لشکر ہو، جو رحمان کے مقابلے میں تمہاری مدد کرے؟ کافر دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں'' غیر اللہ سے امداد کا عقیدہ دھوکہ ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ﴾ ''یا کون ہے وہ جو تمہارا لشکر ہو، جو رحمان کے مقابلے میں تمہاری مدد کرے؟'' اللہ تعالیٰ اپنے امر سے دور بھاگنے اور حق سے روگردانی کرنے والے سرکشوں سے فرماتا ہے یعنی جب رحمن تمہارے ساتھ کوئی برائی کرنے کا ارادہ کرے تو کون سا تمہارا لشکر اس برائی کو تم سے دور کر سکتا ہے؟ یعنی رحمٰن کے سوا تمہارے دشمنوں کے خلاف کون تمہاری مدد کر سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی مدد کرنے والا، عزت عطا کرنے والا اور ذلت سے ہم کنار کرنے والا ہے اور اس کے سوا تمام مخلوق کسی بندے کی مدد کے لیے اکٹھی ہو جائے تو کسی بھی دشمن کے خلاف اسے ذرہ بھر فائدہ نہیں دے سکتی۔ پس کفار کو یہ جان لینے کے بعد کہ رحمٰن کے سوا کوئی ان کی مدد نہیں کر سکتا، اپنے کفر پر جمے رہنا فریب اور حماقت کے سوا کچھ نہیں۔ (تفسیر سعدی:2813/3)

(2) ﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ یُنْصَرُوْنَ ۝ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ﴾ ''اور اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنا رکھے ہیں تاکہ اُن کی مدد کی جائے۔ وہ اُن کی مدد نہیں کر سکتے اور وہ اُن کے لیے حاضر کیے گئے لشکر ہیں۔'' (یسین:74,75)

(3) انسان کسی سہارے کی وجہ سے بے خوف ہوتا ہے۔ یہ سہارا اس کے شعور کی گہرائیوں میں رچ بس کر اُسے بے خوف بنا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سوال کیا ہے کہ یہ بتاؤ وہ کون سا لشکر ہے جو رحمان کے مقابلے میں تمہاری مدد کرے گا؟ یعنی تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے گا۔

(4) مشرک غیر اللہ سے مدد اور روزی مانگتے ہیں ان کی کوئی امید پوری ہونے والی نہیں وہ اللہ تعالیٰ ہے جو حمایتی اور کارساز ہے اس کے سوا

کوئی بچانے والانہیں۔

(5)﴿اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ﴾ ''کافر دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں''یعنی کافر دھوکے میں ہیں شیطان ان کے لیے شرک کومزین کرتا ہےاورانہیں وعدے دیتا ہے کہ ان کے لیے نہ حساب ہے نہ عذاب اور ان کے معبودان کی سفارش کریں گے۔(ایسرالتفاسیر:1659)

(6)غیروں سے امداد کا عقیدہ دھوکہ ہی دھوکہ ہے اللہ کے سوا کوئی مددگا اور کارساز نہیں ہے۔

﴿اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ﴾

''یا وہ کون ہے جو تمہیں رزق دے اگر وہ اپنا رزق روک لے؟ بلکہ وہ سرکشی اور گریز پر اَڑے ہوئے ہیں''(21)

سوال:﴿اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ﴾''یا وہ کون ہے جو تمہیں رزق دے اگر وہ اپنا رزق روک لے؟ بلکہ وہ سرکشی اور گریز پر اَڑے ہوئے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ﴾''یا وہ کون ہے جو تمہیں رزق دے اگر وہ اپنا رزق روک لے؟''یعنی اللہ تعالیٰ ہی رزق کا مالک ہے۔رزق اس کی طرف سے ہے اگر وہ رزق روک لے تو کون ایسا ہے جو رزق دے سکے رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾''آپ کہہ دیں کہ تمہیں آسمانوں اور زمین سے رزق کون دیتا ہے؟ آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ اور بیشک ہم یا تم میں سے ایک ضرور ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں ہیں۔''(سبا:24)

(2)﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۡ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ﴾''اے لوگو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو، کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور خالق بھی ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو؟ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم کہاں سے بہکائے جاتے ہو؟''(فاطر:3)

(3)﴿قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْـحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ۭ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ﴾''آپ کہہ دیں کہ کون تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو جلد ہی وہ کہیں گے''اللہ تعالیٰ'' کہو:''تو کیا تم ڈرتے نہیں؟''(یونس:31)

(4)﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ شُرَكَاۗىِٕكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾''اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں رزق دیا، پھر وہ تمہیں موت دے گا، پھر وہ

تمہیں زندہ کرے گا، کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو ان میں سے کوئی بھی کام کرتا ہو؟ پاک ہے وہ اور اُن سے بہت بلند ہے جنہیں یہ شریک بناتے ہیں۔'' (الروم:40)

(5) اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی رزق دے سکتا ہے نہ چھین سکتا ہے، نہ کوئی مدد کرسکتا ہے، نہ ضروریات کو پورا کرسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی خالق، رازق اور عزت وذلت کا مالک ہے جسے چاہتا ہے رزق دیتا ہے، عزت دیتا ہے جس سے چاہتا ہے رزق اور عزت چھین لیتا ہے۔

(6) ﴿اَمَّنۡ یَّبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ یُعِیۡدُہٗ وَ مَنۡ یَّرۡزُقُکُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ ءَ اِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ ؕ قُلۡ ہَاتُوۡا بُرۡہَانَکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ﴾ ''یا وہ جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے، پھر اُس کا اعادہ کرتا ہے؟ اور وہ جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ آپ کہہ دیں لاؤ اپنی دلیل، اگر تم سچے ہو۔'' (النمل:64)

(7) جو خالق، مالک اور رازق ہے اسی کا حق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔

(8) ﴿بَلۡ لَّجُّوۡا فِیۡ عُتُوٍّ وَّ نُفُوۡرٍ﴾ ''بلکہ وہ سرکشی اور گریز پر اَڑے ہوئے ہیں۔'' یعنی کافر حق کے معاملے میں گمراہی اور دشمنی پر اڑے ہوئے ہیں۔ وہ حق سے دور بھاگتے ہیں وہ حق سے نفرت کرتے ہیں نہ سننا چاہتے ہیں نہ ماننا چاہتے ہیں۔

(9) لج بمعنی ضد سے جھگڑنا۔ دشمنی میں مداومت کرنا اور لجۃ بمعنی پانی کی گہرائی۔ پانی کا گہرا حصہ جہاں پانی سب سے زیادہ گہرا ہو۔ گویا اس لفظ کا معنی ضد کی وجہ سے کسی بات پر اڑ جانا بھی ہے اور کسی برے کام میں دور دراز تک چلے جانا بھی ہے۔ (تفسیر تیسیر القرآن:4/495)

(10) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو معبوث کیا اور آپ نے فرمایا ﴿قُلۡ مَاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ مِنۡ اَجۡرٍ وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُتَکَلِّفِیۡنَ﴾ ''کہہ دو کہ میں تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں اور نہ میں بناوٹی باتیں کرنے والوں میں سے ہوں۔'' پھر جب آپ نے دیکھا کہ قریش عناد سے باز نہیں آتے تو آپ نے ان کے لئے بددعا کی کہ ''اے اللہ! ان کے خلاف میری مدد ایسے قحط سے کر جیسا سیدنا یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں پڑا تھا۔'' قحط پڑا اور ہر چیز ختم ہوگئی۔ لوگ ہڈیاں اور چمڑے کھانے پر مجبور ہوگئے۔ (سلیمان اور منصور) راویان حدیث میں سے ایک نے بیان کیا کہ ''وہ چمڑے اور مردار کھانے پر مجبور ہوگئے'' اور زمین سے دھواں سا نکلنے لگا۔ آخر ابوسفیان آئے اور کہا کہ اے محمد ﷺ! آپ کی قوم ہلاک ہو چکی، اللہ سے دعا کیجئے کہ ان سے قحط کو دور کردے۔ آنحضرت ﷺ نے دعا فرمائی اور قحط ختم ہوگیا۔ لیکن اس کے بعد وہ پھر کفر کی طرف لوٹ گئے۔ منصور کی روایت میں ہے کہ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ﴿فَارۡتَقِبۡ یَوۡمَ تَاۡتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیۡنٍ﴾ ''تو آپ اس روز کا انتظار کریں جب آسمان کی طرف ایک نظر آنے والا دھواں پیدا ہو'' عائدون تک۔ کیا آخرت کا عذاب بھی ان سے دور ہوسکے گا۔ ''دھواں'' اور ''سخت پکڑ'' اور ''ہلاکت'' گزر چکے بعض نے چاند اور بعض نے ''غلبہ روم'' کا بھی ذکر کیا ہے۔ کہ یہ بھی گزر چکا ہے۔ (بخاری:4824)

﴿اَفَمَنۡ یَّمۡشِیۡ مُکِبًّا عَلٰی وَجۡہِہٖۤ اَہۡدٰۤی اَمَّنۡ یَّمۡشِیۡ سَوِیًّا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ﴾

''تو کیا وہ شخص زیادہ ہدایت یافتہ ہے جو اوندھے منہ چلتا ہے؟ یا وہ شخص جو درست ہو کر سیدھے راستے پر چلتا ہے؟'' (22)

سوال: ﴿اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''تو کیا وہ شخص زیادہ ہدایت یافتہ ہے جو اوندھے منہ چلتا ہے؟ یا وہ شخص جو درست ہو کر سیدھے راستے پر چلتا ہے؟'' مومن اور کافر کی مثال کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى﴾ ''تو کیا وہ شخص زیادہ ہدایت یافتہ ہے جو اوندھے منہ چلتا ہے؟'' یعنی دو لوگوں میں سے ایک وہ ہے جو منہ کے بل اوندھا چل رہا ہے اسے نہیں خبر دائیں بائیں اور آگے کیا ہے؟ نہ اسے یہ خبر ہے کہ کہاں جا رہا ہے اور نہ راستے کی کوئی خبر ہے۔

(2) ﴿اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''یا وہ شخص جو درست ہو کر سیدھے راستے پر چلتا ہے؟'' دوسرا وہ ہے جو سیدھا کھڑا ہو کر سیدھے راستے پر چل رہا ہے وہ دیکھ بھال کر بھی چل رہا ہے اور اسے اپنی منزل کا بھی پتہ ہے۔

(3) یعنی ان دو شخصوں میں سے کون زیادہ ہدایت کی راہ پر ہے؟ کیا وہ شخص جو گمراہی میں سرگشتہ پھرتا ہے، اپنے کفر میں غرق ہے اور اس کی سمجھ الٹ گئی ہے اس کے نزدیک حق باطل اور باطل حق بن چکا ہے یا وہ شخص جو حق کا علم رکھنے والا، حق کو ترجیح دینے والا، حق پر عمل کرنے والا اور اپنے اقوال وافعال اور تمام احوال میں صراط مستقیم پر گامزن ہے؟ ان دونوں اشخاص کے احوال پر مجرد ایک نظر ڈالنے سے ہدایت یافتہ اور گمراہ کے درمیان فرق معلوم ہو جائے گا۔ احوال، اقوال سے بڑے گواہ ہیں۔ (تفسیر السعدی: 2813/3)

(4) یہ مومن اور کافر کی مثال ہے ان دونوں میں سے کون راہ راست پر ہے اور کون گمراہ ہے فیصلہ کریں۔

(5) قیامت کے دن مشرک منہ کے بل چلائے جائیں گے اور جہنم میں جھونکے جائیں گے اور مومن عزت کے ساتھ جنت میں جائیں گے۔

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ (٢٢) مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ (٢٣)﴾ ''جمع کرو اُن سب لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا اور اُن کے جوڑوں کو بھی اور اُن کو بھی جن کی وہ عبادت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے ماسوا پھر اُن کی دوزخ کے راستے کی طرف راہ نمائی کرو۔'' (الصّٰفّٰت: 22,23)

(7) نبی ﷺ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ منہ کے بل کیسے چلائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے پیروں پر چلایا کیا وہ منہ کے بل چلانے پر قادر نہیں؟ (بخاری، مسلم)

﴿قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ﴾

''کہہ دو وہ (اللہ) وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے لیے کان، آنکھیں اور دل بنائے، تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو'' (23)

سوال:﴿قُلۡ هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡشَاَکُمۡ وَ جَعَلَ لَکُمُ السَّمۡعَ وَ الۡاَبۡصَارَ وَ الۡاَفۡـِٕدَۃَ ؕ قَلِیۡلًا مَّا تَشۡکُرُوۡنَ﴾ ''کہہ دو وہ (اللہ) وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے لیے کان، آنکھیں اور دل بنائے، تم بہت کم شکرادا کرتے ہو'' جس نے وجود بخشا ہے اسی کا شکرادا کیوں نہیں کرتے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ رب العزت نے صرف اپنی عبادت اور شکر کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا:﴿قُلۡ هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡشَاَکُمۡ﴾ ''کہہ دو وہ (اللہ) وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا'' یعنی وہ اللہ ہے جس نے تمہیں ایجاد کیا۔ کسی مددگار کے بغیر تمہیں عدم سے نکال کر وجود بخشا۔

(2)﴿وَ جَعَلَ لَکُمُ السَّمۡعَ وَ الۡاَبۡصَارَ وَ الۡاَفۡـِٕدَۃَ﴾ ''اور تمہارے لیے کان، آنکھیں اور دل بنائے'' یعنی جب اس نے تمہیں پیدا کیا تو کانوں، آنکھوں اور دلوں کے ساتھ تمہارے وجود کو مکمل کیا۔ تمہارے لیے جسم کے اہم ترین، نفع مند اور کامل اعضاء ہیں۔

(3)﴿قَلِیۡلًا مَّا تَشۡکُرُوۡنَ﴾ ''تم بہت کم شکرادا کرتے ہو'' مگر ساری نعمتیں پا کر تم کم ہی شکرادا کرتے ہو۔

(4) اللہ تعالیٰ نے ان قوتوں کا ذکر اس لئے کیا ہے کہ (i) انسان ان ہی کے توسط سے سوچتا سمجھتا اور اپنی زندگی کے کام کرتا ہے۔

(ii) اللہ تعالیٰ نے ان کا تذکرہ اس حوالے سے کیا ہے کہ انسان ان قوتوں سے صحیح کام لے کر شکرادا کرسکتا ہے اور صحیح کام نہ لے کر ناشکری کرتا ہے۔

﴿قُلۡ هُوَ الَّذِیۡ ذَرَاَکُمۡ فِی الۡاَرۡضِ وَ اِلَیۡهِ تُحۡشَرُوۡنَ﴾

''کہہ دو وہ وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا ہے اور اُسی کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے'' (24)

سوال:﴿قُلۡ هُوَ الَّذِیۡ ذَرَاَکُمۡ فِی الۡاَرۡضِ وَ اِلَیۡهِ تُحۡشَرُوۡنَ﴾ ''کہہ دو وہ وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا ہے اور اُسی کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے'' جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا وہ سمیٹنے پر قادر ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قُلۡ هُوَ الَّذِیۡ ذَرَاَکُمۡ فِی الۡاَرۡضِ﴾ ''کہہ دو وہ وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا ہے'' یعنی وہ اللہ ہے جس نے تمہیں زمین کے کونے کونے میں پھیلا دیا اور چاروں سمت آباد کر دیا۔ تمہارے رنگ جدا جدا، زبانیں جدا جدا، عادتیں جدا جدا، شکلیں جدا جدا بنائیں پھر اس نے تمہیں پھیلا دیا۔

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّ خَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَ بَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالًا کَثِیۡرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِهٖ وَ الۡاَرۡحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلَیۡکُمۡ رَقِیۡبًا﴾ ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی سے اس کی بیوی پیدا کی اور اس نے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیئے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرکر رہو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ داری (کو بگاڑنے) سے بھی ڈرو بلا شبہ اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ سے پورا نگہبان ہے۔'' (النساء:1)

(3)﴿وَاِلَيۡهِ تُحۡشَرُوۡنَ﴾ ''اور اُسی کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے'' یعنی جس نے تمہیں پھیلایا ہے وہ قیامت کے دن سمیٹ لے گا۔ جس نے تمہیں ایجاد کیا وہ اسی طرح لوٹا دے گا۔

(4) اللہ تعالیٰ نے یہ بات اس لئے کہی ہے کہ انسان کو بغیر ارادے اور منصوبے کے ساری خصوصیات نہیں دیں بلکہ اس لئے دی ہیں تاکہ وہ زمین پر زندگی بسر کر سکے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر پھیلایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیتیں اس لئے دی ہیں کہ انسان سے زندگی کا حساب لے کر جزا سزا دی جاسکے۔ اسی مقصد کے لئے انسان کو جمع کیا جائے گا۔

﴿وَيَقُوۡلُوۡنَ مَتٰى هٰذَا الۡوَعۡدُ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ﴾

''اور وہ کہتے ہیں اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا؟'' (25)

سوال: ﴿وَيَقُوۡلُوۡنَ مَتٰى هٰذَا الۡوَعۡدُ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا؟'' جو زندگی کو ایجاد کرنے والا ہے موت دینے پر بھی قادر ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَيَقُوۡلُوۡنَ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں'' کافر جھٹلاتے ہوئے کہتے ہیں۔

(2)﴿مَتٰى هٰذَا الۡوَعۡدُ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ﴾ ''اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا؟'' کافروں نے کہا اگر تم سچے ہو کہ میدان حشر میں سب لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا تو یہ بتاؤ قیامت کب آئے گی؟

(3) انہوں نے انبیاء کی صداقت کی علامت یہ رکھی کہ انہیں قیامت کے دن کی آمد کے وقت کے بارے میں آگاہ کریں، جبکہ یہ ظلم اور عناد ہے۔ پس اس کا علم تو اللہ کے پاس ہے مخلوق میں سے کسی کے پاس نہیں اور نہ اس خبر اور اس کے وقوع کے وقت کی خبر میں کوئی تلازم ہی ہے کیونکہ صداقت اپنے دلائل سے پہچانی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی صحت پر دلائل و براہین قائم کر دیے ہیں، اس شخص کے لیے ادنیٰ سا شک نہیں رہتا جو توجہ کے ساتھ سنتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2814/3)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالُوۡۤا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ خَلۡقًا جَدِيۡدًا ﴿۴۹﴾ قُلۡ كُوۡنُوۡا حِجَارَةً اَوۡ حَدِيۡدًا ﴿۵۰﴾ اَوۡ خَلۡقًا مِّمَّا يَكۡبُرُ فِىۡ صُدُوۡرِكُمۡ‌ ۚ فَسَيَقُوۡلُوۡنَ مَنۡ يُّعِيۡدُنَا‌ ؕ قُلِ الَّذِىۡ فَطَرَكُمۡ اَوَّلَ مَرَّةٍ‌ ۚ فَسَيُنۡغِضُوۡنَ اِلَيۡكَ رُءُوۡسَهُمۡ وَيَقُوۡلُوۡنَ مَتٰى هُوَ‌ ؕ قُلۡ عَسٰٓى اَنۡ يَّكُوۡنَ قَرِيۡبًا ﴿۵۱﴾ يَوۡمَ يَدۡعُوۡكُمۡ فَتَسۡتَجِيۡبُوۡنَ بِحَمۡدِهٖ وَتَظُنُّوۡنَ اِنۡ لَّبِثۡتُمۡ اِلَّا قَلِيۡلًا﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا یقیناً ہم نئی پیدائش پر ضرور اُٹھائے جانے والے ہیں؟ آپ کہہ دیں تم پتھر یا لوہا بھی ہو جاؤ۔ یا کوئی اور مخلوق جو تمہارے دلوں میں اس سے بھی بڑی ہو۔ تو جلد ہی وہ کہیں گے کہ کون ہے جو ہمیں دوبارہ پیدا کرے گا؟ آپ کہہ دیں وہی ذات جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا، تو جلد ہی وہ آپ کے سامنے تعجب سے سر ہلائیں

گے اور کہیں گے تو یہ کب ہوگا؟ آپ کہہ دیں امید ہے کہ وہ قریب ہو۔ جس دن وہ تمہیں پکارے گا تو تم اس کی تعریف کے ساتھ لبیک کہو گے اور تم سمجھو گے کہ تم بہت تھوڑی دیر ہی رہے۔'' (بنی اسرائیل:49,51)

(5)﴿قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''کیا تو ہمارے پاس آیا ہے کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے ہٹا دے؟ اگر تو واقعی سچا ہے تو جس (عذاب) کی ہمیں دھمکی دیتا ہے وہ لے آ۔'' (الاحقاف:22)

﴿قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۠ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾

''کہہ دو یقیناً اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور حقیقتاً میں کھلا ڈرانے والا ہوں'' (26)

سوال: ﴿قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ص وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''کہہ دو یقیناً اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور حقیقتاً میں کھلا ڈرانے والا ہوں'' نبی کا کام قیامت کی تاریخ بتانا نہیں ہے اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''کہہ دو یقیناً اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے'' یعنی قیامت کی تاریخ بتانا میرا کام نہیں ہے اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ (مختصر ابن کثیر:2/2103)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا (۴۲) فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا (۴۳) اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا (۴۴) اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا (۴۵) كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا (۴۶)﴾ ''وہ لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اُس کا وقوع کب ہوگا؟ آپ کو اس کے بتانے سے کیا تعلق؟ تیرے رب کے پاس اُس (کے علم) کی انتہا ہے۔ یقیناً جو اس سے ڈرتا ہے آپ اس کو ڈرانے والے ہیں۔ جس دن وہ اُسے دیکھ لیں گے تو (سمجھیں گے) گویا کہ وہ نہیں ٹھہرے مگر ایک شام یا اُس کی ایک صبح۔'' (النازعات:42,46)

(3)﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ۭ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ۭ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''وہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کا قیام کب ہوگا؟ آپ کہہ دیں: ''یقیناً اس کا علم میرے رب ہی کے پاس ہے اس کے وقت پر اس کے سوا اسے کوئی ظاہر نہیں کرے گا، وہ (حادثہ) آسمانوں اور زمین میں بھاری ہے، تم پر وہ اچانک ہی آئے گی۔ وہ آپ سے سوال کرتے ہیں گویا آپ اس کی پوری تحقیق کرنے والے ہیں۔ آپ کہہ دیں: ''بلاشبہ اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

(4)﴿وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''اور حقیقتاً میں کھلا ڈرانے والا ہوں۔'' یعنی میرا کام تو صرف انجام کے بارے میں آگاہ کرنا، متنبہ کرنا ہے۔

(5) رسول کا کردار مُنذِر کا ہے۔ رسول غیب کی اطلاعات دینے نہیں آتا۔

﴿فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ﴾

''پس جب وہ اُس کو قریب سے دیکھیں گے تو اُن کے چہرے بگڑ جائیں گے جنہوں نے کفر کیا اور کہا جائے گا کہ یہی ہے وہ جس کو تم مانگا کرتے تھے''(27)

سوال: ﴿فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ﴾ ''پس جب وہ اُس کو قریب سے دیکھیں گے تو اُن کے چہرے بگڑ جائیں گے جنہوں نے کفر کیا اور کہا جائے گا کہ یہی ہے وہ جس کو تم مانگا کرتے تھے'' قیامت سر پر ہے اور اس کے ہول ہوش ربا ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''پس جب وہ اُس کو قریب سے دیکھیں گے تو اُن کے چہرے بگڑ جائیں گے جنہوں نے کفر کیا'' یعنی قیامت کو جھٹلانے والے اسے دیکھ لیں گے اس وقت انہیں علم ہوگا کہ قیامت قریب ہی تھی کیونکہ آنے والی چیز قریب ہوتی ہے۔

(2) جب وہ قیامت کو اپنے قریب دیکھیں گے تو یہ انہیں بہت برا لگے گا اور انہیں خوف زدہ کردے گا، ان کے چہرے بدل جائیں گے، ان کی تکذیب پر انہیں زجر و توبیخ کی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا: ''یہ وہی ہے جس کی تم تکذیب کرتے تھے۔ آج تم نے اسے عیاں دیکھ لیا ہے اور تمام معاملہ تمہارے سامنے ظاہر ہوگیا ہے، تمہارے تمام اسباب منقطع ہوگئے ہیں اور اب عذاب بھگتنے کے سوا کچھ باقی نہیں۔'' (تفسیر سعدی: 2815/3)

(3) ﴿وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ﴾ ''اور قیامت کے دن آپ اُن لوگوں کو دیکھیں گے جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا کہ اُن کے چہرے سیاہ ہوں گے، کیا جہنم میں تکبر کرنے والوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے؟'' (الزمر: 60)

(4) ﴿وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ﴾ ''اور کہا جائے گا کہ یہی ہے وہ جس کو تم مانگا کرتے تھے'' یعنی یہ عذاب ہے جس سے تمہیں ڈرایا جاتا تھا۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ﴾ ''اور اُنہوں نے کہا: ''اے ہمارے رب! حساب کے دن سے پہلے ہی ہمارا حصہ ہمیں جلدی دے دے۔'' (ص: 16)

(6) ﴿وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاۗءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ ''اور جب اُنہوں نے کہا: ''اے اللہ! اگر یہ واقعی تیری جانب سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا یا کوئی دردناک عذاب

ہم پر لے آ۔'' (الانفال:32)

(7) ﴿وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ (۴۷) وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (۴۸)﴾ ''اور واقعی اُن کے پاس جنہوں نے ظلم کیا، وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اُس کے ساتھ اُس کی مانند اور بھی ہو تو وہ قیامت کے دن کے بُرے عذاب سے بچنے کے لیے ضرور اُسے فدیے میں دے دیں گے اور اللہ تعالیٰ کی جناب سے اُن پر وہ ظاہر ہو جائے گا جس کا وہ گمان بھی نہیں رکھتے تھے۔ اور جو اعمال انہوں نے کمائے ہیں اُن کی برائیاں اُن کے لیے ظاہر ہو جائیں گی اور وہ انہیں گھیر لے گا جس کا وہ مذاق اُڑاتے تھے۔'' (الزمر:47,48)

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾

''کیا تم نے دیکھا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے اور ان کو ہلاک کر دے جو میرے ساتھ ہیں یا وہ ہم پر رحم فرمائے تو کافروں کو دردناک عذاب سے کون پناہ دے گا؟'' (28)

سوال: ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ ''کیا تم نے دیکھا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے اور ان کو ہلاک کر دے جو میرے ساتھ ہیں یا وہ ہم پر رحم فرمائے تو کافروں کو دردناک عذاب سے کون پناہ دے گا؟'' کسی کی بربادی نہ چاہو اپنی فکر کر لو آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا﴾ ''کیا تم نے دیکھا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے اور ان کو ہلاک کر دے جو میرے ساتھ ہیں یا وہ ہم پر رحم فرمائے'' یعنی نبی ﷺ کو جھٹلانے والے آپ ﷺ کی دعوت کو ٹھکراتے تھے۔ (تفسیر سعدی:2815/3)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ښ وَكُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا﴾ ''بلکہ تم نے یہ سمجھا تھا کہ رسول اور مومنین اپنے گھر والوں میں کبھی لوٹ کر نہ آئیں گے اور یہ تمہارے دلوں میں خوش نما بنا دیا گیا اور تم نے بہت ہی برا گمان کیا تھا اور تم برباد ہونے والے لوگ تھے۔'' (الفتح:12)

(3) ﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ﴾ ''کیا وہ کہتے ہیں کہ یہ ایک شاعر ہے۔ جس پر ہم گردشِ زمانہ کا انتظار کرتے ہیں۔'' (الطور:30)

(4) ﴿وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ۭ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ۭ اَفَلَمْ يَايْــــَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَاۗءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ

قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَأْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ﴾ ''اور اگر واقعتا قرآن ایسا ہوتا جس کے ساتھ پہاڑ چلا دیئے جاتے یا جس کے ساتھ زمین ٹکڑے کر دی جاتی یا اس کے ساتھ مُردوں سے کلام کیا جاتا۔ بلکہ سارے کا سارا کام اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے تو کیا جو لوگ ایمان لائے ہیں مایوس نہیں ہو گئے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب انسانوں کو ہدایت دے دیتا اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کا ہمیشہ یہی حال رہے گا کہ ان کے اعمال کی وجہ سے ان پر کوئی نہ کوئی آفت آتی رہے گی یا ان کے گھر کے قریب کہیں نازل ہوتی رہے گی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ آ جائے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔'' (الرعد:31)

(5) یعنی آپ مشرکوں سے کہہ دیں کہ اگر مجھے نقصان پہنچے یا میرے ساتھیوں کو یا اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمادے تو ہماری بربادی یا خوشی سے تمہیں کیا ملے گا؟ اپنی فکر کرلو کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کون چھڑائے گا؟

(6) اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے والی توبہ ہے، شرک سے توبہ کرلو اور عذاب سے بچنے کے لیے اس کا دین اختیار کرلو کہ عذاب سے بچ جاؤ۔

﴿قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾

''کہہ دو کہ وہ وسیع رحمت والا ہے، اُسی پر ہم ایمان لائے اور اُسی پر ہم نے بھروسہ کیا ہے، تو جلد ہی تم جان لوگے کہ کھلی گمراہی میں کون پڑا ہوا ہے؟'' (29)

سوال: ﴿قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''کہہ دو کہ وہ وسیع رحمت والا ہے، اُسی پر ہم ایمان لائے اور اُسی پر ہم نے بھروسہ کیا ہے، تو جلد ہی تم جان لوگے کہ کھلی گمراہی میں کون پڑا ہوا ہے؟'' مسلمانوں کا اللہ تعالیٰ پر ایمان اور توکل ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ﴾ ''کہہ دو کہ وہ وسیع رحمت والا ہے، اُسی پر ہم ایمان لائے'' اللہ رب العزت نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ آپ اپنے اور ایمان لانے والوں کے حال کے بارے میں آگاہ کر دیں کہ ہمارا ایمان رب العالمین پر ہے جو ہم پر مہربان ہے۔

(2) ﴿وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا﴾ ''اور اُسی پر ہم نے بھروسہ کیا ہے'' یعنی ہم اس پر بھروسہ کرتے ہیں، ہمارا اعتماد اسی ذات پر ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْۤا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ ''ان لوگوں میں سے دو آدمیوں نے کہا جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا تھا'' ان پر دروازے سے داخل ہو جاؤ پھر جب تم اس سے داخل ہو جاؤ گے تو یقیناً تم ہی غالب ہونے والے ہو اور اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرو، اگر تم مومن ہو۔'' (المائدہ:23)

(3) ﴿وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا

تَعۡمَلُوۡنَ﴾ ’’اور آسمانوں اور زمین کا غیب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اور تمام معاملات اسی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں سو آپ اسی کی عبادت کریں اور اسی پر بھروسہ رکھیں اور آپ کا رب اُس سے بے خبر نہیں جو تم عمل کرتے ہو۔‘‘ (ہود:123)

(4)﴿فَسَتَعۡلَمُوۡنَ مَنۡ هُوَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ﴾ ’’تو جلد ہی تم جان لوگے کہ کھلی گمراہی میں کون پڑا ہوا ہے؟‘‘ یعنی یہ بات تو یقینی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور ان کی پیروی کرنے والے فلاح پائیں گے۔ تم جلد ہی جان جاؤ گے کہ دنیا اور آخرت میں کس کا انجام اچھا ہوتا ہے۔

(5) ان کے پاس ایمان ہے نہ توکل اس سے معلوم ہو گیا کہ کون ہدایت پر ہے اور کون کھلی گمراہی میں ہے۔

﴿قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ اِنۡ اَصۡبَحَ مَآؤُکُمۡ غَوۡرًا فَمَنۡ یَّاۡتِیۡکُمۡ بِمَآءٍ مَّعِیۡنٍ﴾

’’کہہ دو کہ کیا تم نے دیکھا اگر تمہارا پانی گہرا چلا جائے تو کون ہے جو تمہیں بہتا ہوا پانی لا دے گا؟‘‘ (30)

سوال: ﴿قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ اِنۡ اَصۡبَحَ مَآؤُکُمۡ غَوۡرًا فَمَنۡ یَّاۡتِیۡکُمۡ بِمَآءٍ مَّعِیۡنٍ﴾ ’’کہہ دو کہ کیا تم نے دیکھا اگر تمہارا پانی گہرا چلا جائے تو کون ہے جو تمہیں بہتا ہوا پانی لا دے گا؟‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ اِنۡ اَصۡبَحَ مَآؤُکُمۡ غَوۡرًا﴾ ’’کہہ دو کہ کیا تم نے دیکھا اگر تمہارا پانی گہرا چلا جائے۔‘‘ لغوی لحاظ سے غور یا غار کا معنی نشیبی زمین کی طرف نیچے اور غار بمعنی کھوہ، معروف لفظ ہے اور غور بمعنی نشیبی زمین بھی اور زیر زمین گہرائی بھی۔ گویا اس میں گہرائی کے ساتھ مکان کا تصور بھی پایا جاتا ہے۔ (تیسیر القرآن:4/498)

(2) رب العزت نے اپنے رسول سے کہا کہ آپ مشرکوں سے کہہ دو کہ اگر تمہارا پانی زمین میں گہرا اتر جائے۔

(3)﴿فَمَنۡ یَّاۡتِیۡکُمۡ بِمَآءٍ مَّعِیۡنٍ﴾ ’’تو کون ہے جو تمہیں بہتا ہوا پانی لا دے گا؟‘‘ یعنی وہ پانی جو تم پیتے ہو جس سے کھیت سیراب کرتے ہو یہ بتاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنا پانی لے جائے تو تمہیں کون پانی کی نعمت دے گا۔

(4) معین کا ایک معنی پانی کا سطح زمین پر نرم رفتار سے بہنا ہے۔ یعنی سیلاب کی طرح تندی اور تیزی سے نہیں بلکہ نرمی اور سہولت سے جاری ہونے والا پانی۔ یعنی جب زمینی گہرائی سے پانی کنوؤں، نلکوں یا مشینوں سے نکالا جاتا ہے اور آبپاشی کے لیے استعمال ہوتا ہے تو اس پانی کی رفتار سیلاب کی طرح تند و تیز نہیں ہوتی بلکہ نرم اور دھیمی ہوتی ہے۔ (تیسیر القرآن:4/498)

(5) یعنی یہ پانی جس پر حیوانی اور نباتاتی زندگی موقوف ہے۔ اگر اللہ کے حکم سے گہرا ہو جائے اور تم کھودتے کھودتے تھک جاؤ لیکن پانی نہ نکلے تو ہے کوئی جو تمہیں یہ ابلنے والا، جاری، صاف اور میٹھا پانی دے سکے۔ یہ قدرت صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے کہ تمہیں تمہاری ضروریات کے لیے صاف شفاف اور میٹھا پانی مہیا فرماتا ہے۔ اس نے اپنی مہربانی سے زمین سے تمہارے لیے پانی جاری کر دیا اور حسب ضرورت مختلف علاقوں میں پھیلایا۔

(6) روایات میں آیا ہے کہ جب کوئی شخص یہ آیت پڑھے تو اسے یوں کہنا چاہیے۔ ﴿اللّٰهُ يَاْتِيْنَا بِهٖ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّ الْعَالَمِيْنَ﴾ (تیسیر القرآن:498/4)

﴿اٰیاتها ۵۲﴾ ﴿۶۸ سُوْرَةُ الْقَلَمِ مَكِّيَّةٌ ۲﴾ ﴿رکوعاتها ۲﴾

سوال 1: یہ سورت کب اور کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے اس میں دو رکوع اور 52 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 68 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے یہ دوسری سورت ہے۔

رکوع نمبر 3

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾

﴿نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ﴾

''ن۔ قلم کی قسم اور اُس کی قسم جو وہ لکھتے ہیں!'' (1)

سوال: ﴿نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ﴾ ''ن۔ قلم کی قسم اور اُس کی قسم جو وہ لکھتے ہیں!'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿نٓ﴾ حروف مقطعات میں سے ہے جس کے معنی اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں۔

(2) ﴿وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ﴾ ''قلم کی قسم اور اُس کی قسم جو وہ لکھتے ہیں!'' رب العزت نے قلم کی قسم کھائی ہے۔

(3) یہ اسم جنس ہے جو ان تمام اقلام کو شامل ہے جن کے ذریعے سے مختلف علوم کو لکھا جاتا ہے اور جن کے ذریعے منثور اور منظوم کلام کو احاطہ تحریر میں لایا جاتا ہے اور یہ اس حقیقت پر قسم ہے کہ قلم اور جو اس کے ذریعے سے مختلف انواع کا کلام لکھا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ (تفسیر سعدی:2816/3)

(4) سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب سے پہلی چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی، وہ قلم ہے اور پھر اسے حکم دیا کہ لکھ! تو اس نے ہر وہ چیز لکھ دی جو (ازل سے) ابد تک ہونے والی ہے۔'' (ترمذی:3319)

(5) اس حدیث کے مطابق لکھنے والی قلم خود ہی ہے۔ یا ممکن ہے کہ اس قلم سے لکھنے والے اللہ کے فرشتے ہوں۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ قلم اور ان فرشتوں کی قسم جو لوح محفوظ سے قرآن نقل کرتے ہیں۔ تیسرا مطلب یہ ہے جو نزول قرآن کے بعد ان صحابہ کرام کی قسم جو قرآن کی

وحی کو قلم سے لکھتے ہیں اور چوتھا مطلب یہ ہے کہ ان مورخین کی قسم جو قلم کے ساتھ بڑے بڑے مصلحین کی داستان حیات تاریخ کے اوراق میں ثبت کرتے ہیں۔ (تیسیر القرآن:4/499)

﴿مَآ اَنۡتَ بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ بِمَجۡنُوۡنٍ﴾

''آپ اپنے رب کے فضل سے ہرگز دیوانے نہیں ہیں'' (2)

سوال: ﴿مَآ اَنۡتَ بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ بِمَجۡنُوۡنٍ﴾ ''آپ اپنے رب کے فضل سے ہرگز دیوانے نہیں ہیں'' رب العزت نے نبی ﷺ کی جنون سے کیسے برأت کی، وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَآ اَنۡتَ بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ بِمَجۡنُوۡنٍ﴾ ''آپ اپنے رب کے فضل سے ہرگز دیوانے نہیں ہیں'' یہ جواب قسم ہے یعنی اے اللہ کے رسول ﷺ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ ﷺ دیوانے نہیں ہو۔

(2) مشرکوں کے قول کو رب العزت نے قرآن میں ذکر فرمایا ہے۔ ﴿وَقَالُوۡا يٰۤاَيُّهَا الَّذِىۡ نُزِّلَ عَلَيۡهِ الذِّكۡرُ اِنَّكَ لَمَجۡنُوۡنٌ﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ اے وہ شخص جس پر ذکر نازل کیا گیا ہے بلاشبہ تو یقیناً دیوانہ ہے۔'' (الحجر:6)

(3) رب العزت نے سورہ الطور میں بھی جنون سے آپ ﷺ کی برأت فرمائی ہے فرمایا: ﴿فَذَكِّرۡ فَمَاۤ اَنۡتَ بِنِعۡمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجۡنُوۡنٍ﴾ ''پس آپ نصیحت کریں کہ اپنے رب کے فضل سے آپ ہرگز نہ کاہن ہیں اور نہ ہی دیوانے ہیں۔'' (الطور:29)

(4) ﴿اَنّٰى لَهُمُ الذِّكۡرٰى وَقَدۡ جَآءَهُمۡ رَسُوۡلٌ مُّبِيۡنٌ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّوۡا عَنۡهُ وَقَالُوۡا مُعَلَّمٌ مَّجۡنُوۡنٌ ﴿۱۴﴾﴾ ''اُن کے لیے نصیحت کہاں؟ حالانکہ بلاشبہ اُن کے پاس وضاحت سے بیان کرنے والا رسول آچکا ہے۔ پھر بھی اُنہوں نے اُس سے منہ موڑا اور کہا: ''سکھایا ہوا دیوانہ ہے۔'' (الدخان:13،14)

(5) رب کی نعمت سے مراد نبوت ہے جو کہ آپ ﷺ کو عطا کی گئی یعنی آپ ﷺ رب کی رحمت اور نعمت سے مجنون نہیں ہو۔

(6) قلم اور جو اس سے لکھا جاتا ہے اس امر کی مستحق ہے کہ محمد ﷺ کی ان عیوب کے بارے میں برأت پر اس کی قسم کھائی جائے جو آپ ﷺ کے دشمن آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں، یعنی جنون وغیرہ۔ پس آپ ﷺ کے رب کی نعمت اور احسان سے ان عیوب کی آپ ﷺ سے نفی کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عقل کامل، عمدہ رائے اور فصاحت وبلاغت سے لبریز کلام فیصل سے سرفراز فرمایا ہے جو بہترین کلام ہے جسے قلم لکھتے ہیں اور مخلوقات اسے قلم بند کرتی ہیں اور دنیا کے اندر یہی سعادت ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2816،2817)

﴿وَاِنَّ لَكَ لَاَجۡرًا غَيۡرَ مَمۡنُوۡنٍ﴾

''اور آپ کے لئے یقیناً ایسا اجر ہے جو منقطع ہونے والا نہیں ہے'' (3)

سوال: ﴿وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ﴾ ''اور آپ کے لئے یقیناً ایسا اجر ہے جو منقطع ہونے والا نہیں ہے'' عظیم اجر آپ ﷺ کی عقلی صحت کی دلیل ہے، وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ﴾ ''اور آپ کے لئے یقیناً ایسا اجر ہے جو منقطع ہونے والا نہیں ہے'' اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کی اخروی سعادت کا ذکر فرمایا کہ آپ ﷺ کو زبردست اور ختم نہ ہونے والا اجر ملنے والا ہے جب کہ دیوانے کے افعال پر نہ عذاب ہے نہ ثواب۔

(2) آپ ﷺ کے اجر کا سبب یہ ہے کہ آپ ﷺ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے تھے اور ان کی دی گئی اذیتوں پر صبر کرتے تھے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ۭ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ﴾ ''اور جن کو نیک بخت قرار دیا جائے گا وہ جنت میں ہمیشہ رہنے والے ہیں جب تک زمین وآسمان قائم ہیں مگر جو آپ کا رب چاہے ایسا عطیہ جو کبھی قطع کیا جانے والا نہیں۔'' (ھود:108)

(4) آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ، اعمال صالحہ اور بھلائی کی طرف راہ نمائی کی وجہ سے آپ ﷺ کا اجر ہمیشہ رہنے والا ہے۔

﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾

''اور بلاشبہ آپ یقیناً عظیم اخلاق پر ہیں'' (4)

سوال: ﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ ''اور بلاشبہ آپ یقیناً عظیم اخلاق پر ہیں'' نبی ﷺ اخلاق عظیم رکھنے والے معلم اخلاق تھے۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ ''اور بلاشبہ آپ یقیناً عظیم اخلاق پر ہیں'' نبی ﷺ مکارم اخلاق کے عظیم مرتبے پر فائز تھے۔ آپ ﷺ معلم اخلاق بھی تھے۔ آپ ﷺ کے اخلاق کا سرچشمہ قرآن ہے۔

(2) ایک صحابی نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا: کیا آپ قرآن نہیں پڑھتے؟ انھوں نے عرض کی، کیوں نہیں؟ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا اخلاق وہی تھا جس کا قرآن میں حکم ہے۔ (مسلم:1739)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۠ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْھُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ﴾ ''پس اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہی کی وجہ سے آپ ان کے لیے نرم ہوگئے ہیں اور اگر آپ بد خُلق اور سخت دل ہوتے تو یقیناً وہ آپ کے آس پاس سے منتشر ہو جاتے، سو آپ انہیں معاف کردیں اور اُن کے لئے بخشش مانگیں اور معاملات میں ان سے مشورہ کریں، پھر جب آپ پختہ ارادہ

کرلیں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بھروسہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔'' (آل عمران:159)

(4)﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾

''بلاشبہ تمہارے پاس یقیناً تم ہی میں سے ایک عظیم رسول آیا ہے اُس پر گراں ہے جو تم مشقت میں پڑو، تم پر بہت حرص رکھنے والا ہے، مومنوں پر بہت شفقت کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' (التوبہ:128)

(5) کتنا صحیح مصداق ہیں یہ آیات کریمہ جو آپ کے مکارم اخلاق سے متصف ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور وہ آیات کریمہ جو ہر قسم کے خلق جمیل کی ترغیب دیتی ہیں۔ وہ ان اوصاف میں کامل ترین اور جلیل ترین مقام پر فائز تھے اور ان خصائل میں سے ہر خصلت کی بلند چوٹی پر تھے۔ آپ بہت ہی نرم برتاؤ کرنے والے اور نرم خو تھے، لوگوں کے بہت قریب تھے، جو کوئی آپ کو دعوت دیتا آپ اس کی دعوت قبول کرتے تھے، جو کوئی آپ سے کسی حاجت کا طلب گار ہوتا آپ اس کی حاجت پوری کرتے تھے بلکہ آپ اس کی دل جوئی کرتے تھے۔ اگر آپ کے اصحاب کو آپ سے کام ہوتا، آپ اس کام پر ان کی موافقت کرتے اور اس بارے میں ان کی بات مانتے بشرطیکہ اس میں کوئی ایسی چیز نہ ہو جس سے بچنے کے لیے کہا گیا ہو۔ اگر کسی امر کا عزم فرماتے تو ان کو نظر انداز کر کے ان پر اپنی رائے نہیں تھوپتے تھے بلکہ ان کے ساتھ مشاورت کر کے ان کی رائے لیتے تھے، ان کے اچھے کام کو قبول کر لیتے اور برائی کرنے والے سے درگزر کرتے تھے، کسی ہم نشین کے ساتھ معاشرت کرتے تو کامل ترین اور بہترین طریقے سے معاشرت کرتے، آپ کبھی اپنی پیشانی پر بل ڈالتے نہ آپ کبھی کوئی سخت بات کہتے، نہ آپ اس سے منہ موڑتے، نہ آپ اس کی زبان کی لغزش پر گرفت کرتے اور نہ اس کی طرف سے کسی سخت رویے پر مواخذہ فرماتے بلکہ اس کے ساتھ انتہائی حسن سلوک سے پیش آتے اور اسے انتہائی حد تک برداشت کرتے۔ (تفسیر سعدی:2817,2818/3)

(6) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے ہمراہ جا رہا تھا اور آپ ﷺ کے جسم پر (اس وقت) ایک موٹے حاشیہ کی نجرانی چادر تھی تو ایک اعرابی نے آپ ﷺ کو پکڑ لیا اور زور سے آپ ﷺ کو دبایا، یہاں تک کہ میں نے نبی ﷺ کی گردن مبارک کے ظاہری حصے پر دیکھا کہ بوجہ اس کے زور سے دبانے کے، چادر کے حاشیہ کا نشان پڑ گیا تھا۔ اس کے بعد اس اعرابی نے کہا کہ مجھے بھی اللہ کے اس مال میں سے جو آپ ﷺ کے پاس ہے دلوا دیجیے تو آپ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا اور مسکرائے اس کے بعد اسے کچھ دے دینے کا حکم فرما دیا۔ (بخاری:6088)

(7) سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس حال میں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے اور آپ ﷺ کے ہمراہ اور وہ لوگ بھی تھے جو حنین سے واپس آ رہے تھے، اعرابی لوگ رسول اللہ ﷺ سے مانگنے لگے یہاں تک کہ آپ ﷺ کو دھکیل کر ایک ببول کے درخت کے نیچے لے گئے یہاں تک کہ آپ ﷺ کی چادر اس میں اٹک کر رہ گئی تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے اور فرمایا: ''میری چادر مجھے دے دو۔ اگر میرے پاس ان درختوں کے برابر اونٹ ہوں تو میں ان (اونٹوں) کو تمہارے درمیان تقسیم کر دوں اور تم مجھے بخیل، جھوٹ

بولنے والا اور تھوڑے دل والا ہرگز نہ پاؤ گے۔'' (بخاری:2821)

(8) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ کچھ یہودی رسول اللہ ﷺ کے یہاں آئے اور کہا ''السام علیکم'' (تم پر موت آئے) اس پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ تم پر بھی موت آئے اور اللہ کی تم پر لعنت ہو اور اس کا غضب تم پر نازل ہو۔ لیکن نبی ﷺ نے فرمایا: (ٹھہرو) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا! تمہیں نرم خوئی اختیار کرنی چاہیے سختی اور بدزبانی سے بچنا چاہیے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا رسول اللہ ﷺ! آپ نے ان کی بات نہیں سنی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم نے انہیں میرا جواب نہیں سنا میں نے ان کی بات انہی پر لوٹا دی اور ان کے حق میں میری بددعا قبول ہو جائے گی۔ لیکن میرے حق میں ان کی بددعا قبول ہی نہ ہوگی۔'' (بخاری:6030)

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا، اے اللہ کے رسول! مشرکین کے لیے بددعا کیجئے! آپ نے فرمایا: میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا، میں تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔'' (مسلم:6613)

(10) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی دس سال خدمت کی، آپ نے کبھی مجھ سے اف بھی نہیں کہا اور نہ کبھی یہ پوچھا کہ (یہ) کیوں کیا اور نہ کبھی یہ پوچھا کہ (یہ) کیوں نہیں کیا؟ (بخاری:6038)

(11) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی کو قبر میں داخل کر دیا گیا تو رسول اللہ ﷺ اس کی قبر پر تشریف لائے، آپ ﷺ کے حکم سے اس کو باہر نکالا گیا اور آپ ﷺ کے گھٹنوں پر رکھ دیا گیا، چنانچہ آپ نے اس پر دم کرتے ہوئے اسے اپنی قمیض پہنائی اور اللہ تعالیٰ ہی خوب جاننے والا ہے۔ (بخاری:5795)

(12) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کی خاطر کبھی کسی سے اس کی زیادتی کا بدلہ نہیں لیا، البتہ جب اللہ تعالیٰ کی حرمات میں سے کسی چیز کی بے حرمتی کی جاتی تھی تو آپ اللہ تعالیٰ کے لیے بدلہ لیتے تھے۔ (بخاری:6853)

(13) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے کبھی کسی کو نہیں مارا، نہ بیوی کو اور نہ خادم کو مگر ہاں! آپ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا کرتے تھے۔ (مسلم:6050)

(14) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو مبعوث کیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''کہہ دو کہ میں تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں اور نہ میں بناوٹی باتیں کرنے والوں میں سے ہوں۔'' پھر جب آپ نے دیکھا کہ قریش عناد سے باز نہیں آتے تو آپ نے ان کے لئے بددعا کی کہ ''اے اللہ! ان کے خلاف میری مدد ایسے قحط سے کر جیسا سیدنا یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں پڑا تھا'' قحط پڑا اور ہر چیز ختم ہو گئی۔ لوگ ہڈیاں اور چمڑے کھانے پر مجبور ہو گئے۔ (سلیمان اور منصور) راویان حدیث میں سے ایک نے بیان کیا کہ ''وہ چمڑے اور مردار کھانے پر مجبور ہو گئے'' اور زمین سے دھواں سا نکلنے لگا۔ آخر ابو سفیان آئے اور کہا کہ اے محمد ﷺ! آپ کی قوم ہلاک ہو چکی، اللہ سے دعا کیجئے کہ ان سے قحط کو دور کر دے۔ نبی ﷺ نے دعا فرمائی اور قحط ختم ہو گیا۔ (بخاری:4824)

(15) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(اے لوگو!) کیا تمھیں تعجب نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کس طرح قریش کی گالیوں اوران کی لعن طعن کو مجھ سے پھیر دیتا ہے؟ وہ کسی مذمم (مذمت کیے ہوئے شخص) کو گالی دیتے ہیں اور مذمم پر لعنت بھیجتے ہیں، جبکہ میں تو محمد ہوں۔ (بخاری:3533)

(16) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نہ بدزبان تھے اور نہ بدکلام، نہ بازاروں میں شور کرنے والے تھے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے تھے، بلکہ آپ معاف کردیتے تھے اور درگزر فرمایا کرتے تھے۔ (ترمذی:2016)

﴿فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ﴾

''چنانچہ جلد ہی آپ بھی دیکھیں گے اور وہ بھی دیکھیں گے'' (5)

سوال: ﴿فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ﴾ ''چنانچہ جلد ہی آپ بھی دیکھیں گے اور وہ بھی دیکھیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَسَتُبْصِرُ﴾ ''چنانچہ جلد ہی آپ بھی دیکھیں گے'' یعنی اے محمد ﷺ عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے۔

(2) ﴿وَيُبْصِرُوْنَ﴾ ''اور وہ بھی دیکھیں گے'' اور وہ کافر بھی دیکھ لیں گے کہ کون دیوانہ ہے۔ جب حق واضح ہوجائے گا اور پردہ اٹھ جائے گا اور وہ قیامت کا دن ہوگا۔ (فتح القدیر:5/327) (3) رب العزت نے فرمایا: ﴿سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ﴾ ''جلد ہی کل وہ جان لیں گے کہ کون بڑا جھوٹا اور خود پسند ہے؟'' (القمر:26)

﴿بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ﴾

''کہ تم میں سے کون فتنے میں ڈالا ہوا ہے؟'' (6)

سوال: ﴿بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ﴾ ''کہ تم میں سے کون فتنے میں ڈالا ہوا ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ﴾ ''کہ تم میں سے کون فتنے میں ڈالا ہوا ہے؟'' یعنی قیامت کے دن یہ معلوم ہوجائے گا کہ کون دیوانہ اور گمراہ تھا۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ تمہیں آسمانوں اور زمین سے رزق کون دیتا ہے؟ آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ اور بیشک ہم یا تم میں سے ایک ضرور ہدایت پر ہیں یا کھلی گمراہی میں ہیں۔'' (سبا:24)

﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۠ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾

''بلاشبہ تمہارا رب ہی زیادہ جاننے والا ہے اس کو جو اُس کے راستے سے بھٹک گیا اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو

بھی زیادہ جاننے والا ہے'' (7)

سوال:﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ ۖ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِيۡنَ﴾''بلاشبہ تمہارا رب ہی زیادہ جاننے والا ہے اس کو جو اُس کے راستے سے بھٹک گیا اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو بھی زیادہ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ﴾''بلاشبہ تمہارا رب ہی زیادہ جاننے والا ہے اس کو جو اُس کے راستے سے بھٹک گیا'' ضلال سے مراد دین اور عقیدے کے بارے میں گمراہ۔ (تفسیر منیر: 51/15)

(2) یعنی تیرا رب خوب جانتا ہے کہ کون حق کے راستے سے ہٹا ہوا ہے جس کا تیرے رب نے حکم دیا ہے۔ (تفسیر قاسمی: 254/16)

(3)﴿وَهُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِيۡنَ﴾''اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو بھی زیادہ جاننے والا ہے'' یعنی وہ خوب جانتا ہے کہ کون حق کی پیروی کرتا ہے اور اس کے راستے پر چلتا ہے۔ عنقریب وہ دونوں فریقوں کو جزا دے گا۔ (تفسیر قاسمی: 254/16)

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿ذٰلِكَ مَبۡلَغُهُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِمَنِ اهۡتَدٰى﴾''یہ اُن کے علم کی حد ہے، بلاشبہ آپ کا رب ہی خوب جانتا ہے کہ اُس کے راستے سے کون بھٹک گیا ہے اور وہی خوب جانتا ہے کہ راہِ راست پر کون ہے؟'' (النجم: 30)

(5)﴿اِنَّ الَّذِىۡ فَرَضَ عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ؕ قُلۡ رَّبِّىۡۤ اَعۡلَمُ مَنۡ جَآءَ بِالۡهُدٰى وَمَنۡ هُوَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ﴾''یقیناً جس نے آپ پر قرآن کو فرض کیا ہے وہ آپ کو ایک اچھے انجام تک ضرور واپس لانے والا ہے آپ کہہ دیں کہ میرا رب ہی زیادہ جاننے والا ہے کہ کون ہدایت لے کر آیا ہے اور کون واضح گمراہی میں ہے؟'' (القصص: 85)

(6) اس میں ہدایت پانے والے لوگوں کے لیے وعدہ اور گمراہوں کے لیے وعید ہے۔

(7) اللہ تعالیٰ ہدایت اسی کو دیتا ہے جو ہدایت کے قابل ہو اور باقیوں کو گمراہ کر دیتا ہے۔

﴿فَلَا تُطِعِ الۡمُكَذِّبِيۡنَ﴾

''چنانچہ آپ جھٹلانے والوں کا کہنا نہ مانیں'' (8)

سوال:﴿فَلَا تُطِعِ الۡمُكَذِّبِيۡنَ﴾''چنانچہ آپ جھٹلانے والوں کا کہنا نہ مانیں'' رب العزت نے جھوٹوں کی پیروی سے روکا ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَلَا تُطِعِ الۡمُكَذِّبِيۡنَ﴾''چنانچہ آپ جھٹلانے والوں کا کہنا نہ مانیں''﴿الۡمُكَذِّبِيۡنَ﴾ جھوٹے وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی آیات کو جھٹلاتے ہیں۔ (جامع البیان: 23/29)

(2) ''مکذبین'' سے مراد قریش ہیں جنہوں نے کسی وقت نبی ﷺ سے کہا تھا اگر آپ ﷺ ہمارے معبودوں کی عبادت کرو گے اور ان کی تعظیم کرو گے تو ہم آپ ﷺ کے معبود کی عبادت کریں گے اور اس کی تعظیم کریں گے۔ رب العزت نے فرمایا: ان جھٹلانے والوں کی اطاعت نہ کرنا۔ (3) ان جھٹلانے والوں کی اطاعت نہ کرنا کیونکہ وہ اس چیز کا حکم دیتے ہیں جو ان کی خواہشات کے مطابق ہوتی ہے۔

(4) کفار نے آپ سے یہ مطالبہ بھی کیا تھا کہ اگر آپ ﷺ ان کے دین کے بارے میں خاموش ہو جائیں تو وہ بھی آپ ﷺ کے دین کے بارے میں خاموش رہیں گے۔ اللہ رب العزت نے نبی ﷺ سے فرمایا: ان جھٹلانے والوں کی اطاعت نہ کرنا۔

﴿وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ﴾

''وہ چاہتے ہیں کاش آپ نرمی اختیار کریں تو وہ بھی نرم پڑ جائیں'' (9)

سوال: ﴿وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ﴾ ''وہ چاہتے ہیں کاش آپ نرمی اختیار کریں تو وہ بھی نرم پڑ جائیں'' مشرک موقع پرست ہیں چاہتے ہیں کہ نبی ﷺ ڈھیلے پڑ جائیں تو وہ بھی گل کھلائیں۔ رب العزت نے کیسے ان کی ذہنیت کی عکاسی کی ہے؟

جواب: (1) ﴿وَدُّوْا﴾ ''وہ چاہتے ہیں'' یعنی اے محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانے والے مشرکین یہ کہتے ہیں۔ ﴿لَوْ تُدْهِنُ﴾ ''کاش آپ نرمی اختیار کریں'' یعنی آپ ﷺ اپنے قول یا فعل سے ان کے موقف کی حمایت کریں۔

(2) ﴿فَيُدْهِنُوْنَ﴾ ''تو وہ بھی نرم پڑ جائیں'' وہ چاہتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کا انکار کرو تو وہ بھی کفر کریں۔ (جامع البیان: 23/29)

(3) مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ اگر آپ ﷺ ان کے معبودوں کی طرف جھک جائیں تو وہ بھی حق کے بارے میں آپ ﷺ کو چھوڑ دیں گے۔ جس کے بارے میں ابھی وہ آپ ﷺ سے سوال کرتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا (٧٤) اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا﴾ ''اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو بلاشبہ یقیناً قریب تھا کہ آپ بھی ان کی جانب تھوڑا سا جھک ہی جاتے۔ تب ہم آپ کو زندگی اور موت کے دوگنے عذاب کا مزہ چکھاتے، پھر آپ ہمارے خلاف اپنا کوئی مددگار بھی نہ پاتے۔'' (بنی اسرائیل: 74,75) (4) نبی ﷺ نے کھلم کھلا حق کو بیان کیا۔

﴿وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ﴾

''اور کسی ایسے شخص کا کہنا مت ماننا جو بہت قسمیں کھانے والا، ذلیل ہے'' (10)

سوال: ﴿وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ﴾ ''اور کسی ایسے شخص کا کہنا مت ماننا جو بہت قسمیں کھانے والا، ذلیل ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ﴾ ''اور کسی ایسے شخص کا کہنا مت ماننا جو بہت قسمیں کھانے والا، ذلیل ہے'' رب العزت

نے کافروں کی اطاعت سے روکنے کے بعد ان افراد کی اطاعت سے بھی روکا ہے جو شریر ہیں، جن میں کوئی خیر نہیں جیسے ولید بن مغیرہ۔ (ایسر التفاسیر:1663)

(2)﴿وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ﴾ ''اور کسی ایسے شخص کا کہنا مت ماننا جو بہت قسمیں کھانے والا'' ﴿حَلَّافٍ﴾ جو باطل پر بہت قسمیں کھانے والا ہو۔(3)﴿مَّهِينٍ﴾ ''ذلیل ہے'' یعنی حقیر۔

(4) کیونکہ اتنی زیادہ قسمیں کھانے والا جھوٹا ہی ہوسکتا ہے، اور آدمی جھوٹا نہیں ہوسکتا جب تک وہ، خسیس النفس اور نادانی سے تہی دست نہ ہو اور اسے بھلائی میں کوئی رغبت نہ ہو بلکہ اس کا ارادہ اس کے خسیس نفس کی شہوات پر مرتکز ہو۔(تفسیر سعدی:2819/3)

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ۔'' (البقرہ:224)

(6) جو انسان بات بات پر قسم کھاتا ہے۔ یا اسے قسمیں اٹھانے کی ضرورت پیش آتی ہے تو اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اس کو اپنی کسی بات پر نہ خود اعتماد ہوتا ہے اور نہ دوسروں کو اعتماد ہوتا ہے۔(تیسیر القرآن:501/4)

﴿هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِيمٍ﴾

''بہت طعنے دینے والا، چغلی میں بہت دوڑ دھوپ کرنے والا ہے'' (11)

سوال:﴿هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِيمٍ﴾ ''بہت طعنے دینے والا، چغلی میں بہت دوڑ دھوپ کرنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هَمَّازٍ﴾ ''بہت طعنے دینے والا'' یعنی غیبت کرنے والا، عیب لگانے والا، طعنہ دینے والا۔

(2) جو لوگوں کا نفرت سے ذکر کرتا ہے۔

(3) ایسا شخص کہ جب لوگوں کا اچھا تذکرہ کیا جا رہا ہو تو وہ ان کی عزتوں پر ہاتھ ڈالتا ہے۔

(4)﴿مَّشَّآءٍۢ بِنَمِيمٍ﴾ ''چغلی میں بہت دوڑ دھوپ کرنے والا ہے'' ادھر کی ادھر لگانے والا یعنی لوگوں کے درمیان چغل خوری کرتا پھرتا ہے۔ چغل خوری یہ ہے کہ لوگوں کے درمیان فساد ڈالنے اور عداوت اور بغض پیدا کرنے کی غرض سے ایک کی بات دوسرے تک پہنچائی جائے۔(تفسیر سعدی:2819/3)

(5) سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''چغل خور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' (بخاری:6056)

(6) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ مدینہ یا مکہ کے باغات میں سے کسی باغ کے پاس سے گزرے تو دو آدمیوں کی آواز سنی جنہیں ان کی قبروں میں عذاب کیا جا رہا تھا۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا: ''ان دونوں پر عذاب ہو رہا ہے اور (بظاہر) کسی بڑی بات پر عذاب نہیں کیا جا رہا۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں (بات یہ ہے کہ) ان میں سے ایک تو اپنے پیشاب (کے چھینٹوں) سے نہ بچتا تھا اور دوسرا چغلی کھایا کرتا تھا۔'' پھر آپ ﷺ نے ایک شاخ منگوائی اور اس کے دو ٹکڑے کیے اور ان دونوں میں سے ہر ایک کی قبر پر ایک ایک ٹکڑا

رکھ دیا، تو آپ ﷺ سے عرض کی گئی کہ یا رسول اللہ! یہ آپ ﷺ نے کیوں کیا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''امید ہے کہ جب تک یہ خشک نہ ہوجائیں، ان دونوں پر عذاب کم رہے گا۔'' (بخاری:216)

(7) سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمھیں تمھارے بہترین افراد کی نشان دہی نہ کروں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی، کیوں نہیں اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے بہترین وہ لوگ ہیں کہ جب انھیں دیکھا جائے تو اللہ یاد آجائے۔ کیا میں تمھیں تمھارے بدترین افراد کے بارے میں خبر نہ دوں؟'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی، کیوں نہیں! (ضرور دیں) آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے بدترین افراد وہ ہیں جو دوستوں میں فساد ڈلوانے والے ہوں، چغل خور ہوں اور پاک دامن لوگوں پر تہمت لگانے والے ہوں۔'' (مسند احمد:27670)

﴿مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ﴾

''بھلائی سے بہت روکنے والا، حد سے بڑھنے والا، سخت گناہ گار ہے'' (12)

سوال: ﴿مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ﴾ ''بھلائی سے بہت روکنے والا، حد سے بڑھنے والا، سخت گناہ گار ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ﴾ ''بھلائی سے بہت روکنے والا'' یعنی جو شدید بخل کی وجہ سے مال روکتا ہے۔ (ایسر التفاسیر:1663)

(2) بھلائی، یعنی نفقات واجبہ، کفارہ اور زکوۃ وغیرہ، جس کا قیام اس پر لازم تھا، سے منع کرنے والا ہے۔ (تفسیر سعدی:2819/3)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر کوئی سونے اور چاندی کا مالک اس میں سے اس کا حق (زکوۃ) ادا نہیں کرے گا، تو قیامت کے دن اس کے لیے آگ کے تختے بنائے جائیں گے، پھر دوزخ کی آگ سے انھیں خوب گرم کرکے اس کے پہلو، پیشانی اور پیٹھ پر داغ لگائے جائیں گے۔ جب وہ ٹھنڈے ہوجائیں گے تو دوبارہ گرم کرلیے جائیں گے (اور پھر داغ دیا جائے گا) اس روز جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہوگی، مسلسل یہ کام ہوتا رہے گا، بالآخر جب بندوں کا فیصلہ ہوجائے گا تو اسے یا تو جنت کا راستہ بتا دیا جائے گا یا دوزخ کا۔'' (مسلم:2290)

(4) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے گزرے: ''خوشخبری دے دو مال جمع کرنے والوں کو ایسے داغوں کی جو ان کی پشت پر لگائے جائیں گے تو ان کی پیشانیوں سے نکل آئیں گے'' ۔ (مسلم:2307)

(5) ﴿مُعْتَدٍ﴾ ''حد سے بڑھنے والا'' معتدوہ ہے جو اشیاء کی حدود سے تجاوز کرتا ہے۔ (المحرر الوجیز:347/5)

(6) مخلوق پر زیادتی کرنے والا، لوگوں کی جان و مال اور ان کی ناموس پر ظلم کرنے والا۔ (تفسیر سعدی:2819/3)

(7) ﴿اَثِيْمٍ﴾ ''سخت گناہ گار ہے'' جو جرائم اور گناہوں کا ارتکاب کرنے والا ہو۔

(8) جو لوگوں کو ان کی جانوں اور مالوں کے معاملے میں اذیت پہنچانے والا ہو۔

(9) جو اللہ تعالیٰ کے حقوق سے متعلق بہت زیادہ گناہوں کا ارتکاب کرنے والا ہو۔ (تفسیر سعدی:2819/3)

(10) رب العزت نے فرمایا: ﴿الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ (٢٦) قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ (٢٧) قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ (٢٨) مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (٢٩) يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ (٣٠) وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ (٣١) هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ (٣٢) مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ﴾ ”جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود بنایا، سوتم دونوں اُسے سخت عذاب میں ڈال دو۔ اُس کا ساتھی کہے گا: ”اے ہمارے رب! میں نے اُسے سرکش نہیں بنایا بلکہ خود ہی یہ دُور کی گمراہی میں پڑا ہوا تھا۔“ ارشاد ہوگا: ”میرے پاس جھگڑا نہ کرو اور میں نے تمہاری جانب ڈرانے کا پیغام پہلے بھیجا تھا۔ نہ میرے پاس بات بدلی جاتی ہے اور میں اپنے بندوں پر ہرگز ظلم ڈھانے والا نہیں ہوں۔“ جس دن ہم جہنم سے کہیں گے: ”کیا تو بھر گئی؟“ اور وہ کہے گی: ”کیا کچھ مزید ہے؟“ اور جنت پرہیزگاروں کے قریب لائی جائے گی، کچھ دُور نہیں رہے گی۔ یہ ہے وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، ہر اُس شخص کے لیے جو بہت رجوع کرنے والا، بڑی حفاظت کرنے والا ہو۔ جو بن دیکھے رحمان سے ڈر گیا اور رجوع کرنیوالا دل لایا۔“ (ق:26,33)

﴿عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ﴾

”سخت مزاج، اُکھڑ ہے، پھر اس کے بعد بے نسب بھی ہے“ (13)

سوال: ﴿عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ﴾ ”سخت مزاج، اُکھڑ ہے، پھر اس کے بعد بے نسب بھی ہے“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿عُتُلٍّ﴾ ”سخت مزاج“ جو شر میں شدید ہو۔ (جامع البیان:28/29)

(2) یعنی درشت خو، بدخلق اور سخت طبیعت رکھنے والا جو حق کے سامنے سرِ تسلیم خم نہیں کرتا۔ (تفسیر سعدی:2819/3)

(3) سیدنا حارثہ بن وہب خزاعی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ میں تمہیں بہشتی آدمی کے متعلق نہ بتا دوں؟ وہ دیکھنے میں کمزور ناتواں ہوتا ہے۔ (لیکن اللہ کے یہاں اس کا مرتبہ یہ ہے کہ) اگر کسی بات پر اللہ کی قسم کھا لے تو اللہ اسے ضرور پوری کر دیتا ہے اور کیا میں تمہیں دوزخ والوں کے متعلق نہ بتا دوں؟ ہر بدخو، بھاری جسم والا اور تکبر کرنے والا۔ (بخاری:4918)

(4) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”قیامت کے دن اللہ کے نزدیک مرتبہ کے لحاظ سے سب سے بدتر شخص وہ ہوگا جس کی برائی سے بچنے کے لیے لوگ اس سے ملنا چھوڑ دیں۔“ (بخاری:6032)

(5)﴿بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ﴾ ''اُکھڑ ہے، پھر اس کے بعد بے نسب بھی ہے'' یعنی مجہوم النسب جس کی کوئی اصل ہے نہ ایسا مادہ کہ جس سے کوئی بھلائی منتج ہوتی ہے بلکہ اس کے اخلاق بدترین اخلاق ہیں۔اس سے فلاح کی امید نہیں اور اس میں شر کی علامت ہے جس سے وہ پہچانا جاتا ہے۔(تفسیر سعدی:2819/3)

(6) اس پر آسمان روتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آسودگی اور دنیوی عزت دی اور وہ لوگوں پر مظالم ڈھاتا ہو، یہی وہ سرکش بدنام ہے۔

(7) رب العزت نے ہر اس شخص کی اطاعت سے روکا ہے جو بہت زیادہ قسمیں کھائے، جھوٹا، بدخلق، خود پسند، متکبر، غیبتیں اور چغلیاں کرنے والا اور طعنے دے کر لوگوں سے حقارت کے ساتھ پیش آنے والا ہو۔

﴿اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ﴾

''یہ کہ وہ مال والا اور بیٹوں والا ہے'' (14)

سوال: ﴿اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ﴾ ''یہ کہ وہ مال والا اور بیٹوں والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ﴾ ''یہ کہ وہ مال والا اور بیٹوں والا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے تو اسے مال اور اولاد سے نوازا اور بیٹے دیے۔اس نے نعمتوں کا حق ایسے ادا کیا کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا اور حق کے مقابلے میں تکبر کا رویہ اور حق کو پہلے لوگوں کی کہانیاں قرار دیتے ہوئے ٹھکرا دیا۔

(2) سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی کھیتی ہیں اور نیک اعمال آخرت کی کھیتی ہیں۔(تفسیر الماوردی:66/6)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا (١١) وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا (١٢) وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا (١٣) وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا (١٤) ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ (١٥) كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا (١٦) سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا (١٧) اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ (١٨) فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ (١٩) ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ (٢٠) ثُمَّ نَظَرَ (٢١) ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ (٢٢) ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ (٢٣) فَقَالَ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ (٢٤) اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ (٢٥)﴾ ''چھوڑ دو مجھے اور اُس کو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا۔اور میں نے اُسے لمبا چوڑا مال دیا ہے۔اور حاضر رہنے والے بیٹے دیے۔اور میں نے اس کے لیے سامان تیار کیا، ہر طرح سامان تیار کرنا۔پھر وہ طمع رکھتا ہے کہ میں اُسے اور زیادہ دوں۔ہرگز نہیں! یقیناً وہ ہماری آیات سے سخت دشمنی رکھنے والا ہے۔جلد ہی میں اُسے دشوار گزار گھاٹی پر چڑھاؤں گا۔اُس نے غور وفکر کیا اور بات بنائی۔پس ہلاک ہو! اُس نے کیسی بات بنائی؟ وہ پھر ہلاک ہو! اُس نے کیسی بات بنائی؟ پھر اُس نے دیکھا۔پھر تیوری چڑھائی اور برا منہ بنایا۔پھر اس نے پیٹھ پھیری اور تکبر کیا۔پھر کہا: ''یہ کچھ نہیں مگر ایک جادو ہے جو پہلے نقل کیا جاتا ہے۔یہ تو بس ایک انسان کا کلام ہے۔''
(المدثر:11،25)

﴿اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾

''جب ہماری آیات اُس پر پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے پہلوں کی کہانیاں ہیں'' (15)

سوال:﴿اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ﴾''جب ہماری آیات اُس پر پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے پہلوں کی کہانیاں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ﴾''جب ہماری آیات اُس پر پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے پہلوں کی کہانیاں ہیں''یعنی سرکش اور متکبر انسان پر آیات کا الٹا اثر ہوتا ہے۔وہ یہی کہتا ہے کہ یہ تو اگلے لوگوں کے قصے اور مکاری کی باتیں ہیں۔

﴿سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ﴾

''جلد ہی ہم اُس کی ناک پر داغ لگائیں گے'' (16)

سوال:﴿سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ﴾''جلد ہی ہم اُس کی ناک پر داغ لگائیں گے''بدنصیب شخص کو دنیا اور آخرت کی ذلت ملے گی اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ﴾''جلد ہی ہم اُس کی ناک پر داغ لگائیں گے''یعنی اسے انتہائی ذلیل کریں گے،کوئی ایسا نہیں ہوگا جو اس کی برائی کو نہ جانتا ہو۔(2)رب العزت عذاب میں اس کی ناک پر داغ لگائیں گے۔

(3)ہر شخص بدنامی کی وجہ سے اسے پہچان لے گا جس طرح ناک پر داغ لگوانے والے شخص کو لاکھوں میں سے بھی پہچان لیا جاتا ہے۔قیامت کے دن ان پر دوزخ کی مہر لگ جائے گی اور اس کا منہ کالا ہو جائے گا یعنی دنیا میں بھی ذلیل ہوگا،اس کی ناک کٹی ہوگی،اور آخرت میں بھی نشان زدہ مجرم ہوگا۔

﴿اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَاۤ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَیَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِیْنَ﴾

''یقیناً ہم نے اُنہیں بھی ویسے ہی آزمائش میں ڈالا ہے جیسے ہم نے باغ والوں کی آزمائش کی تھی،جب اُنہوں نے قسم کھائی کہ وہ صبح سویرے ہی اُس کا پھل ضرور توڑ لیں گے'' (17)

سوال:﴿اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَاۤ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَیَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِیْنَ﴾''یقیناً ہم نے اُنہیں بھی ویسے ہی آزمائش میں ڈالا ہے جیسے ہم نے باغ والوں کی آزمائش کی تھی،جب اُنہوں نے قسم کھائی کہ وہ صبح سویرے ہی اُس کا پھل ضرور توڑ لیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَاۤ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ﴾''یقیناً ہم نے اُنہیں بھی ویسے ہی آزمائش میں ڈالا ہے جیسے ہم نے باغ والوں کی آزمائش کی تھی''رب العزت نے فرمایا کہ ہم نے جھٹلانے والوں کو یعنی کفار قریش کو بھلائی کے ساتھ آزمایا یعنی انہیں نعمتیں دیں تاکہ وہ

شکرادا کریں لیکن انہوں نے شکرادانہیں کیا۔

(2) یعنی اے اہل قریش تمہاری مثال باغ والوں کی سی ہے۔ہم نے انہیں ان کی خواہشات نفس کے مطابق مال ودولت اور لمبی عمر عطا کی۔ یہ سب کچھ استدراج کے طور پر عطا کیا اور وہ نعمتوں کی وجہ سے دھوکے میں مبتلا ہوئے۔ان کی خودفریبی باغ والوں کی طرح تھی جو باغ کی ملکیت میں شریک تھے۔جب درختوں کے پھل لگ گئے اور انہیں یقین تھا کہ باغ کی فصل ان کے ہاتھ میں ہے تو ان کے شرکاء نے قسمیں کھائیں کہ وہ فصل کاٹیں گے۔انہیں یہ علم نہ تھا کہ عذاب ان سے آگے نکل کر باغ کو لے جائے گا۔تمہاری مثال بھی باغ والوں کی طرح ہے کہ ہم نے تمہارے اوپر مہربانی کی اور نبی ﷺ کو مبعوث فرمایا۔یہ عظیم نعمت تھی جس کو تم خوشی سے قبول کر لیتے مگر تم نے ٹھکرایا اور جھٹلایا اور ناشکری کر کے عذاب کے مستحق بن گئے۔

(3)﴿اِذْ اَقْسَمُوْا لَیَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِیْنَ﴾ ''جب اُنہوں نے قسم کھائی کہ وہ صبح سویرے ہی اُس کا پھل ضرور توڑ لیں گے'' جب باغ والوں نے قسمیں کھائیں کہ راتوں رات اس کے پھل اتار لیں گے تا کہ کسی فقیر کو خبر نہ ہو اور اسے پھل دینے نہ پڑ جائیں اور صحیح سالم پورے پھل قبضے میں آجائیں۔باغ والے اپنے گناہوں کی وجہ سے پھلوں سے محروم ہو گئے۔

﴿وَلَا یَسْتَثْنُوْنَ﴾

''وہ استثناء نہیں کر رہے تھے'' (18)

سوال:﴿وَلَا یَسْتَثْنُوْنَ﴾ ''وہ استثناء نہیں کر رہے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا یَسْتَثْنُوْنَ﴾ ''وہ استثناء نہیں کر رہے تھے'' یعنی انہوں نے قسمیں کھائیں اور ان شاء اللہ نہ کہا تو ان کی قسمیں لوٹیں۔

(2) ان شاء اللہ نہ کہنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال نہیں ہوتی، برکت اٹھ جاتی ہے اور انسان محروم ہونے والوں میں ہو جاتا ہے۔

﴿فَطَافَ عَلَیْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ﴾

''چنانچہ تیرے رب کی طرف سے ایک اچانک عذاب پھر گیا حالانکہ وہ سو رہے تھے'' (19)

سوال:﴿فَطَافَ عَلَیْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ﴾ ''چنانچہ تیرے رب کی طرف سے ایک اچانک عذاب پھر گیا حالانکہ وہ سو رہے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَطَافَ عَلَیْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ﴾ ''چنانچہ تیرے رب کی طرف سے ایک اچانک عذاب پھر گیا'' یعنی ایک آگ جو رات کے وقت باغ پر نازل ہوئی اور اسے جلا دیا۔

(2)﴿وَهُمْ نَآئِمُوْنَ﴾ ''حالانکہ وہ سو رہے تھے'' یعنی وہ محو خواب تھے اور عذاب نے باغ کو برباد کر دیا۔

(3) حدیث میں ہے کہ گناہ سے بچو۔ بعض گناہ ایسے ہیں جن کی بدولت انسان اس رزق سے محروم ہو جاتا ہے جو اس کے لئے تیار کیا گیا ہے پھر نبی ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی اور فرمایا: یہ لوگ اپنے گناہ کی بدولت اپنے باغ کی پیداوار سے محروم ہو گئے۔ (شوکانی) (اشرف الحواشی: 674/1)

﴿فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ﴾

''تو وہ باغ صبح کو کٹی ہوئی فصل کی مانند ہو گیا'' (20)

سوال: ﴿فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ﴾ ''تو وہ باغ صبح کو کٹی ہوئی فصل کی مانند ہو گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ﴾ ''تو وہ باغ صبح کو کٹی ہوئی فصل کی مانند ہو گیا'' یعنی باغ پر آسمانی عذاب اترا تو وہ سیاہ رات کی طرح یا سیاہ کٹی ہوئی کھیتی کی طرح خشک ہو کر رہ گیا۔ (2) انہیں اس مصیبت کے بارے میں کچھ علم نہ تھا۔

﴿فَتَنَادَوْا مُصْبِحِينَ﴾

''پھر صبح ہوتے ہی انہوں نے ایک دوسرے کو پکارا'' (21)

سوال: ﴿فَتَنَادَوْا مُصْبِحِينَ﴾ ''پھر صبح ہوتے ہی انہوں نے ایک دوسرے کو پکارا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿فَتَنَادَوْا مُصْبِحِينَ﴾ ''پھر صبح ہوتے ہی انہوں نے ایک دوسرے کو پکارا'' جب صبح ہوئی تو انہوں نے ایک دوسرے کو پکارا کہ اگر پھل اتارنے کا ارادہ ہے تو منہ اندھیرے اتار لاؤ۔

﴿أَنِ اغْدُوا عَلَىٰ حَرْثِكُمْ إِن كُنتُمْ صَارِمِينَ﴾

''یہ کہ صبح صبح اپنی کھیتی پر پہنچو، اگر تم پھل توڑنے والے ہو'' (22)

سوال: ﴿أَنِ اغْدُوا عَلَىٰ حَرْثِكُمْ إِن كُنتُمْ صَارِمِينَ﴾ ''یہ کہ صبح صبح اپنی کھیتی پر پہنچو، اگر تم پھل توڑنے والے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿أَنِ اغْدُوا عَلَىٰ حَرْثِكُمْ إِن كُنتُمْ صَارِمِينَ﴾ ''یہ کہ صبح صبح اپنی کھیتی پر پہنچو، اگر تم پھل توڑنے والے ہو'' یعنی اگر تمہیں پھل چاہئیں تو صبح سویرے باغ کا ارادہ کر کے وہاں جا پہنچو۔

﴿فَانطَلَقُوا وَهُمْ يَتَخَافَتُونَ﴾

''چنانچہ وہ چل پڑے اور آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے جاتے تھے'' (23)

سوال: ﴿فَانطَلَقُوا وَهُمْ يَتَخَافَتُونَ﴾ ''چنانچہ وہ چل پڑے اور آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے جاتے تھے'' کی وضاحت

کریں؟

جواب: (1)﴿فَانْطَلَقُوْا﴾ ''چنانچہ وہ چل پڑے''یعنی وہ باغ کا ارادہ کر کے چل پڑے۔

(2)﴿وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ﴾ ''اور آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے جاتے تھے'' وہ چپکے چپکے باتیں کر رہے تھے کہ ان کی باتیں سنائی بھی نہیں دے رہی تھیں۔

(3) اور ان کی حالت یہ تھی کہ وہ آپس میں چپکے چپکے اللہ تعالیٰ کے حق سے ایک دوسرے کو روکتے جا رہے تھے اور کہہ رہے تھے: ﴿اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ﴾ ''کہ آج کوئی مسکین تمہارے پاس (باغ میں) ہرگز داخل نہ ہونے پائے۔ (تفسیر سعدی: 2821/3)

﴿اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ﴾

''کہ آج کوئی مسکین تمہارے پاس (باغ میں) ہرگز داخل نہ ہونے پائے'' (24)

سوال: ﴿اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ﴾ ''کہ آج کوئی مسکین تمہارے پاس (باغ میں) ہرگز داخل نہ ہونے پائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ﴾ ''کہ آج کوئی مسکین تمہارے پاس (باغ میں) ہرگز داخل نہ ہونے پائے'' یعنی لوگوں کے نکلنے سے پہلے گھروں سے نکلو اور ایک دوسرے کو فقراء اور مساکین کو محروم کرنے کے لیے تلقین کرتے جا رہے تھے۔

﴿وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ﴾

''اور صبح صبح وہ نکلے (اس خیال میں) کہ وہ مسکین کو روکنے پر قادر تھے'' (25)

سوال: ﴿وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ﴾ ''اور صبح صبح وہ نکلے (اس خیال میں) کہ وہ مسکین کو روکنے پر قادر تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ﴾ ''اور صبح صبح وہ نکلے (اس خیال میں) کہ وہ مسکین کو روکنے پر قادر تھے'' یعنی جس بات پر ان کا اتفاق تھا اور جس کو انہوں نے دل میں چھپایا اور جس کو سرگوشیوں میں ایک دوسرے تک پہنچایا وہ یہ گمان تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حق کو روکنے پر قدرت رکھتے ہیں اور یہ کہ وہ باغ پر بھی پوری طرح قادر ہیں۔

(2) وہ پوری قوت سے دوڑ کر باغ کی طرف گئے۔ وہ فقراء پر ناراض تھے اور انہیں یقین تھا کہ وہ پھل توڑ کر گھر لے آئیں گے۔

﴿فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ﴾

''مگر جب اُنہوں نے اس باغ کو دیکھا تو کہا: ''یقیناً ہم ضرور راستہ بھولے ہوئے ہیں'' (26)

سوال:﴿فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ﴾ ''مگر جب اُنہوں نے اس باغ کو دیکھا تو کہا: ''یقیناً ہم ضرور راستہ بھولے ہوئے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ﴾ ''مگر جب اُنہوں نے اس باغ کو دیکھا تو کہا: ''یقیناً ہم ضرور راستہ بھولے ہوئے ہیں'' جب انہوں نے باغ دیکھا تو سناٹے میں آ گئے کہنے لگے کہیں اندھیرے میں راستہ تو نہیں بھول گئے، ہم کسی اور کے باغ میں تو نہیں آ گئے؟ (2) انہوں نے کہا: یہ تو جلا ہوا باغ ہے اور ہمارا باغ تو ہرا بھرا تھا۔ جب انہوں نے غور کیا تو انہیں یقین آ گیا کہ انہیں کا باغ ہے۔

﴿بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ﴾

''بلکہ ہم محروم ہیں'' (27)

سوال:﴿بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ﴾ ''بلکہ ہم محروم ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ﴾ ''بلکہ ہم محروم ہیں'' باغ والے کہنے لگے کہ ہماری قسمت خراب ہے۔ ہم تو محروم رہ گئے، ہماری ساری محنت رائیگاں گئی، باغ تو ہمارا تھا مگر پھلوں میں ہمارا حصہ نہ تھا۔(2) اس وقت وہ پہچان گئے کہ ہم باغ سے محروم ہو گئے ہیں۔

﴿قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ﴾

''اُن میں سے بہتر آدمی نے کہا: ''کیا میں تمہیں کہتا نہ تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے؟'' (28)

سوال:﴿قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ﴾ ''اُن میں سے بہتر آدمی نے کہا: ''کیا میں تمہیں کہتا نہ تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ﴾ ''اُن میں سے بہتر آدمی نے کہا: ''کیا میں تمہیں کہتا نہ تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے؟'' ان میں سے بھلے آدمی نے کہا جو انصاف پسند تھا کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کی تسبیح نہیں کرتے؟ تم قسمیں کھا رہے تھے اور تم ان شاء اللہ نہیں کہہ رہے تھے۔

(2) اگر تم ان شاء اللہ کہتے تو تمہارے ساتھ وہ سلوک نہ ہوتا جو اب ہوا ہے۔

﴿قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ﴾

''اُنہوں نے کہا: ''پاک ہے ہمارا رب! بلاشبہ ہم ہی ظالم تھے'' (29)

سوال:﴿قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ﴾ ''اُنہوں نے کہا: ''پاک ہے ہمارا رب! بلاشبہ ہم ہی ظالم تھے'' کی وضاحت

کریں؟

جواب: (1)﴿قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ﴾ ''اُنہوں نے کہا: ''پاک ہے ہمارا رب! بلاشبہ ہم ہی ظالم تھے'' اب وہ کہنے لگے ﴿سُبْحٰنَ رَبِّنَآ﴾ ' ہمارا رب پاک ہے'' ہم ہی ظالم ہیں۔ اب اُنہیں فرماں برداری کی سوجھی، انہوں نے اپنی کوتاہی کو سمجھ لیا۔ مگر ان سے عذاب نہیں ہٹایا جاسکتا۔ (2) یہ ممکن ہے کہ ان کی تسبیح، اپنے اوپر ظلم کرنے کا اقرار، گناہوں کو ہلکا کروادے۔ اس لیے وہ نادم ہوئے۔

﴿فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ﴾

''پھر وہ ایک دوسرے پر متوجہ ہوکر آپس میں ملامت کرنے لگے'' (30)

سوال: ﴿فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ﴾ ''پھر وہ ایک دوسرے پر متوجہ ہوکر آپس میں ملامت کرنے لگے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ﴾ ''پھر وہ ایک دوسرے پر متوجہ ہوکر آپس میں ملامت کرنے لگے'' وہ ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے کہ ذرا سے لالچ سے محتاجوں کا حق مارنا چاہا۔ اس وقت سب نے اقرار کیا کہ ہم سے بڑی غلطی ہوگئی۔

﴿قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ﴾

''اُنہوں نے کہا: ہائے ہماری بربادی یقینا ہم حد سے بڑھے ہوئے تھے'' (31)

سوال: ﴿قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ﴾ ''اُنہوں نے کہا: ہائے ہماری بربادی یقینا ہم حد سے بڑھے ہوئے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ﴾ ''اُنہوں نے کہا: ہائے ہماری بربادی یقینا ہم حد سے بڑھے ہوئے تھے'' وہ کہنے لگے کہ ہم نے بڑا ظلم کیا ہم مسکینوں کا حق مارنا چاہتے تھے۔ ہمیں ہماری بدنیتی کی سزا مل گئی۔ ہم نے فقیروں کے منہ کا نوالا بھی چھین لیا۔ ہم تو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حق میں حد سے بڑھنے والے تھے۔

﴿عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ﴾

''اُمید ہے ہمارا رب ہمیں اس کے بدلے میں اس سے بہتر باغ دے گا، یقینا ہم اپنے رب ہی کی طرف راغب ہونے والے ہیں'' (32)

سوال: ﴿عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ﴾ ''اُمید ہے ہمارا رب ہمیں اس کے بدلے میں اس سے

بہتر باغ دے گا، یقیناً ہم اپنے رب ہی کی طرف راغب ہونے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ یُّبْدِلَنَا خَیْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ﴾ ''اُمید ہے ہمارا رب ہمیں اس کے بدلے میں اس سے بہتر باغ دے گا، یقیناً ہم اپنے رب ہی کی طرف راغب ہونے والے ہیں'' انہوں نے کہا شاید ہمارا رب ہمیں اس کا بہتر بدلہ عطا فرمائے یعنی دنیا میں بھی یا ہماری آخرت بہتر بنا دے۔

(2) انہوں نے اس امید کا اظہار کیا کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس سے بہتر عطا کرے گا اور انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف راغب ہوں گے اور اس دنیا میں اس کے سامنے اصرار کے ساتھ التجائیں کرتے رہیں گے۔ پس اگر وہ ایسے ہی تھے جیسے وہ کہتے تھے تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ان کے حال کو بدل دیا ہوگا کیونکہ جو کوئی صدق دل سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے، اس کی طرف راغب ہوتا ہے اور اس کے ساتھ امید وابستہ کرتا ہے تو وہ جو کچھ اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے وہ اسے عطا کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2822/3)

﴿كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ﴾

''اسی طرح عذاب آتا ہے اور یقیناً آخرت کا عذاب اس سے بھی بڑا ہے کاش وہ جانتے ہوتے'' (33)

سوال: ﴿كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ﴾ ''اسی طرح عذاب آتا ہے اور یقیناً آخرت کا عذاب اس سے بھی بڑا ہے کاش وہ جانتے ہوتے'' ناشکری کا وبال بہت بڑا ہے، اس آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿كَذٰلِكَ الْعَذَابُ﴾ ''اسی طرح عذاب آتا ہے'' یعنی جو لوگ رسولوں کی مخالفت کرتے ہیں، حق کا انکار کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔

(2) ان نافرمانوں، ناشکرے لوگوں اور بخیلوں پر جو ضرورت مندوں کا حق مارتے ہیں اسی قسم کی تکلیفیں آتی رہیں گی اور آخرت کا عذاب بڑا تکلیف دہ ہے۔

(3) اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو کچھ وقوع پذیر ہوا، اسے بیان کرتے ہوئے فرمایا: یعنی اس شخص کے لیے اسی طرح دنیاوی عذاب ہے جو عذاب کے اسباب کو اختیار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے وہ چیز سلب کرلے جس کی بنیاد پر اس نے سرکشی اور بغاوت کا رویہ اپنایا اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی، نیز یہ کہ وہ اس سے وہ چیز زائل کردے جس کا وہ سب سے زیادہ ضرورت مند ہے۔ (تفسیر سعدی: 2822/3)

(4)﴿وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور یقیناً آخرت کا عذاب اس سے بھی بڑا ہے کاش وہ جانتے ہوتے۔'' یعنی جو اس حقیقت کو جانتا ہے کہ آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے تو اس کا علم ایسے سبب سے روکتا ہے جو اجر و ثواب سے محروم کردے اور عذاب کو واجب کردے۔

رکوع نمبر 4

﴿اِنَّ لِلۡمُتَّقِیۡنَ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ جَنّٰتِ النَّعِیۡمِ﴾

''یقیناً اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے اُن کے رب کے پاس نعمتوں والی جنتیں ہیں'' (34)

سوال: ﴿اِنَّ لِلۡمُتَّقِیۡنَ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ جَنّٰتِ النَّعِیۡمِ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے اُن کے رب کے پاس نعمتوں والی جنتیں ہیں'' تقویٰ یعنی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے ثواب کی امید رکھنے اور عذاب کے خوف سے نافرمانی سے رکنے پر سدا بہار باغوں کی بشارت دی ہے، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ لِلۡمُتَّقِیۡنَ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ جَنّٰتِ النَّعِیۡمِ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے اُن کے رب کے پاس نعمتوں والی جنتیں ہیں'' رب العزت نے دنیا کے باغ کا تذکرہ کیا اور یہ بتایا کہ ان کی ناشکری اور بخیلی انہیں کہاں تک پہنچا گئی۔ ساتھ ہی یہاں پر حق پر چلنے والوں کے بارے میں وضاحت فرمائی کہ انہیں آخرت میں سدا بہار باغ ملیں گے۔

(2) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ مومن پر کسی ایک نیکی کے معاملہ میں بھی ظلم نہیں کرے گا دنیا میں بھی اسے اس کا اجر دے گا اور آخرت میں بھی اس کا اجر دے گا اور رہا کافر تو جو نیک عمل اس نے اللہ تعالیٰ کے لیے کیے ہوں گے ان کا پورا صلہ اسے دنیا ہی میں مل جائے گا۔ پھر جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوگی کہ جس کا اسے بدلہ دیا جائے۔'' (مسلم:7089)

(3) ﴿اِنَّ الۡمُتَّقِیۡنَ فِیۡ جَنّٰتٍ وَّعُیُوۡنٍ (۱۵) اٰخِذِیۡنَ مَاۤ اٰتٰهُمۡ رَبُّهُمۡ ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَبۡلَ ذٰلِكَ مُحۡسِنِیۡنَ (۱۶)﴾ ''یقیناً پرہیزگار باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ لینے والے ہیں جو کچھ اُن کا رب اُنہیں دے گا، یقیناً وہ اس سے پہلے ہی نیکی کرنے والے تھے۔''

(الذریات:15,16)

(4) ﴿اِنَّ لِلۡمُتَّقِیۡنَ مَفَازًا (۳۱) حَدَآئِقَ وَاَعۡنَابًا (۳۲) وَّكَوَاعِبَ اَتۡرَابًا (۳۳) وَّكَاۡسًا دِهَاقًا (۳۴) لَا یَسۡمَعُوۡنَ فِیۡهَا لَغۡوًا وَّلَا كِذّٰبًا (۳۵)﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ سے ڈر جانے والوں کے لیے کامیابی کا ایک مقام ہے۔ باغات اور انگور ہیں۔ اور نوخیز ہم عمر لڑکیاں ہیں۔ اور چھلکتے ہوئے جام اُس میں نہ وہ کوئی لغو سنیں گے اور نہ کوئی جھوٹ۔'' (النبا:31,35)

﴿اَفَنَجۡعَلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ كَالۡمُجۡرِمِیۡنَ﴾

''تو کیا ہم فرماں برداروں کو مجرموں کی طرح کر دیں گے؟'' (35)

سوال: ﴿اَفَنَجۡعَلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ كَالۡمُجۡرِمِیۡنَ﴾ ''تو کیا ہم فرماں برداروں کو مجرموں کی طرح کر دیں گے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ﴾ ''تو کیا ہم فرماں برداروں کو مجرموں کی طرح کردیں گے؟'' اللہ رب العزت نے فرمایا: اے لوگو! کیا میں آخرت کے اعزاز اور ان نعمتوں میں ان لوگوں نے جنہوں نے دل کے پورے جھکاؤ کے ساتھ اطاعت کی اور میرے اوامر ونواہی کے سامنے جھک گئے اور وہ لوگ جنہوں نے گناہ کمائے اور نافرمانیوں پر تلے رہے اور میرے اوامر ونواہی کی مخالفت کی ان کو ایک برابر کردوں؟ ہرگز نہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ کی حکمت تقاضا نہیں کرتی کہ فرماں بردار اور مجرم جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والوں کے ساتھ جنگ کی، ان کو برابر کردیں۔

(3) انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ اطاعت کرنے والوں کو سدا بہار جنتیں دی جائیں جن کی بہاریں کبھی فنا نہیں ہوں گی اور نافرمانوں کو جہنم رسید کردیا جائے۔

﴿مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ﴾

''تمہیں کیا ہے، تم کیسے فیصلہ کرتے ہو؟'' (36)

سوال: ﴿مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ﴾ ''تمہیں کیا ہے، تم کیسے فیصلہ کرتے ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ﴾ ''تمہیں کیا ہے، تم کیسے فیصلہ کرتے ہو؟'' یعنی تم کیسے یہ حکم صادر کرتے ہو؟ تمہاری کیا حجت اور کیا دلیل ہے؟ (2) فرمانبرداروں اور مجرموں کو برابر قرار نہ دو، اللہ کے نزدیک وہ برابر نہیں ہیں۔

(3) فرماں بردار کے لیے ہمیشہ کا اعزاز ہے اور نافرمان کے لیے ہمیشہ کی رسوائی ہے۔ (جامع البیان: 39/29)

(4) جو کوئی یہ رائے دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو اجر میں برابر کردے گا اس نے برا فیصلہ کیا ہے، اس کی رائے باطل ہے۔

﴿أَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ﴾

''یا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم پڑھتے ہو؟'' (37)

سوال: ﴿أَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ﴾ ''یا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم پڑھتے ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿أَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ﴾ ''یا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم پڑھتے ہو؟'' یعنی کیا تمہارے پاس کسی الہامی کتاب کی سند ہے جسے تم پڑھتے اور اس کی تلاوت کرتے ہو۔

(2) یعنی کیا تم ایسی کتاب پاتے ہو جس میں نافرمان اور فرمان بردار برابر ہو جائیں۔ (قرطبی: 184/9)

﴿إِنَّ لَكُمْ فِيهِ لَمَا تَخَيَّرُونَ﴾

''کہ بلاشبہ تمہارے لیے اُس میں وہی ہوگا جو تم پسند کرتے ہو'' (38)

سوال:﴿اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ﴾ ''کہ بلاشبہ تمہارے لیے اُس میں وہی ہوگا جو تم پسند کرتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ﴾ ''کہ بلاشبہ تمہارے لیے اُس میں وہی ہوگا جو تم پسند کرتے ہو'' یعنی کیا تم اس کتاب میں وہ پاتے ہو جو تم چاہتے ہو تو اس کا جواب نفی میں ہے۔

(2) تمہیں جو کتاب ملی ہے وہ بزرگوں سے ملی ہے جس میں تمہارے خیالات کے مطابق من مانی باتیں ہیں۔

﴿اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ﴾

''یا تمہارے لیے ہمارے ذمے کوئی عہد ہیں، جو قیامت کے دن تک پہنچنے والے ہیں کہ تمہارے لیے یقیناً وہی ہوگا جس کا تم فیصلہ کرو گے'' (39)

سوال:﴿اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ﴾ ''یا تمہارے لیے ہمارے ذمے کوئی عہد ہیں، جو قیامت کے دن تک پہنچنے والے ہیں کہ تمہارے لیے یقیناً وہی ہوگا جس کا تم فیصلہ کرو گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ ''یا تمہارے لیے ہمارے ذمے کوئی عہد ہیں، جو قیامت کے دن تک پہنچنے والے ہیں'' یعنی کیا ہم نے تم سے پختہ عہد لے رکھا ہے کہ معاملات تمہارے گمان کے مطابق ہی پیش آئیں گے؟

(2) اللہ تعالیٰ کے ہاں قیامت تک ان کے لیے اس بات کا کوئی عہد ہے نہ حلف کہ ان کے لیے وہ سب کچھ ہو جس کا وہ فیصلہ کریں اور جو کچھ وہ طلب کرتے ہیں، اس کے حصول میں ان کے کوئی شریک اور معاون بھی نہیں ہیں۔ اگر ان کے شرکاء اور معاون و مددگار ہیں تو ان کو لائیں اگر وہ سچے ہیں۔ یہ بات معلوم ہے کہ یہ سب کچھ بہت بعید ہے، ان کے پاس کوئی کتاب ہے نہ نجات کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے لیے کوئی عہد ہے اور نہ ان کے شریک ہیں جو ان کی مدد کریں، پس معلوم ہوا کہ ان کا دعویٰ باطل اور فاسد ہے۔ (تفسیر سعدی:2823/3)

(3)﴿اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ﴾ ''کہ تمہارے لیے یقیناً وہی ہوگا جس کا تم فیصلہ کرو گے'' یعنی جو تمہارے نفس تمہارے لئے چاہیں گے ہم تمہیں وہ عطا کر دیں گے۔

﴿سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ﴾

''ان سے پوچھیے کہ اُن میں سے کون اس کا ضامن ہے؟'' (40)

سوال:﴿سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ﴾ ''ان سے پوچھیے کہ اُن میں سے کون اس کا ضامن ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ﴾ ''ان سے پوچھیے کہ اُن میں سے کون اس کا ضامن ہے؟'' آپ ﷺ ان سے پوچھیں کون

اس بات کا ذمہ دار ہے جس کا باطل ہونا واضح ہے کہ ان کے لیے جنت ہے جبکہ رب العزت نے ان کے لئے جہنم مقرر کر رکھی ہے۔

﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ ۚ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ﴾

''یا اُن کے کچھ شریک ہیں تو وہ اپنے شریکوں کو لے آئیں اگر سچے ہیں'' (41)

سوال: ﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ ۚ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ﴾ ''یا اُن کے کچھ شریک ہیں تو وہ اپنے شریکوں کو لے آئیں اگر سچے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ ۚ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ﴾ ''یا اُن کے کچھ شریک ہیں تو وہ اپنے شریکوں کو لے آئیں اگر سچے ہیں'' یعنی کیا ان کے لئے شرکاء ہیں جو ان کی موافقت کریں کہ وہ ان کی کفالت کریں گے تو وہ انہیں لے آئیں گے اگر اس بارے میں سچے ہیں۔ (2) یعنی جھوٹے شریکوں سے ہی کہلوادیں کہ ہم جنت دلوادیں گے اور اگر وہ کہیں تو ان کا دعویٰ بھی باطل ہے۔

﴿يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ﴾

'' جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی اور وہ سجدوں کے لیے بلائے جائیں گے تو وہ استطاعت نہیں رکھیں گے'' (42)

سوال: ﴿يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ﴾ ''جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی اور وہ سجدوں کے لیے بلائے جائیں گے تو وہ استطاعت نہیں رکھیں گے'' کشف ساق کی تفسیر اس آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ﴾ ''جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی'' یعنی جب قیامت کا دن ہوگا اور ایسے ایسے زلزلے اور ہولناکیاں ظاہر ہوں گی جو وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتیں، باری تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلے کرنے اور ان کو جزا وسزا دینے کے لیے تشریف لائے گا۔ پس وہ اپنی مکرم پنڈلی کو ظاہر کرے گا جس سے کوئی چیز مشابہت نہیں رکھتی، لوگ اللہ تعالیٰ کا جلال وعظمت دیکھیں گے جس کی تعبیر ممکن نہیں۔ (تفسیر سعدی: 2824/3)

(2) اللہ تعالیٰ کی پنڈلی ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہے اس لیے ہم بلا کیف اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ (تفسیر ترجمان القرآن: 515/3)

(3) یعنی نیک لوگوں کو سدا بہار جنتیں اس دن دی جائیں گی جب پنڈلی کھول دی جائے گی۔

(4) ﴿وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ﴾ ''اور وہ سجدوں کے لیے بلائے جائیں گے تو وہ استطاعت نہیں رکھیں گے۔'' اس دن ان کے امتحان کے طور پر انہیں سجدے کے لئے بلایا جائے گا کہ ان میں سے کون ایمان اور اخلاص کے ساتھ سجدے کرتا ہے اور وہ کون ہے جو نفاق اور ریاکاری کے لئے سجدے کرتا ہے تو وہ سجدہ نہ کرسکیں گے ان کی پیٹھ تختے کی طرح ہوجائے گی۔

(5) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ ہمارا رب قیامت کے دن اپنی پنڈلی

کھولے گا اس وقت ہر مومن اور ہر مومنہ عورت اس کے لئے سجدہ میں گر پڑیں گے، صرف وہ باقی رہ جائیں گے جو دنیا میں دکھاوے اور ناموری کے لئے سجدہ کرتے تھے۔ جب وہ سجدہ کرنا چاہیں گے تو ان کی پیٹھ تختہ ہوجائے گی اور وہ سجدہ کے لئے نہ مڑسکیں گے۔ (صحیح بخاری:4919)

﴿خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سَالِمُونَ﴾

''اُن کی نگاہیں جھکی ہوں گی، ذلت اُن پر چھارہی ہوگی، حالانکہ بلاشبہ انہیں سجدوں کے لئے بلایا جاتا تھا جب کہ وہ صحیح سالم تھے'' (43)

سوال: ﴿خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سَالِمُونَ﴾ ''اُن کی نگاہیں جھکی ہوں گی، ذلت اُن پر چھارہی ہوگی، حالانکہ بلاشبہ انہیں سجدوں کے لئے بلایا جاتا تھا جب کہ وہ صحیح سالم تھے'' نماز نہ پڑھنے پر رب العزت نے وعید دی ہے، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ﴾ ''اُن کی نگاہیں جھکی ہوں گی'' دنیا میں نماز نہ پڑھنے والے مغرور لوگوں کی نگاہیں خوف کی شدت کی وجہ سے جھکی ہوئی ہوں گی۔

(2) ﴿تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ﴾ ''ذلت اُن پر چھارہی ہوگی'' ذلت ان کو ڈھانپ لے گی اور وہ شدید حسرت وندامت میں ہوں گے۔

(3) ﴿وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سَالِمُونَ﴾ ''حالانکہ بلاشبہ انہیں سجدوں کے لئے بلایا جاتا تھا جب کہ وہ صحیح سالم تھے'' یعنی دنیا میں انہیں نماز کے لئے بلایا جاتا تھا جب کہ وہ صحیح سالم تھے۔ وہ تکبر کی وجہ سے سجدہ نہیں کرتے تھے۔ وہ نمازوں سے جی چراتے تھے۔ قیامت کے دن انہیں سجدہ نصیب نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ ان پر سخت ناراض ہوگا اور ان کے سارے اسباب کٹ جائیں گے اس دن ندامت اور عذر کام نہیں آئیں گے۔

﴿فَذَرْنِي وَمَنْ يُكَذِّبُ بِهَٰذَا الْحَدِيثِ ۖ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ﴾

''چنانچہ مجھے اور اس کو چھوڑ دو جو اس کلام کو جھٹلاتا ہے، ہم ضرور انہیں آہستہ آہستہ لے جائیں گے جہاں سے وہ نہیں جانیں گے'' (44)

سوال: ﴿فَذَرْنِي وَمَنْ يُكَذِّبُ بِهَٰذَا الْحَدِيثِ ۖ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ﴾ ''چنانچہ مجھے اور اس کو چھوڑ دو جو اس کلام کو جھٹلاتا ہے، ہم ضرور انہیں آہستہ آہستہ لے جائیں گے جہاں سے وہ نہیں جانیں گے'' قرآن وحدیث کی مخالفت کرنے والوں کے لیے استدراج ہے، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَذَرْنِي وَمَنْ يُكَذِّبُ بِهَٰذَا الْحَدِيثِ﴾ ''چنانچہ مجھے اور اس کو چھوڑ دو جو اس کلام کو جھٹلاتا ہے'' اس آیت میں قرآن وحدیث کی مخالفت کرنے والوں کے لیے بڑی وعید ہے کہ آپ انہیں مجھ پر چھوڑ دیں میں خود ان سے نمٹ لوں گا۔

(2)﴿سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''ہم ضرور انہیں آہستہ آہستہ لے جائیں گے جہاں سے وہ نہیں جانیں گے'' آپ تو دیکھتے ہیں کہ میں کس طرح آہستہ آہستہ انہیں پکڑتا ہوں ان کی روز بروز سرکشی اور فرعون سامانی بڑھتی رہے گی اور میری مہلت کی مصلحت سے قطعی غافل رہیں گے۔ آخر ایک دن پاپ کا یہ گھڑا ٹوٹے گا اور ان کا بھانڈا پھوٹے گا۔ میں دفعتاً انہیں پکڑ لوں گا۔ جب گناہ پر گناہ کرنے کے باوجود انہیں ڈھیل ملے گی اور عیش و آرام اور مال و دولت میں برکتیں دیکھیں گے تو سمجھیں گے کہ ہمارے عقیدے اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہماری عزت ہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ (۵۵) نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اُنہیں مال اور بیٹوں سے مدد دے رہے ہیں؟ ہم اُنہیں بھلائیاں دینے میں سرگرمِ عمل ہیں؟ بلکہ وہ سمجھتے نہیں۔'' (المومنون:55,56)

(4) ﴿فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ۭ حَتّٰٓي اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ﴾ ''سو جب اُنہوں نے اُس نصیحت کو بھلا دیا جو اُنہیں کی گئی تھی تو ہم نے اُن پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے حتیٰ کہ جب وہ خود ان پر اترانے لگے جو وہ دیے گئے تو ہم نے اچانک اُن کو پکڑ لیا تو اچانک وہ مایوس تھے۔'' (الانعام:44)

(5) اپنے دشمنوں کے خلاف اللہ تعالیٰ کی چال بڑی مضبوط ہے۔

﴿وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۭ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ﴾

''اور میں اُن کو مہلت دوں گا، یقیناً میری خفیہ تدبیر بہت مضبوط ہے'' (45)

سوال: ﴿وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۭ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ﴾ ''اور میں اُن کو مہلت دوں گا، یقیناً میری خفیہ تدبیر بہت مضبوط ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاُمْلِيْ لَهُمْ﴾ ''اور میں اُن کو مہلت دوں گا'' یعنی ہم نے انہیں مہلت دے رکھی ہے۔ انہیں مال اور اولاد میں برکتیں دی ہیں۔ انہیں عیش و آرام میں وسعت دی ہے جس سے ان کے دماغ خراب ہو گئے ہیں، اور وہ اکڑ گئے ہیں۔

(2) ﴿اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ﴾ ''یقیناً میری خفیہ تدبیر بہت مضبوط ہے'' یہ ایک تدبیر ہے۔ سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ظالم کو چند روز دنیا میں مہلت دیتا رہتا ہے لیکن جب پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔ راوی نے بیان کیا پھر آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت کی ''اور تیرے پروردگار کی پکڑ اسی طرح ہے جب وہ بستی والوں کو پکڑتا ہے جو (اپنے اوپر) ظلم کرتے رہتے ہیں بیشک اس کی پکڑ بڑی تکلیف دینے والی اور بڑی ہی سخت ہے۔'' (بخاری:4686)

(3) کید کا معنی کسی کام کو سرانجام دینے کے لیے خفیہ تدبیر کرنا۔ داؤ یا چال چلنا اور کید ساحر کے معنی جادوگر کے ہتھکنڈے۔ ایسی

تدبیر کا مقصد اگر درست اور نیک ہو تو یہ جائز ہے اور اگر برا ہو تو یہ مذموم ہے۔(تیسیر القرآن:4/506)

(4) یعنی اللہ تعالیٰ کی چال بڑی مضبوط ہے جو ان کو نقصان پہنچانے کے لئے کارگر ہے۔

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِیَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ﴾ ''اور آپ کے رب کی پکڑ اسی طرح ہوتی ہے جب وہ کسی ظلم کرنے والی بستی کو پکڑتا ہے، بلاشبہ اس کی پکڑ بہت دردناک، بڑی سخت ہوتی ہے۔'' (ہود:102)

(6) زمخشری نے کہا: صحت، رزق اور لمبی عمر اللہ تعالیٰ کا احسان اور اس کا فضل ہے جو شکر اور اطاعت کو واجب کرتا ہے۔ لیکن یہی ان کے اپنے اختیارات کی وجہ سے ان کے لئے کفر کا سبب بن جاتا ہے، جو انہیں آہستہ آہستہ ہلاکت کی طرف لے جاتا ہے۔(تفسیر قاسمی:16/167)

﴿اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ﴾

''یا آپ اُن سے کوئی اجرت مانگتے ہیں کہ وہ تاوان سے بوجھل ہیں؟'' (46)

سوال:﴿اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ﴾''یا آپ اُن سے کوئی اجرت مانگتے ہیں کہ وہ تاوان سے بوجھل ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا﴾''یا آپ اُن سے کوئی اجرت مانگتے ہیں''یعنی کیا آپ ﷺ کوئی دعوت وتبلیغ کے کام پر ان سے کوئی اجرت مانگتے ہیں۔(2)﴿فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ﴾''کہ وہ تاوان سے بوجھل ہیں؟''یعنی کیا وہ تاوان دیتے ہیں جو ان پر بوجھ ہے۔

(3) آپ ﷺ تو ان کے نفع کے لیے انہیں تعلیم دیتے، آپ ﷺ انہیں اللہ کی طرف بلاتے ہیں۔ آپ ﷺ سے دور بھاگنے اور آپ ﷺ کی تصدیق نہ کرنے کا کوئی سبب ان کے پاس موجود نہیں ہے۔

﴿اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَیْبُ فَهُمْ یَكْتُبُوْنَ﴾

''یا اُن کے پاس غیب ہے تو وہ لکھتے ہیں؟'' (47)

سوال:﴿اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَیْبُ فَهُمْ یَكْتُبُوْنَ﴾''یا اُن کے پاس غیب ہے تو وہ لکھتے ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَیْبُ﴾''یا اُن کے پاس غیب ہے''یعنی کیا ان کے پاس لوح محفوظ ہے؟

(2)﴿فَهُمْ یَكْتُبُوْنَ﴾''تو وہ لکھتے ہیں؟''یعنی جو وہ کہتے ہیں اس میں لکھا جاتا ہے۔

(3) ان کے پاس غیب کا علم نہیں کہ وہ اس بات کو پاچکے ہوں کہ وہ حق پر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ ثواب سے بہرہ ور ہوں گے۔ یہ معاملہ جیسا بھی ہے، ان کا حال تو ایک معاند اور ظالم کا سا ہے، پس اس کے سوا کچھ باقی نہیں کہ ان کی ایذا رسانیوں پر صبر کیا جائے اور جو کچھ ان سے صادر ہو رہا ہے اس پر تحمل کا مظاہرہ کیا جائے اور ان کو بار بار دعوت دی جائے۔(تفسیر سعدی:3/2825)

﴿فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ﴾

''چنانچہ آپ اپنے رب کے حکم تک صبر کرو اور مچھلی والے کی مانند نہ ہو جاؤ، جب اُس نے دُعا کی حالانکہ وہ غم سے بھرا ہوا تھا'' (48)

سوال: ﴿فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ﴾ ''چنانچہ آپ اپنے رب کے حکم تک صبر کرو اور مچھلی والے کی مانند نہ ہو جاؤ، جب اُس نے دُعا کی حالانکہ وہ غم سے بھرا ہوا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ﴾ ''چنانچہ آپ اپنے رب کے حکم تک صبر کرو'' اے رحمت عالم ﷺ! آپ اپنی قوم کی اذیتوں پر، ان کے جھٹلانے پر صبر سے کام لیں۔ وہ وقت جلد آنے والا ہے جب آپ ﷺ کا اور آپ ﷺ پر ایمان لانے والوں کا انجام بخیر ہوگا۔ دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو غلبہ دیں گے اور آخرت میں بھی، سدا بہار جنتیں اور نہ ختم ہونے والی نعمتیں ہوں گی۔

(2) یعنی اللہ تعالیٰ نے شرعاً اور قدراً جو فیصلہ کیا ہے اس پر صبر کیجئے۔ حکم قدری یہ ہے کہ ایذا پر صبر کیا جائے، ناراضی اور بے صبری کے ساتھ ان کا سامنا نہ کیا جائے، حکم شرعی کو قبول کیا جائے، اس کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے اور اس کے امر کی اطاعت کی جائے۔ (تفسیر سعدی: 2826/3)

(3) ﴿وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ﴾ ''اور مچھلی والے کی مانند نہ ہو جاؤ'' مچھلی والے نبی سے مراد سیدنا یونس علیہ السلام ہیں جو اپنی قوم سے ناراض ہو کر نکلے تو کشتی پر سوار ہوئے۔ کشتی جب بھنور میں پھنس گئی تو لوگوں نے کہا: کوئی شخص ہے جو مالک کا نافرمان ہے انہوں نے کہا: میں ہی ہوں۔ قرعہ ڈالنے پر ان ہی کا نام نکلا، کشتی والوں نے انہیں سمندر میں پھینک دیا۔ ایک مچھلی نے انہیں نگلا اور سمندر کی تہہ میں جا کر بیٹھ گئی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''یقیناً وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا'' (الصٰفّٰت: 132) سیدنا یونس علیہ السلام نے وہاں سمندر اور سمندر کی مچھلیوں کو اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہوئے پایا تو پکار اٹھے ﴿لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور انہیں مچھلی کے پیٹ سے نجات عطا فرمائی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُـْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''چنانچہ ہم نے اُس کی دُعا قبول کی اور ہم نے اسے غم سے نجات دی اور ہم مومنوں کو اسی طرح نجات دیتے ہیں۔'' (الانبیاء: 88)

(4) ﴿وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ﴾ ''اور مچھلی والے کی مانند نہ ہو جاؤ'' یعنی ان کی طرح عجلت اور غضب میں نہ آنا۔ (جامع البیان: 47/29)

(5) ﴿اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ﴾ ''جب اُس نے دُعا کی حالانکہ وہ غم سے بھرا ہوا تھا۔'' مَكْظُوْمٌ۔ کظم سانس کی نالی کو کہتے ہیں اور کظیم السقاء معنی مشک کو پانی سے لبالب بھر کر اس کا منہ بند کر دینا۔ اور کظیم اور مکظوم اس شخص کو کہتے ہیں جو غم یا غصہ سے سانس کی نالی تک بھرا ہوا ہو مگر اس کا اظہار نہ کرے اور اسے دبا جائے۔ (تفسیر تیسیر القرآن: 506/4)

(6) یعنی غم اور غصے نے سیدنا یونس علیہ السلام کو بوجھل کر دیا تھا۔ (جامع البیان: 47/29)

(7) یعنی انہوں نے پکارا جبکہ وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے اوران پر دروازہ بند کر دیا گیا تھا یا یہ کہ انہوں نے پکارا اور وہ ہم وغم سے لبریز تھے، چنانچہ کہا: اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی، چنانچہ مچھلی نے انہیں، جب کہ وہ بیمار تھے، چٹیل میدان میں ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر کدو کی بیل اگادی۔ (تفسیر سعدی:2826/3)

﴿لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ﴾

''اگر اس کے رب کی نعمت نے اسے سنبھال نہ لیا ہوتا تو وہ مذمت کیا ہوا چٹیل زمین میں پھینک دیا جاتا'' (49)

سوال: ﴿لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ﴾ ''اگر اس کے رب کی نعمت نے اسے سنبھال نہ لیا ہوتا تو وہ مذمت کیا ہوا چٹیل زمین میں پھینک دیا جاتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ﴾ ''اگر اس کے رب کی نعمت نے اسے سنبھال نہ لیا ہوتا'' یعنی اگر رب کی رحمت نے انہیں ڈھانپ نہ دیا ہوتا۔

(2) ﴿لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ﴾ ''تو وہ مذمت کیا ہوا چٹیل زمین میں پھینک دیا جاتا'' یعنی انہیں چٹیل میدان میں پھینک دیا جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت نے ان کا حصار کر لیا اور انہیں اس حال میں پھینکا گیا کہ وہ محمود تھے اور ان کی حالت بہتر ہوگئی۔

﴿فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾

''پھر اُس کے رب نے اُسے منتخب کیا، پس اسے نیک لوگوں میں شامل کر دیا'' (50)

سوال: ﴿فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ ''پھر اُس کے رب نے اُسے منتخب کیا، پس اسے نیک لوگوں میں شامل کر دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ﴾ ''پھر اُس کے رب نے اُسے منتخب کیا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے انہیں منتخب کر لیا اور انہیں کدورت سے پاک کر دیا۔

(2) کاشانی نے کہا: انہیں فطری سلامتی اور ان کے نور کی استعداد کو باقی رکھا اور غضب کے برے اثرات سے بچایا اور نفس کی زیادتی سے توبہ کی توفیق دی پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے قریب کر لیا۔ (تفسیر قاسمی:268/16)

(3) ﴿فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ ''پس اسے نیک لوگوں میں شامل کر دیا'' یعنی انہیں نبوت اور رسالت عطا فرمائی۔

(4) یعنی انہیں نیکی میں کامل کر دیا، انہیں گناہ سے بچالیا اور انہیں نبوت لوٹادی اور ان کی شفاعت ان کے اپنے حق میں اور ان کی قوم کے حق میں قبول کی اور انہیں ایک لاکھ یا اس سے زائد لوگوں کی طرف بھیجا۔ (فتح القدیر:339/5)

(5) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی شخص کے لیے یہ لائق نہیں کہ وہ مجھے یونس بن متی سے بہتر قرار دے۔'' (بخاری:3416,3413)

﴿وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ﴾

''اور قریب ہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا آپ کو اپنی نگاہوں سے ضرور ہی پھسلا دیں، جب وہ ذکر سنتے ہیں اور کہتے ہیں:

''یقیناً یہ تو بالکل دیوانہ ہے'' (51)

سوال: ﴿وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ﴾ ''اور قریب ہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا آپ کو اپنی نگاہوں سے ضرور ہی پھسلا دیں، جب وہ ذکر سنتے ہیں اور کہتے ہیں: ''یقیناً یہ تو بالکل دیوانہ ہے'' نظر کی تاثیر کی وضاحت اس آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ﴾ ''اور قریب ہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا آپ کو اپنی نگاہوں سے ضرور ہی پھسلا دیں، جب وہ ذکر سنتے ہیں'' یعنی کافر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھتے ہیں اسی وجہ سے گھور گھور کر نظر لگانا چاہتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی حمایت اور اس کی پناہ نہ ہو تو یہ آپ کو پھسلا دیں۔ معلوم ہوا کہ نظر کی تاثیر اور اس کا لگ جانا برحق ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے ہوتا ہے۔

(2) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نظر حق ہے، اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت کرنے والی ہوتی تو نظر کر جاتی، بہرحال جب تم سے (نظر بد کی وجہ سے) غسل کروایا جائے تو غسل کر لیا کرو۔'' (مسلم:5702)

(3) سیدنا ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سہل بن حنیف (ان کے باپ) نہا رہے تھے کہ سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ ادھر سے گزرے۔ انہوں نے کہا: میں نے تو ایسا آدمی نہیں دیکھا۔ پردہ والی عورت کا بھی تو بدن ایسا نہیں دیکھا۔ تھوڑی دیر گزری کہ سیدنا سہل رضی اللہ عنہ گر پڑے (عامر کی نظر سے)۔ لوگ ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور عرض کیا: سہل کی خبر لیجیے۔ وہ گر پڑا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمہارا گمان کس پر ہے (یعنی کس کی نظر لگی ہے اس کو)؟'' انہوں نے کہا: عامر پر۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بھلا یہ کیا بات ہے کہ تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو قتل کرتا ہے (بد نظر سے)۔ جب کوئی تم میں سے اپنے بھائی میں وہ بات دیکھے جو اس کو پسند آئے تو برکت کی دعا کرے۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے پانی منگوایا اور عامر کو وضو کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے اپنا منہ دھویا اور دونوں ہاتھ کہنیوں تک اور دونوں گھٹنے اور اپنے تہہ بند کے اندر کا بدن۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پانی سہل پر ڈالنے کا حکم دیا۔ سفیان نے کہا، معمر نے زہری سے یوں روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ برتن سہل کے پیچھے سے ان پر اوندھا دیا جائے۔ (ابن ماجہ:3509)

(4) سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے محمد ﷺ آپ ﷺ بیمار ہو گئے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جی ہاں۔ انہوں نے کہا: ﴿بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيكَ بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيكَ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے نام سے ہر اس چیز کے شر سے جو آپ ﷺ کو تکلیف دینے والی ہو اور ہر نفس یا حسد کرنے والی آنکھ کے شر سے میں آپ ﷺ کو دم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو شفا دے گا۔ میں اللہ تعالیٰ کے نام سے آپ ﷺ کو دم کرتا ہوں۔'' (مسلم:5700)

(5) سیدنا عبید بن رفاعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! جعفر کے بچوں کو نظر لگتی ہے۔ کیا میں ان کے لیے دم کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں اگر کوئی چیز تقدیر سے آگے ہو سکتی تو وہ نظر ہوتی۔'' (ابن ماجہ:3510، ترمذی:2059)

(6) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ نظر لگ جانے کی وجہ سے دم کروالیا کریں۔ (بخاری:5738)

(7) نبی ﷺ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو ان الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتے تھے۔ ﴿أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَّمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ﴾ میں تمہیں اللہ کے کامل کلمات کے ساتھ ہر شیطان اور زہریلے جانور سے اور ہر لگ جانے والی نظر سے (اللہ کی) پناہ میں دیتا ہوں۔ (بخاری:3371)

(8) ابن عساکر میں ہے کہ جبریل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس آئے آپ ﷺ اس وقت غمزدہ تھے جب پوچھا تو فرمایا حسن حسین رضی اللہ عنہما کو نظر لگ گئی ہے، فرمایا یہ سچائی کے قابل چیز ہے نظر واقعی لگتی ہے، آپ نے یہ کلمات پڑھ کر انہیں پناہ میں کیوں نہ دیا؟ نبی ﷺ نے پوچھا: وہ کونسے کلمات ہیں؟ فرمایا یوں کہو: ﴿اَللّٰهُمَّ ذَا السُّلْطَانِ الْعَظِيمِ وَالْمَنِّ الْقَدِيمِ ذَا الْوَجْهِ الْكَرِيمِ وَلِيَّ الْكَلِمَاتِ التَّامَّاتِ وَالدَّعَوَاتِ الْمُسْتَجَابَاتِ عَافِ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ مِنْ أَنْفُسِ الْجِنِّ وَأَعْيُنِ الْإِنْسِ﴾ یعنی اے اللہ اے بڑی بادشاہی والے اے زبردست قدیم احسانوں والے، اے بزرگ تر چہرے والے پورے کلموں والے اور اے دعاؤں کی قبولیت کا درجہ دینے والے تو حسن اور حسین کو تمام جنات کی ہواؤں اور انسانوں کی آنکھ سے پناہ دے، نبی ﷺ نے یہ دعا پڑھی وہیں دونوں بچے اُٹھ کر کھڑے ہوئے اور آپ کے سامنے کھیلنے کودنے لگے، نبی ﷺ نے فرمایا لوگوں کو اپنی جانوں کو اپنی بیویوں کو اور اپنی اولاد کو اسی دعا کے ساتھ پناہ دیا کرو اس جیسی اور کوئی پناہ کی دعا نہیں۔ (ابن کثیر:412,413)

(9) نبی ﷺ انسانوں اور جنوں سے پناہ مانگتے تھے۔ جب یہ دونوں سورتیں نازل ہوئیں تو آپ ﷺ نے ان کے پڑھنے کو معمول بنا لیا اور باقی چیزیں چھوڑ دیں۔ (صحیح ترمذی، الالبانی:2150)

(10) ﴿وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ﴾ ''اور کہتے ہیں: ''یقیناً یہ تو بالکل دیوانہ ہے'' آپ ﷺ سے حسد کرتے ہوئے نہ صرف آپ ﷺ کو گھورتے ہیں بلکہ زبان درازی بھی کرتے ہیں، ذاتیات پر حملے کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قرآن پیش کرنے والے آپ دیوانے ہو۔

﴿وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾

''حالانکہ وہ تمام جہانوں کے لیے نصیحت کے علاوہ کچھ نہیں'' (52)

سوال: ﴿وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾ ''حالانکہ وہ تمام جہانوں کے لیے نصیحت کے علاوہ کچھ نہیں'' قرآن مجید تمام جہان والوں کے لئے نصیحت ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ﴾ ''حالانکہ وہ نصیحت کے علاوہ کچھ نہیں'' قرآن حکیم سارے جہان والوں کے لئے نصیحت کے سوا کچھ نہیں۔ اسی کے ذریعے ایمان لانے والے دینی اور دنیاوی معاملات میں نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

(2) ﴿لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾ ''تمام جہانوں کے لیے'' یعنی جنوں اور انسانوں کے لئے نصیحت ہے۔

(3) قرآن مجید انسانی زندگی کی راہ نمائی کی کتاب ہے۔ اس میں انسان کو شعوری غلطیوں اور غلط فہمیوں سے بچانے کی کوشش کی گئی ہے یعنی شرک، کفر، نفاق اور فسق سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے دلائل دیئے، طرح طرح سے سمجھا کر نصیحت کا حق ادا کیا ہے تاکہ انسان کا شعور پاک ہو جائے اور عقل درست کام کرنے کے قابل ہو جائے۔

(4) قرآن مجید نے دنیا کی زندگی کی حقیقت کو مثالوں سے ایسے سمجھایا ہے کہ انسان اپنی زندگی کا سچا مقصد پا کر اسے پورا کرنے کی کوشش کر سکتا ہے۔ (5) قرآن مجید انسان کو جنت کی منزل کے لئے محنت کرنے کے لئے تیار کرتا ہے، خیر خواہی سے ترغیبات دلاتا ہے۔

(6) قرآن مجید میں انسان کو برائیوں سے بچنے کے لئے جہنم کی آگ سے بچنے کے لئے طرح طرح سے سمجھایا ہے۔

(7) قرآن مجید میں انسانی زندگی کی راہ نمائی کے لئے واضح پروگرام دیا گیا۔ زمین پر رہنے والوں کی انفرادی اور اجتماعی اصلاح کے لئے دل لگتے دلائل، گزشتہ قوموں کی ہلاکت اور آخرت کے انجام سے اللہ تعالیٰ نے قبول کرنے کے لئے تیار کیا ہے۔ یوں ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید جہان والوں کے لئے نصیحت اور خیر خواہی ہے۔

ایاتها ٥٢ | ٦٩ سُوْرَةُ الْحَاقَّةِ مَكِّيَّةٌ ٧٨ | رکوعاتها ٢

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ سورت مکی ہے۔ اس میں دو رکوع اور 52 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 69 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 78 ہے۔

سوال3:اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں سورہ الحاقہ اور اس جیسی دوسری سورتیں پڑھا کرتے تھے۔ (شوکانی)
(اشرف الحواشی:676/1)

رکوع نمبر 5

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿اَلْحَآقَّةُ﴾

''حق ثابت ہونے والی'' (1)

سوال:﴿اَلْحَآقَّةُ﴾ ''حق ثابت ہونے والی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلْحَآقَّةُ﴾ ''حق ثابت ہونے والی'' قیامت کا نام ہے وہ ایسا دن ہوگا جو ثابت ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے وعدے اور وعیدیں پوری ہوں گی۔ (2) اس دن تمام چیزوں کی حقیقت واضح ہو جائے گی اور سینوں کے بھید کھولے جائیں گے۔

(3) رب العزت نے اس دن کے بارے میں فرمایا:﴿اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ (۱) لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ (۲)﴾ ''جب واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی۔ اُس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں ہے۔'' (الواقعہ:1,2)

﴿مَا الْحَآقَّةُ﴾

''کیا ہے حق ثابت ہونے والی'' (2)

سوال:﴿مَا الْحَآقَّةُ﴾ ''کیا ہے حق ثابت ہونے والی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿مَا الْحَآقَّةُ﴾ ''کیا ہے حق ثابت ہونے والی'' اس سوال کو دوبارہ اس مقصد کے لیے کیا گیا تا کہ قیامت کی عظمت کو ثابت کیا جائے۔

﴿وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْحَآقَّةُ﴾

''اور کس چیز نے آپ کو خبر دی کہ کیا ہے حق ثابت ہونے والی'' (3)

سوال:﴿وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْحَآقَّةُ﴾ ''اور کس چیز نے آپ کو خبر دی کہ کیا ہے حق ثابت ہونے والی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْحَآقَّةُ﴾ ''اور کس چیز نے آپ کو خبر دی کہ کیا ہے حق ثابت ہونے والی'' یعنی تمہیں کیا معلوم کہ وہ کتنی عظیم ہے۔ اس کی پوری کیفیت تمہیں معلوم نہیں۔

﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ﴾

''ثمود اور عاد نے کھٹکھٹانے والی (قیامت) کو جھٹلایا تھا'' (4)

سوال: ﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ﴾ ''ثمود اور عاد نے کھٹکھٹانے والی (قیامت) کو جھٹلایا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ﴾ ''ثمود نے (قیامت) کو جھٹلایا تھا'' ثمود ایک مشہور قبیلہ ہے جن کی طرف سیدنا صالح علیہ السلام کو رسول بنا کر مبعوث کیا گیا۔ ان کا علاقہ حجر تھا۔ ثمود کو سیدنا صالح علیہ السلام توحید کا حکم دیتے تھے، انہیں شرک سے روکتے تھے اور آخرت کی جواب دہی کے بارے میں خوف دلاتے تھے۔ (2) قوم ثمود نے سیدنا صالح علیہ السلام کی دعوت کو جھٹلا دیا۔

(3) ﴿وَعَادٌ﴾ ''اور عاد نے'' عاد حضر موت کے باشندے تھے۔ ان کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ہود علیہ السلام کو بھیجا۔ سیدنا ہود علیہ السلام نے بھی توحید اور آخرت کی جواب دہی کی تعلیم دی اور ان کو شرک سے روکا۔ قوم عاد نے سیدنا ہود علیہ السلام کو جھٹلا دیا۔

(4) ﴿بِالْقَارِعَةِ﴾ ''کھٹکھٹانے والی (قیامت)'' قَارِعَةٌ: قَرَعَ بمعنی ایک چیز کو دوسری پر اس طرح مارنا کہ اس سے آواز پیدا ہو۔ اور ''قرع الباب'' بمعنی اس نے دروازہ کھٹکھٹایا اور قَارِعَةٌ کے معنی کھڑکھڑانے والی، اور ابن الفارس کے نزدیک قَارِعَةٌ ہر وہ چیز ہے جو انسان پر شدت کے ساتھ نازل ہو۔ نیز قَارِعَةٌ قیامت کا صفاتی نام ہے۔ (تیسیر القرآن: 4/505)

(5) قیامت کو اس لیے کھٹکھٹانے والی کہا گیا کیونکہ وہ اپنی ہولناکیوں سے سب کے شعور کو ہلا دے گی۔

(6) قوم عاد اور قوم ثمود نے قیامت کو جھٹلا دیا۔

﴿فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ﴾

''سو جو ثمود تھے انہیں ایک حد سے بڑھی ہوئی آواز سے ہلاک کیا گیا'' (5)

سوال: ﴿فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ﴾ ''سو جو ثمود تھے انہیں ایک حد سے بڑھی ہوئی آواز سے ہلاک کیا گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ﴾ ''سو جو ثمود تھے انہیں ایک حد سے بڑھی ہوئی آواز سے ہلاک کیا گیا'' ثمود کو ایک دلدوز چیخ نے ہلاک کر دیا۔ وہ ایک زبردست چنگھاڑ تھی جس سے ان کے جگر پاش پاش ہو گئے۔

(2) اوپر سے چنگھاڑ اور نیچے سے ہیبت ناک زلزلے نے ان کے چھکے چھڑا دیئے اور دیکھتے ہی دیکھتے سب مر گئے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ﴾ ''ثمود نے اپنی سرکشی کی بنا پر جھٹلایا۔'' (الشمس: 11)

(4) بقول حضرت قتادہ طاغیہ کے معنی چنگھاڑ کے ہیں۔ (ابن کثیر: 414)

(5) جب ثمود کی روحیں پرواز کر گئیں تو ہر طرف ان کی لاشیں بکھری پڑی تھیں۔

﴿وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ﴾

''اور جو عاد تھے تو وہ سخت ٹھنڈی، تند و تیز آندھی سے ہلاک کر دیے گئے جو قابو سے باہر ہونے والی تھی'' (6)

سوال: ﴿وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ﴾ ''اور جو عاد تھے تو وہ سخت ٹھنڈی، تند و تیز آندھی سے ہلاک کر دیے گئے جو قابو سے باہر ہونے والی تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ﴾ ''اور جو عاد تھے تو وہ سخت ٹھنڈی، تند و تیز آندھی سے ہلاک کر دیے گئے جو قابو سے باہر ہونے والی تھی'' یعنی عاد کو تیز آندھی سے ہلاک کر دیا گیا۔ سخت ٹھنڈی اور تند و تیز ہوا نے قوم عاد کو کھجور کے کھوکھلے تنوں کی طرح زمین پر گرا دیا۔ (2) اللہ تعالیٰ نے متواتر 8 دن اور 7 راتیں ان پر بے خیر طوفانی ہوا کو مسلط رکھا۔

(3) نبی ﷺ نے فرمایا: میری مدد پروا ہوا سے کی گئی اور عادی پچھوا ہوا سے تباہ ہوئے۔ (بخاری، مسلم)

﴿سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ﴾

''اس نے اسے سات راتیں اور آٹھ دن ان پر جڑ کاٹ دینے کے لیے مسلسل چلائے رکھا، سو آپ دیکھیں گے وہ اس طرح پچھاڑے گئے گویا گری ہوئی کھجور کے کھوکھلے تنے ہیں'' (7)

سوال: ﴿سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ﴾ ''اس نے اسے سات راتیں اور آٹھ دن ان پر جڑ کاٹ دینے کے لیے مسلسل چلائے رکھا، سو آپ دیکھیں گے وہ اس طرح پچھاڑے گئے گویا گری ہوئی کھجور کے کھوکھلے تنے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا﴾ ''اس نے اسے سات راتیں اور آٹھ دن ان پر جڑ کاٹ دینے کے لیے مسلسل چلائے رکھا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے ان پر سات راتیں اور آٹھ دن ہوا کو مسلط رکھا۔ وہ ہوا رحمت اور برکت سے خالی تھی۔

(2) قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے وہ ہوا ایسی تھی جس میں کوئی وقفہ نہیں آیا، لگا تار چلتی رہی۔ (جامع البیان: 51/29)

(3) حسوما کے معنیٰ ''برابر'' یعنی لگا تار اور ''منحوس'' دونوں ہی ہو سکتے ہیں۔ (اشرف الحواشی: 676/1)

(4) ﴿فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ﴾ ''سو آپ دیکھیں گے وہ اس طرح پچھاڑے گئے گویا گری ہوئی

کھجور کے کھوکھلے تنے ہیں'' یعنی آپ دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ ہلاک ہو کر مردہ پڑے ہیں۔ یعنی گویا کہ وہ کھجوروں کے کھوکھلے تنے ہیں جن کے سروں کو کاٹ دیا گیا ہے اور وہ ایک دوسرے پر گرے پڑے ہیں۔ (تفسیر سعدی:2828/3)

(5) خاویہ خراب سڑا ہوا، گلا ہوا، گرا ہوا یعنی ہواؤں نے عادیوں کو زمین سے اٹھا اٹھا کر زمین پر دے پٹخا جس سے ان کے سر دھڑ سے الگ ہو کر دور جا پڑے اور دھڑ کھجوروں کے پرانے تنوں کی طرح پڑے ہی رہ گئے۔ (السراج المنیر:2115/2)

﴿فَهَلۡ تَرٰی لَهُمۡ مِّنۡۢ بَاقِيَةٍ﴾

''کیا آپ اُن میں کوئی بھی باقی رہنے والا دیکھتے ہو'' (8)

سوال: ﴿فَهَلۡ تَرٰی لَهُمۡ مِّنۡۢ بَاقِيَةٍ﴾ ''کیا آپ اُن میں کوئی بھی باقی رہنے والا دیکھتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَهَلۡ تَرٰی لَهُمۡ مِّنۡۢ بَاقِيَةٍ﴾ ''کیا آپ اُن میں کوئی بھی باقی رہنے والا دیکھتے ہو'' یعنی کیا ان میں سے کوئی زندہ دکھائی دیتا ہے؟ ان کی نسلوں میں کچھ بھی باقی نہ بچا وہ سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ (2) اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کوئی بھی بچ نہ سکا، سب فنا ہو گئے اور ان کی نسل کٹ گئی۔

﴿وَجَآءَ فِرۡعَوۡنُ وَمَنۡ قَبۡلَهٗ وَالۡمُؤۡتَفِكٰتُ بِالۡخَاطِئَةِ﴾

''اور فرعون نے اور جو اُس سے پہلے تھے اور اُلٹائی گئی بستیوں نے بھی گناہوں کا ارتکاب کیا تھا'' (9)

سوال: ﴿وَجَآءَ فِرۡعَوۡنُ وَمَنۡ قَبۡلَهٗ وَالۡمُؤۡتَفِكٰتُ بِالۡخَاطِئَةِ﴾ ''اور فرعون نے اور جو اُس سے پہلے تھے اور اُلٹائی گئی بستیوں نے بھی گناہوں کا ارتکاب کیا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَجَآءَ فِرۡعَوۡنُ وَمَنۡ قَبۡلَهٗ﴾ ''اور فرعون نے اور جو اُس سے پہلے تھے'' یعنی قوم نوح، قوم عاد، اور قوم ثمود۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَّعَادًا وَّثَمُوۡدَاۡ وَاَصۡحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوۡنًۢا بَيۡنَ ذٰلِكَ كَثِيۡرًا (۳۸) وَكُلًّا ضَرَبۡنَا لَهُ الۡاَمۡثَالَ وَكُلًّا تَبَّرۡنَا تَتۡبِيۡرًا (۳۹)﴾ ''اور عاد اور ثمود کو اور کنوئیں والے اور اس کے درمیان بہت سے زمانے کے لوگوں کو بھی ہلاک کر دیا۔ اور ہر ایک کے لیے ہم نے مثالیں بیان کیں اور ہر ایک کو ہم نے برباد کر دیا بری طرح تباہ و برباد کرنا'' (الفرقان:38،39)

(2) دو سرکش قوموں کے علاوہ اور بھی نافرمان لوگ آئے۔ مثلاً فرعون جس نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے سامنے تکبر کیا اور انہیں جھٹلا دیا۔

(3) ﴿وَالۡمُؤۡتَفِكٰتُ﴾ ''اور اُلٹائی گئی بستیوں نے بھی'' یعنی سیدنا لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیاں جو ایسے گناہ کے کام کرتے تھے جو ان سے پہلے کسی نے نہیں کیے۔ (4) ﴿بِالۡخَاطِئَةِ﴾ ''گناہوں کا ارتکاب کیا تھا'' یعنی جو کفر، ظلم، عناد، سرکشی، فسق اور نافرمانی کے کام کرتے تھے۔

﴿فَعَصَوۡا رَسُوۡلَ رَبِّهِمۡ فَاَخَذَهُمۡ اَخۡذَةً رَّابِيَةً﴾

’’پس انہوں نے اپنے رب کے رسول کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑی سخت گرفت میں پکڑا‘‘ (10)

سوال: ﴿فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً﴾ ’’پس انہوں نے اپنے رب کے رسول کی نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑی سخت گرفت میں پکڑا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ﴾ ’’پس انہوں نے اپنے رب کے رسول کی نافرمانی کی‘‘ یعنی ان سب قوموں نے اپنے رسول کو جھٹلایا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ﴾ ’’اُن سب لوگوں نے ہی رسولوں کو جھٹلایا تو میرا عذاب واقع ہوگیا۔‘‘ (ص:14)

(2) انہوں نے رسول کے راستے میں روڑے اٹکائے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ﴾ ’’اور اہل ایکہ اور قوم تبع نے، ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا تو میری وعید سچ ثابت ہوئی۔‘‘ (ق:14)

(3) ﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ﴾ ’’نوح کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔‘‘ (الشعراء:105)

(4) ﴿كَذَّبَتْ عَادُ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ﴾ ’’عاد نے رسولوں کو جھٹلایا۔‘‘ (الشعراء:123)

(5) ﴿كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ’’ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا۔‘‘ (الشعراء:141)

(6) ﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ﴾ ’’قوم لوط نے رسولوں کو جھٹلایا۔‘‘ (الشعراء:160)

(7) ﴿فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً﴾ ’’تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑی سخت گرفت میں پکڑا‘‘ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسے پکڑا کہ اس کی گرفت سے وہ تباہ برباد ہوگئے۔

﴿اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِى الْجَارِيَةِ﴾

’’بے شک جب پانی حد سے گزر گیا تو ہم ہی نے تمہیں کشتی میں سوار کردیا‘‘ (11)

سوال: ﴿اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِى الْجَارِيَةِ﴾ ’’بے شک جب پانی حد سے گزر گیا تو ہم ہی نے تمہیں کشتی میں سوار کردیا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ﴾ ’’بے شک جب پانی حد سے گزر گیا‘‘ یعنی سیدنا نوح علیہ السلام کی بددعا سے ایسا ہمہ گیر طوفان آیا اور پانی اپنی حد سے گزر گیا۔ (2) یعنی دنیا کے اونچے اونچے پہاڑوں سے وہ پانی پندرہ گز اونچا تھا۔ (الدر المنثور)

(3) آسمان نے لگاتار بارش برسائی اور زمین نے اپنا پانی اگل دیا۔ اس وقت رب العزت نے عظیم سیلاب میں کشتی پر سوار کر کے نجات عطا فرمائی۔

(4)﴿حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ﴾ ''تو ہم ہی نے تمہیں کشتی میں سوار کر دیا'' سیدنا نوح علیہ السلام کی سرکش قوم کے غرق ہونے کے بعد جو مخلوق موجود تھی اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنے احسان کا ذکر فرمایا کہ ان کو سوار کیا۔﴿فی الجارية﴾ جب کہ یہ اپنے باپوں اور ماؤں کی صلب میں تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے طوفان سے نجات دی تھی۔اس لیے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرو،اس کا شکر کرو جس نے تمھیں اس وقت نجات دی جب اس نے سرکش لوگوں کو ہلاک کر ڈالا اور اس کی آیات سے عبرت حاصل کرو جو اس کی توحید پر دلالت کرتی ہیں۔(تفسیر سعدی:2828,2829/3)

﴿لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ أُذُنٌ وَّاعِيَةٌ﴾

''تا کہ ہم اُس کو تمہارے لیے نصیحت بنا دیں اور یاد رکھنے والے کان اُس کو یاد رکھیں'' (12)

سوال:﴿لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ أُذُنٌ وَّاعِيَةٌ﴾ ''تا کہ ہم اُس کو تمہارے لیے نصیحت بنا دیں اور یاد رکھنے والے کان اُس کو یاد رکھیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً﴾ ''تا کہ ہم اُس کو تمہارے لیے نصیحت بنا دیں'' یعنی سیدنا نوح علیہ السلام کی کشتی کو تمہارے لیے عبرت اور نصیحت بنا دیں۔

(2) پہلی کشتی کا بنانا اور ان پر ایمان والوں کو اور ہر طرح کے جانوروں کو سوار کرانا یہ یاد دلاتا ہے کہ کیسے رب العزت نے ایمان والوں کو نجات دی اور باقی تمام لوگوں کو ہلاک کر ڈالا۔(تفسیر سعدی:2829/3)

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ (41) وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ (42) وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ (43) اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ (44)﴾ ''اور اُن کے لیے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ہم نے اُن کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔اور ہم نے اُن کے لیے اس جیسی اور چیزیں پیدا کی ہیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں۔اور اگر ہم چاہیں تو اُنہیں غرق کر دیں پھر نہ ہی ان کا کوئی فریاد رس ہوگا اور نہ ہی وہ بچائے جائیں گے۔مگر یہ ہماری طرف سے رحمت ہے اور ایک خاص وقت تک فائدہ دینا ہے۔'' (یٰس:41,44)

(4)﴿وَّتَعِيَهَآ أُذُنٌ وَّاعِيَةٌ﴾ ''اور یاد رکھنے والے کان اُس کو یاد رکھیں'' یعنی عقل مند لوگ اس کو یاد رکھتے ہیں اور نشانی اور معجزے کی وجہ سے معلوم کرتے ہیں۔غافل لوگوں کا معاملہ بالکل برعکس ہے کیونکہ وہ آیات میں غور وفکر نہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی آیات سے کوئی نفع اٹھانے کے قابل نہیں۔(5) یعنی اللہ تعالیٰ کے احسانات پر شکر ادا کرو۔صحیح سمجھ رکھنے والوں کے لیے یہ نعمت نصیحت بن گئی۔

﴿فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ﴾

''چنانچہ جب صور میں پھونکا جائے گا،ایک بار پھونکنا'' (13)

سوال:﴿فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوۡرِ نَفۡخَةٌ وَّاحِدَةٌ﴾ ''چنانچہ جب صور میں پھونکا جائے گا، ایک بار پھونکنا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوۡرِ نَفۡخَةٌ وَّاحِدَةٌ﴾ ''چنانچہ جب صور میں پھونکا جائے گا، ایک بار پھونکنا'' قیامت سے پہلے کے ہولناک واقعے کا تذکرہ ہے۔

(2) جب اسرافیل پہلی بار صور پھونکیں گے تو سب لوگ گھبراہٹ میں مبتلا ہوں گے۔ جب دوسرا صور پھونکیں گے تو سب زمین و آسمان والے بے ہوش ہو جائیں گے۔ پھر تیسرا صور اللہ تعالیٰ کے آگے کھڑا ہونے کے لیے پھونکا جائے گا جس سے مردے اپنی قبروں سے نکل کر کھڑے ہو جائیں گے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَيَوۡمَ يُنۡفَخُ فِي الصُّوۡرِ فَفَزِعَ مَنۡ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنۡ فِي الۡاَرۡضِ اِلَّا مَنۡ شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَكُلٌّ اَتَوۡهُ دٰخِرِيۡنَ﴾ ''اور جس دن صور میں پھونک ماردی جائے گی تو سب گھبرا اُٹھیں گے جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں مگر وہ جسے اللہ تعالیٰ چاہے گا، اور سب اُس کے پاس ذلیل ہو کر چلے آئیں گے۔'' (النمل:87)

(3)﴿فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوۡرِ فَلَاۤ اَنۡسَابَ بَيۡنَهُمۡ يَوۡمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوۡنَ﴾ ''پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو اُس دن اُن کے درمیان کوئی قرابت داریاں نہ رہیں گی اور نہ ہی وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔'' (المومنون:101)

(4)﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوۡرِ فَصَعِقَ مَنۡ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنۡ فِي الۡاَرۡضِ اِلَّا مَنۡ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِيۡهِ اُخۡرٰى فَاِذَا هُمۡ قِيَامٌ يَّنۡظُرُوۡنَ﴾ ''اور صور میں پھونکا جائے گا تو وہ بے ہوش ہو کر گر جائے گا جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے مگر جسے اللہ تعالیٰ نے چاہا پھر اس میں دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو اچانک وہ کھڑے دیکھ رہے ہوں گے۔'' (الزمر:68)

(5) سیدنا عبداللہ بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک گنوار نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور پوچھا صور کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک نرسنگا ہے جس میں قیامت کے دن پھونکا جائے گا۔'' (ترمذی:2430)

(6) سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں کیونکر آرام کروں جب کہ صور والے اسرافیل علیہ السلام منہ میں صور لئے ہوئے اس حکم پر کان لگائے ہوئے ہیں کہ کب پھونکنے کا حکم صادر ہو اور اس میں پھونک ماری جائے۔ یہ امر اصحاب رسول پر سخت گزرا، پس آپ ﷺ نے فرمایا، تم کہو:﴿حَسۡبُنَا اللّٰهُ وَنِعۡمَ الۡوَكِيۡلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلۡنَا﴾ ''یعنی اللہ تعالیٰ ہمارے لیے کافی ہے، کیا ہی اچھا کارساز ہے وہ، اللہ تعالیٰ ہی پر ہم نے توکل کیا'' (ترمذی:2431)

﴿وَّحُمِلَتِ الۡاَرۡضُ وَالۡجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً﴾

''اور زمین اور پہاڑوں کو اُٹھایا جائے گا اور دونوں ٹکرا دیے جائیں گے، ایک ہی بار ٹکرا دینا'' (14)

سوال:﴿وَّحُمِلَتِ الۡاَرۡضُ وَالۡجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً﴾ ''اور زمین اور پہاڑوں کو اُٹھایا جائے گا اور دونوں ٹکرا دیے

جائیں گے، ایک ہی بار ٹکرا دینا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ﴾ ''اور زمین اور پہاڑوں کو اُٹھایا جائے گا'' یعنی زمین اور پہاڑ اپنی جگہ سے اٹھا لیے جائیں گے۔

(2) ﴿فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً﴾ ''اور دونوں ٹکرا دیے جائیں گے، ایک ہی بار ٹکرا دینا'' یعنی وہ ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے۔ انہیں ڈھا کر زمین کو برابر کر دیا جائے گا۔ زمین اس طرح ہموار میدان بنا دی جائے گی کہ اس میں کوئی نشیب و فراز نظر نہیں آئے گا۔ زمین اور اس کے رہنے والوں کے ساتھ یہ معاملہ ہوگا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ﴿۴﴾ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ﴿۵﴾ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ﴿۶﴾﴾ ''اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے، خوب ریزہ ریزہ کیا جانا۔ چنانچہ وہ اڑتا ہوا غبار بن کر رہ جائیں گے۔'' (الواقعہ:4,6)

(4) ﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿۱۰۵﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿۱۰۶﴾ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴿۱۰۷﴾﴾ ''اور وہ تم سے پہاڑوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں، چنانچہ آپ کہہ دیں میرا رب انہیں اڑا کر بکھیر دے گا۔ پھر انہیں چٹیل میدان بنا کر چھوڑ دے گا۔ آپ اس میں نہ کوئی ٹیڑھ دیکھیں گے اور نہ کوئی ٹیلہ۔'' (طٰہٰ:105,107)

﴿فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ﴾

''تو اُس دن واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی'' (15)

سوال: ﴿فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ﴾ ''تو اُس دن واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ﴾ ''تو اُس دن واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی'' یعنی اس طرح قیامت قائم ہو جائے گی اور زمین نئی ہو جائے گی۔

﴿وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ﴾

''اور آسمان پھٹ جائے گا تو اُس دن وہ کمزور، بھربھرا ہوگا'' (16)

سوال: ﴿وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ﴾ ''اور آسمان پھٹ جائے گا تو اُس دن وہ کمزور، بھربھرا ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ﴾ ''اور آسمان پھٹ جائے گا تو اُس دن وہ کمزور، بھربھرا ہوگا'' سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آسمان کہکشاں سے پھٹ جائے گا۔ (ابن ابی حاتم)

(2) آسمان کا رنگ بدل جائے گا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ﴾ ''تو وہ سُرخ چمڑے جیسا سُرخ ہو جائے گا۔'' (الرحمن:37)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا﴾ ''اور آسمان کھول دیا جائے گا تو وہ دروازے ہو جائے گا۔'' (النباء:19)

(4) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: آسمان میں سوراخ اور دراڑیں پڑ جائیں گی اور شق ہو جائے گا۔ عرش اس کے سامنے ہوگا۔ فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے جو کنارے اب تک ٹوٹے نہ ہوں گے اور دروازوں پر ہوں گے۔ آسمان کی لمبائی میں پھیلے ہوئے ہوں گے اور زمین والے دیکھ رہے ہوں گے۔ (ابن کثیر:417) (5) آسمان کمزور پڑ جائے گا جو کہ قیامت کے عظیم واقعے کی وجہ سے ہوگا۔

﴿وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ۭ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ﴾

''اور فرشتے اُس کے کناروں پر ہوں گے اور اُس دن تیرے رب کے عرش کو آٹھ فرشتے اپنے اوپر اُٹھائیں گے'' (17)

سوال: ﴿وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ۭ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ﴾ ''اور فرشتے اُس کے کناروں پر ہوں گے اور اُس دن تیرے رب کے عرش کو آٹھ فرشتے اپنے اوپر اُٹھائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّالْمَلَكُ﴾ ''اور فرشتے'' اور معزز فرشتے۔ (2) ﴿عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا﴾ ''اُس کے کناروں پر ہوں گے'' یعنی فرشتے آسمان کے کناروں پر اپنے رب کی عظمت کے آگے جھکے ہوئے ہوں گے۔

(3) ﴿وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ﴾ ''اور اُس دن تیرے رب کے عرش کو آٹھ فرشتے اپنے اوپر اُٹھائیں گے'' یعنی فرشتوں کی آٹھ صفیں ہوں گی اور ان کی تعداد کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (جامع البیان:62/29)

(4) جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان عدل سے فیصلے کرنے کے لیے آئے گا تو آٹھ فرشتے اللہ تعالیٰ کے عرش کو اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

(5) سورۃ المومن میں فرشتوں کے عرش اٹھانے کا ذکر ملتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ﴾ ''جو (فرشتے) عرش کو اُٹھائے ہوئے ہیں'' (المومن:7)

(6) سورہ الزمر میں فرمایا: ﴿وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ﴾ ''اور آپ فرشتوں کو دیکھیں گے کہ عرش کے گرد حلقہ بنائے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر رہے ہیں۔'' (الزمر:75)

(7) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے کہا گیا ہے کہ میں تمھیں عرش اٹھانے والے فرشتوں میں سے ایک فرشتے کے متعلق بتاؤں۔ تو بلاشبہ اس کے کانوں کی لو سے اس کے کندھے تک کا فاصلہ سات سو سال کے سفر کے برابر ہے۔ (ابوداود:4727)

﴿يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ﴾

”اُس دن تم پیش کیے جاؤ گے، تم سے کوئی چھپی ہوئی چیز چھپی نہ رہ جائے گی“ (18)

سوال: ﴿یَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰی مِنْکُمْ خَافِیَۃٌ﴾ ”اُس دن تم پیش کیے جاؤ گے، تم سے کوئی چھپی ہوئی چیز چھپی نہ رہ جائے گی“ انسان جب رب العزت کے سامنے پیش ہوں گے تو ان کی کیا کیفیت ہوگی؟

جواب: (1) ﴿یَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ﴾ ”اُس دن تم پیش کیے جاؤ گے“ یہ پیشی اس مقصد کے لیے ہوگی کہ انسانوں پر حجت قائم ہو جائے۔

(2) ﴿لَا تَخْفٰی مِنْکُمْ خَافِیَۃٌ﴾ ”تم سے کوئی چھپی ہوئی چیز چھپی نہ رہ جائے گی“ تمہارے جسم اور اعمال چھپ نہیں سکیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ غیب اور حاضر کا علم رکھتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿لَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰہِ مِنْھُمْ شَیْءٌ﴾ ”اللہ تعالیٰ سے اُن کی کوئی چیز پوشیدہ نہ ہوگی۔“ (المومن:16)

(3) تمام انسان ننگے بدن، ننگے پاؤں، غیر مختون حالت میں ایک ہموار میدان میں جمع کیے جائیں گے۔ پکارنے والے کی آواز ان تک پہنچے گی اور ان سب تک نگاہ پہنچے گی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ اعمال کی جزا دے گا۔

(4) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”لوگو! حساب لیے جانے سے پہلے اپنا حساب لے لو۔ وزن اعمال سے پہلے اپنے نفس تول لو اور بڑی پیشی کے لیے تیار ہو جاؤ۔ آج کے حساب سے تمہارے لیے کل قیامت کے دن والے حساب میں آسانی ہو جائے گی۔“ (ابن ابی الدنیا)

(5) ایک حدیث میں ہے قیامت کے دن تین پیشیاں ہوں گی: پہلی دو پیشیوں پر تو لوگ حیلے بہانے اور جھگڑے کرتے رہیں گے لیکن تیسری پیشی پر اعمال نامے اڑائے جائیں گے اور کسی کے دائیں ہاتھ میں اور کسی کے بائیں ہاتھ میں آئیں گے۔ (ابن ماجہ) (ترمذی:2425)

﴿فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَہٗ بِیَمِیْنِہٖ ۙ فَیَقُوْلُ ھَآؤُمُ اقْرَءُوْا کِتٰبِیَہْ﴾

”سو جس کو اُس کا نامۂ اعمال اُس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا: ”لو! میرا نامۂ اعمال پڑھو“ (19)

سوال: ﴿فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَہٗ بِیَمِیْنِہٖ ۙ فَیَقُوْلُ ھَآؤُمُ اقْرَءُوْا کِتٰبِیَہْ﴾ ”سو جس کو اُس کا نامۂ اعمال اُس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا: ”لو! میرا نامۂ اعمال پڑھو“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَہٗ بِیَمِیْنِہٖ﴾ ”سو جس کو اُس کا نامۂ اعمال اُس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا“ ان خوش نصیب لوگوں کا تذکرہ ہے جن کے اعمال نامے ان کی شان بلند کرنے کے لیے دائیں ہاتھ میں دیے جائیں گے۔ اس سے انہیں بہت خوشی ہوگی۔

(2) ﴿فَیَقُوْلُ﴾ ”تو وہ کہے گا:“ یعنی وہ خوشی سے جس سے ملیں گے مسکرا کر کہیں گے۔

(3) ﴿ھَآؤُمُ اقْرَءُوْا کِتٰبِیَہْ﴾ ”لو! میرا نامۂ اعمال پڑھو“ میرا اعمال نامہ تو پڑھیے۔ یہ جنت کی بشارت ہے، یہ مغفرت اور عیبوں کو ڈھانپنے کی خبر ہے۔ اس میں برائیاں نیکیوں سے بدل دی گئی ہیں اور جس چیز نے مجھے یہاں تک پہنچایا وہ قیامت اور حساب کتاب پر ایمان

ہے۔اس ایمان کی وجہ سے مجھے قیامت کے دن کی تیاری کے لیے توفیق ملی۔

(4)دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ ملنا نجات اور کامیابی کی دلیل ہوگا۔(تفسیر الماوردی:83/6)

(5)﴿فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ﴿٧﴾ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ﴿٨﴾ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴿٩﴾﴾ ''لہٰذا جس شخص کو اُس کا نامۂ اعمال اُس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا۔تو جلد ہی اُس سے آسان حساب لیا جائے گا۔اور وہ اپنے گھر والوں کی طرف خوش خوش لوٹے گا۔'' (الانشقاق:7,9)

(6)﴿يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا﴾ ''جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ بُلائیں گے پھر جس کو اس کی کتاب اس کے دائیں ہاتھ میں دی گئی تو یہ لوگ اپنی کتاب پڑھیں گے اور ان پر کھجور کی گٹھلی کے دھاگے برابر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' (بنی اسرائیل:71)

﴿اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ﴾

''یقینا میں یقین رکھتا تھا کہ بلاشبہ میں اپنے حساب سے ملنے والا ہوں'' (20)

سوال:﴿اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ﴾ ''یقینا میں یقین رکھتا تھا کہ بلاشبہ میں اپنے حساب سے ملنے والا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ﴾ ''یقینا میں یقین رکھتا تھا کہ بلاشبہ میں اپنے حساب سے ملنے والا ہوں'' ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قرآن میں جہاں لفظ ظن مومن کی طرف منسوب ہوا ہے وہاں اس کے معنی یقین کے ہیں اور جہاں کافر کی طرف ہوا ہے اس سے مراد شک ہے۔(اشرف الحواشی:677/1) (2) یہاں ظن یقین کے معنوں میں ہے۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ﴾ ''جو یقین رکھتے ہیں کہ بلاشبہ وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں اور یقینا وہ اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔'' (البقرۃ:46)

﴿فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ﴾

''پھر وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا'' (21)

سوال:﴿فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ﴾ ''پھر وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ﴾ ''پھر وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا'' یعنی وہ دل خوش کن اور من پسند زندگی پائیں گے۔

(2)یعنی جو ان تمام چیزوں پر مشتمل ہوگی جن کی نفس خواہش کریں گے اور آنکھیں لذت حاصل کریں گی، ان کا حال یہ ہوگا کہ وہ اس زندگی

سے راضی ہوں گے اور اس کے بدلے کسی اور چیز کو منتخب نہیں کریں گے۔(تفسیر سعدی:2831/3)

﴿فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ﴾

''عالی مقام جنت میں''(22)

سوال:﴿فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ﴾''عالی مقام جنت میں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ﴾''عالی مقام جنت میں''یعنی بلند و بالا سدا بہار جنتوں میں ہوں گے۔ان کے محل اونچے ہوں گے۔

(2) کسی نے نبی ﷺ سے پوچھا: کیا جنتی آپس میں ملاقات بھی کریں گے؟ فرمایا: کیوں نہیں بلند درجوں والے، نیچے درجے والوں کے پاس ملاقات کے لیے اتریں گے، انہیں سلام کریں گے اور مبارکباد دیں گے۔ہاں نیچے درجے والے ایمان کی کمی کی وجہ سے اوپر نہیں چڑھ سکیں گے۔(ابن ابی حاتم)

(3) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ''جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کیے ہیں، ان کے دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین میں ہے۔''(بخاری:2790)

﴿قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ﴾

''جس کے پھل قریب ہوں گے''(23)

سوال:﴿قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ﴾''جس کے پھل قریب ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ﴾''جس کے پھل قریب ہوں گے''یعنی جنت کے درختوں کی شاخیں پھلوں سے جھکی ہوئی ہوں گی۔اور اہل جنت کے اتنے قریب ہوں گی کہ کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہوئے ہر حالت میں ان کو حاصل کر سکیں گے۔

﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ﴾

''مزے سے کھاؤ پیو اپنے ان اعمال کے بدلے میں جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجے تھے''(24)

سوال:﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ﴾''مزے سے کھاؤ پیو اپنے ان اعمال کے بدلے میں جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا﴾''مزے سے کھاؤ پیو''عزت اور احترام سے اہل جنت سے کہا جائے گا جو جی چاہے لذیذ کھانے کھاؤ اور مزے دار مشروب پیو۔(2)﴿هَنِيْٓـًٔا﴾''مزے سے''یعنی ناگواری کے بغیر مزے سے کھاؤ پیو۔

(3)﴿بِمَآ اَسۡلَفۡتُمۡ فِی الۡاَیَّامِ الۡخَالِیَةِ﴾ ''اپنے ان اعمال کے بدلے میں جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجے تھے'' جو اعمال تم نے دنیا میں کیے یعنی نماز، روزہ، صدقات، ذکر الٰہی، رجوع الی اللہ، مخلوق کے ساتھ حسن سلوک، یہ اعمال تمہارے جنت میں داخلے کا سبب بنے ہیں۔ ان نعمتوں کو تمہارے اعمال کی وجہ سے تمہارے لیے مقدر کیا گیا ہے۔

(4) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میانہ روی اختیار کرو اور قریب قریب رہو اور خوش رہو، جان رکھو کہ کوئی بھی اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں نہیں جائے گا۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ بھی نہیں؟ فرمایا: ''(ہاں!) میں بھی نہیں، سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی مغفرت اور رحمت میں ڈھانپ لے۔'' (بخاری:6467)

﴿وَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِیَ کِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَیَقُوۡلُ یٰلَیۡتَنِیۡ لَمۡ اُوۡتَ کِتٰبِیَهۡ﴾

''لیکن جس کو اُس کا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا: ''اے کاش! میرا نامۂ اعمال مجھے نہ دیا جاتا!'' (25)

سوال: ﴿وَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِیَ کِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَیَقُوۡلُ یٰلَیۡتَنِیۡ لَمۡ اُوۡتَ کِتٰبِیَهۡ﴾ ''لیکن جس کو اُس کا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا: ''اے کاش! میرا نامۂ اعمال مجھے نہ دیا جاتا!'' بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ پانے والوں کی ندامت کیسی ہوگی؟

جواب: (1)﴿وَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِیَ کِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ﴾ ''لیکن جس کو اُس کا نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا'' جب بدبخت لوگوں کے بائیں ہاتھ میں اعمال نامے دیئے جائیں گے۔

(2) بائیں ہاتھ میں اعمال نامے دینے کا مقصد ان کی رسوائی ہوگا۔

(3)﴿فَیَقُوۡلُ﴾ ''تو وہ کہے گا'' وہ غم اور حزن سے کہے گا۔

(4)﴿یٰلَیۡتَنِیۡ لَمۡ اُوۡتَ کِتٰبِیَهۡ﴾ ''اے کاش! میرا نامۂ اعمال مجھے نہ دیا جاتا!'' وہ اپنے اعمال نامے کو نہایت افسوس کے ساتھ دیکھ کر کہیں گے کاش! ہمیں اعمال نامہ دیا ہی نہ جاتا۔ یہ کتاب تو ابدی خسارے کی خبر دیتی ہے۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَمَّا مَنۡ اُوۡتِیَ کِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهۡرِهٖ ﴿۱۰﴾ فَسَوۡفَ یَدۡعُوۡا ثُبُوۡرًا ﴿۱۱﴾ وَّیَصۡلٰی سَعِیۡرًا ﴿۱۲﴾﴾ ''مگر جس کو اُس کا نامۂ اعمال اُس کے پیٹھ پیچھے سے دیا گیا۔ تو عنقریب وہ بڑی ہلاکت کو پکارے گا۔ اور بھڑکتی آگ میں داخل ہوگا۔'' (الانشقاق:10,12)

﴿وَلَمۡ اَدۡرِ مَا حِسَابِیَهۡ﴾

''اور میں نہ جان پاتا کہ میرا حساب کیا ہے؟'' (26)

سوال: ﴿وَلَمۡ اَدۡرِ مَا حِسَابِیَهۡ﴾ ''اور میں نہ جان پاتا کہ میرا حساب کیا ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَمۡ اَدۡرِ مَا حِسَابِیَهۡ﴾ ''اور میں نہ جان پاتا کہ میرا حساب کیا ہے؟'' کاش میں بھولی بسری داستان بن جاتا۔

(2) کاش مجھے دوبارہ زندہ نہ کیا جاتا، نہ مجھ سے حساب کتاب لیا جاتا۔

﴿يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ﴾

''اے کاش! وہی موت فیصلہ کن ہوتی!''(27)

سوال:﴿يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ﴾''اے کاش! وہی موت فیصلہ کن ہوتی!'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ﴾''اے کاش! وہی موت فیصلہ کن ہوتی!'' کاش میری موت کے بعد زندہ نہ کیا جاتا۔

(2) وہ موت کی تمنا کرے گا حالانکہ دنیا میں موت سے زیادہ ناپسندیدہ کوئی چیز نہیں تھی۔(جامع البیان:66/29)

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا﴾''یقیناً ہم نے تمہیں اُس عذاب سے خبردار کر دیا ہے جو قریب ہی ہے، جس دن انسان وہ دیکھ لے گا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا، اور کافر کہے گا:''اے کاش میں مٹی ہوتا!''(النباء:40)

﴿مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ﴾

''میرا مال میرے کام نہ آیا''(28)

سوال:﴿مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ﴾''میرا مال میرے کام نہ آیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ﴾''میرا مال میرے کام نہ آیا'' آج میرا مال مجھے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔

(2) اس مال سے دنیا میں مجھے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ میں اس کو اپنی نجات کے لیے آگے نہیں بھیج سکا اور اب اس کے نفع مند ہونے کا وقت گزر گیا ہے۔

﴿هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ﴾

''میری حکومت مجھ سے برباد ہوگئی''(29)

سوال:﴿هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ﴾''میری حکومت مجھ سے برباد ہوگئی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَه﴾''میری حکومت مجھ سے برباد ہوگئی'' یعنی میری قوت اور حجت جاتی رہی۔(ایسر التفاسیر:1673)

(2) سلطان سے مراد دلیل و حجت اور دولت و حکومت ہوسکتی ہے۔ مقاتل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ اقتدار ہے جو ہر شخص کو اپنے ہاتھ پاؤں پر ہوتا ہے۔ چنانچہ قیامت کے روز جب کافر کے ہاتھ پاؤں اس کے خلاف گواہی دیں گے تو وہ کہے گا''هلك عني سلطانيه'' آج میرا اقتدار مجھ سے جاتا رہا۔(اشرف الحواشی:678/1)

(3)﴿سلطانیۃ﴾ سلطان کا لفظ بادشاہی اور اقتدار کے معنی میں بھی آتا ہے۔اس صورت میں اس سے مراد وہ علاقہ ہے جو کسی شخص یا ادارہ یا سلطان کے زیرنگین ہو اور اس پر اس کا تسلط ہو۔سلطان کا دوسرا معنی حجت ،دلیل اور برہان ہے۔اس لحاظ سے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جتنی دلیلیں آخرت کے انکار پر دیا کرتا تھا۔آج ان میں سے کوئی دلیل بھی مجھے یاد نہیں رہی۔(تیسیر القرآن:4/512)

﴿خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ﴾

''پکڑو اسے،اُسے طوق ڈال دو''(30)

سوال:﴿خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ﴾''پکڑو اسے،اُسے طوق ڈال دو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ﴾''پکڑو اسے،اُسے طوق ڈال دو'' اللہ تعالیٰ داروغہ جہنم کو حکم دیں گے کہ انہیں سختی سے پکڑو اور ان کے گلے میں طوق ڈال دو۔(2) یہ طوق اس کا گلا گھونٹ دے گا۔

﴿ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ﴾

''پھر اُسے جہنم میں جھونک دو''(31)

سوال:﴿ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ﴾''پھر اُسے جہنم میں جھونک دو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ﴾''پھر اُسے جہنم میں جھونک دو''یعنی اسے جہنم کی طرف گھسیٹ لاؤ۔اس کے انگاروں اور شعلوں پر اسے دھکا دے دو۔

﴿ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ﴾

''ایک ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر ہاتھ ہے اس کو جکڑ دو''(32)

سوال:﴿ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ﴾''ایک ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر ہاتھ ہے اس کو جکڑ دو'' اہل جہنم کے لیے لمبی اور بھاری زنجیریں ہوں گی،اس عذاب کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا﴾''ایک ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر ہاتھ ہے''یعنی اہل جہنم کو ایسی لمبی لمبی زنجیروں میں جکڑ دیا جائے گا جس کے ہر حلقے میں دنیا کا تمام لوہا آجائے گا۔(کعب احبار) یہ زنجیریں فرشتوں کے ہاتھوں سے ستر ہاتھ لمبی ہوں گی۔(ابن عباس) زنجیروں کو منہ اور دبر (پیٹھ) سے نکال کر ان میں اس طرح پرو دیئے جائیں گے جیسے گوشت سلاخ میں بھوننے کے لیے پرویا جاتا ہے۔(ابن عباس) ایک روایت میں ہے کہ مقعد میں ڈال کر نتھنوں سے نکال لی جائیں گی تاکہ پیروں پر کھڑا نہ ہو جائے۔

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۟ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا﴾''یقیناً ہم نے کافروں کے لیے زنجیریں اور طوق

اور بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔'' (الدھر:4)

(3) ﴿اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ۭ يُسْحَبُوْنَ (۷۱) فِي الْحَمِيْمِ ڏ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ (۷۲)﴾ ''جب طوق اور زنجیریں اُن کی گردنوں میں ہوں گے، وہ گھسیٹے جا رہے ہوں گے۔ کھولتے ہوئے پانی میں، پھر وہ آگ میں جھونک دیے جائیں گے۔'' (المومن:71,72)

(4) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر کوئی بڑا سا پتھر آسمان سے زمین پر پھینکا جائے اور یہ فاصلہ پانچ سو سال کا ہے تو زمین پر وہ رات سے پہلے پہلے آجائے گا، لیکن اگر اسی کو (جہنمیوں کے باندھنے کی) زنجیر کے ایک سرے سے چھوڑا جائے تو دوسرے سرے یا (فرمایا) اس کی تہہ تک پہنچنے میں چالیس سال لگ جائیں گے۔ (ترمذی:2588)

﴿اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ﴾

''وہ عظیم اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتا تھا'' (33)

سوال: ﴿اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ﴾ ''وہ عظیم اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّهٗ كَانَ﴾ ''یقیناً وہ'' یعنی دنیا میں۔

(2) ﴿لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ﴾ ''عظیم اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتا تھا'' یعنی دنیا میں وہ اپنے رب پر، اس کے رسولوں پر اور جو وہ لے کر آئے اس پر ایمان نہیں رکھتے تھے۔

﴿وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ﴾

''اور نہ ہی مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا'' (34)

سوال: ﴿وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ﴾ ''اور نہ ہی مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ﴾ ''اور نہ ہی مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا'' مسکین کو کھانا کھلانا وہ اپنی ذمہ داری سمجھتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، اس کے حقوق ادا کرتا ہے اور حقوق العباد کے بارے میں اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتا ہے۔

(2) یعنی اس کے دل میں رحم نہیں تھا کہ اس بنا پر فقرا اور مساکین پر رحم کرتا۔ وہ اپنے مال میں سے ان کو کھانا کھلاتا نہ دوسروں کو ترغیب دیتا تھا کہ وہ ان کو کھانا کھلائیں کیونکہ اس کا دل ملامت کرنے والے ضمیر سے خالی تھا۔ سعادت اور اس کے مادے کا دارومدار دو امور پر ہے: (i) اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص جس کی بنیاد ایمان باللہ ہے۔ (ii) احسان کی تمام اقسام کے ذریعے سے مخلوق پر احسان کرنا جن میں سے سب سے بڑا احسان محتاجوں کو کھانا کھلا کر ان کی ضرورت پوری کرنا ہے۔ مگر ان لوگوں کے پاس اخلاص ہے نہ احسان، اس لیے وہ اسی چیز کے مستحق ہیں جس کا استحقاق انھوں نے ثابت کیا ہے۔ (تفسیر سعدی:2832,2833/3)

﴿فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ﴾

''سو آج یہاں اُس کا کوئی غم خوار دوست نہیں'' (35)

سوال:﴿فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ﴾ ''سو آج یہاں اُس کا کوئی غم خوار دوست نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ﴾ ''سو آج یہاں اُس کا کوئی غم خوار دوست نہیں'' یعنی قیامت کے دن کوئی دوست اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں چھڑا سکے گا نہ دوست، نہ رشتے دار، نہ وہ جن کی خاطر ساری زندگی لگا دی۔

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ۬ؕ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ﴾ ''اور آپ اُنہیں قریب آنے والی قیامت کے دن سے ڈرائیں جب دل حلق کے پاس غم سے بھرے ہوں گے اور ظالموں کا نہ کوئی جگری دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی، جس کی بات مانی جائے۔'' (المؤمن:18)

﴿وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ﴾

''اور نہ پیپ کے سوا اُس کے لیے کوئی کھانا ہے'' (36)

سوال:﴿وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ﴾ ''اور نہ پیپ کے سوا اُس کے لیے کوئی کھانا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ﴾ ''اور نہ پیپ کے سوا اُس کے لیے کوئی کھانا ہے'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں غسلین وہ خون اور پانی ہے جو جہنمیوں کے گوشت سے بہے گا۔ (السراج المنیر:2119/20)

(2) سیدنا ضحاک رحمہ اللہ اور سیدنا ربیع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ ایک درخت ہے جسے دوزخی کھائیں گے۔ سیدنا قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ وہ ایک بدترین قسم کا کھانا ہے۔ سیدنا ابن زید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کی اور زقوم کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ (شوکانی)(اشرف الحواشی:678/1)

(3) اہل جہنم کی پیپ اپنی بدبو، ذائقے اور کرواہٹ میں اپنی انتہا پر ہوگی۔

﴿لَّا يَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ﴾

''جسے خطا کاروں کے سوا کوئی نہیں کھاتا'' (37)

سوال:﴿لَّا يَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ﴾ ''جسے خطا کاروں کے سوا کوئی نہیں کھاتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿لَّا يَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ﴾ ''جسے خطا کاروں کے سوا کوئی نہیں کھاتا'' جہنم کا کھانا خطا کاروں کے لیے ہوگا جنہوں نے سیدھا راستہ چھوڑا اور جہنم کے راستے پر چلے۔

رکوع نمبر 6

﴿فَلَآ اُقۡسِمُ بِمَا تُبۡصِرُوۡنَ﴾

''پس نہیں میں قسم کھاتا ہوں اُن چیزوں کی بھی جنہیں تم دیکھتے ہو!'' (38)

سوال: ﴿فَلَآ اُقۡسِمُ بِمَا تُبۡصِرُوۡنَ﴾ ''پس نہیں میں قسم کھاتا ہوں اُن چیزوں کی بھی جنہیں تم دیکھتے ہو!'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَآ اُقۡسِمُ بِمَا تُبۡصِرُوۡنَ﴾ ''پس نہیں میں قسم کھاتا ہوں اُن چیزوں کی بھی جنہیں تم دیکھتے ہو!'' نزول وحی کے اثبات اور قرآن کی تعظیم کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان تمام چیزوں کی قسم کھائی ہے جنہیں مخلوق دیکھ سکتی ہے۔

(2) انسان مادی چیزوں کو دیکھتا ہے جنہیں حواس سے محسوس کیا جاسکتا ہے۔

(3) اسماء وصفات پر دلالت کرنے والی کائنات کی نظر آنے والی اور نہ نظر آنے والی نشانیوں کی قسم کھا کر قرآن مجید کا یقین دلایا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

﴿وَمَا لَا تُبۡصِرُوۡنَ﴾

''اور اُن کی بھی جنہیں تم نہیں دیکھتے!'' (39)

سوال: ﴿وَمَا لَا تُبۡصِرُوۡنَ﴾ ''اور اُن کی بھی جنہیں تم نہیں دیکھتے!'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا لَا تُبۡصِرُوۡنَ﴾ ''اور اُن کی بھی جنہیں تم نہیں دیکھتے!'' اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی بھی قسم کھائی ہے جو مخلوق نہیں دیکھ سکتی۔ اس میں اس کا نفس مقدس بھی شامل ہے۔ (2) یعنی اس کی قدرت کے آثار تو تم دیکھ سکتے ہو لیکن اسرار نہیں دیکھ سکتے۔ (تفسیر مراغی: 192/10)

﴿اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ﴾

''یقیناً وہ ایک معزز پیغام لانے والے کا قول ہے'' (40)

سوال: ﴿اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ﴾ ''یقیناً وہ ایک معزز پیغام لانے والے کا قول ہے'' قرآن کو بزرگ رسول کا قول کہنے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: (1) ﴿اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ﴾ ''یقیناً وہ ایک معزز پیغام لانے والے کا قول ہے'' بزرگ رسول یعنی محمد ﷺ۔

(2) قرآن کو بزرگ رسول کا کلام مجازی طور پر کہا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ اس کے مبلغ ہیں۔

(3) رسول کسی کا کلام پہنچاتا ہے اور جو پہنچاتا ہے وہ رسول کا نہیں ہوتا۔ گو رسول کی زبان سے ادا ہوتا ہے۔ لیکن ہوتا بھیجنے والے کا

ہے۔رسول تونقل کرتا ہے۔اسی وجہ سے تکویر میں اس کی نسبت ملکی رسول کی طرف کی گئی فرمایا:﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ (۱۹) ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ (۲۰) مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ (۲۱)﴾ ''بلاشبہ یقینا یہ ایک معزز پیغام پہنچانے والے کا قول ہے۔جوقوت والا ہے، عرش والے کے نزدیک بلند مرتبہ ہے۔وہاں اُس کی بات مانی جاتی ہے،امانت دار ہے۔'' (التکویر:19,21)(مختصر ابن کثیر:2/2120)

(4) یہ قسم رسول اللہ ﷺ اوراس قرآن کی صداقت پر کھائی ہے جسے آپ لے کرآئے ہیں، نیز اس بات پر کہ رسول کریم ﷺ نے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچا دیا ہے۔(تفسیر سعدی:3/2834)

﴿وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ﴾

''اوروہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے،تم لوگ بہت ہی کم ایمان لاتے ہو'' (41)

سوال:﴿وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اوروہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے،تم لوگ بہت ہی کم ایمان لاتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ﴾ ''اوروہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو تمام بہتان طرازیوں سے پاک رکھا ہے۔(جامع البیان:29/70)(2) آپ ﷺ شاعر نہیں ہیں آپ لوگ جوالزام لگاتے ہو وہ جھوٹ ہے۔(ایسر التفاسیر:1675)

(3)﴿قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ﴾ ''تم لوگ بہت ہی کم ایمان لاتے ہو'' تمہارا ایمان کم اوراس کا دائرہ تنگ ہے۔اگر تمہارا ایمان وسعت والا ہوتا تو تم قرآن کو اللہ تعالیٰ کا کلام اوراس کی وحی تسلیم کر لیتے۔اوروہ شعر کی جنس نہیں ہے۔(ایسر التفاسیر:1675)

﴿وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾

''اورنہ کسی کاہن کا قول ہے،تم لوگ بہت ہی کم نصیحت قبول کرتے ہو'' (42)

سوال:﴿وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''اورنہ کسی کاہن کا قول ہے،تم لوگ بہت ہی کم نصیحت قبول کرتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ﴾ ''اورنہ کسی کاہن کا قول ہے'' یعنی قرآن کسی کاہن کا قول نہیں ہے۔نہ یہ کاہنوں کے کلام کی طرح سمع وتصنع ہے۔(ایسر التفاسیر:1674)

(2)﴿قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''تم لوگ بہت ہی کم نصیحت قبول کرتے ہو'' یعنی تم کم نصیحت قبول کرتے ہو۔اگر زیادہ نصیحت قبول کرتے تو تم جان لیتے کہ قرآن کاہن کا کلام نہیں ہے۔کیونکہ اس میں سچائی ہے،حق اور ہدایت ہے۔جس نے آپ ﷺ کو کاہن کہا اس نے گناہ کیا اور جھوٹی بات کہی۔کیونکہ کاہنوں کا گوشت پوست جھوٹ کا ہوتا ہے اور جو وہ کہتا ہے،جھوٹ کہتا ہے۔قرآن میں کاہنوں کا قول کہاں

ہے؟اور محمد رسول اللہ ﷺ کہاں سے کاہن ہیں؟

﴿تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''یہ جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے''(43)

سوال:﴿تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''یہ جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''یہ جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے'' جو کچھ محمد رسول اللہ ﷺ لے کر آئیں ہیں وہ رب العالمین کا نازل کردہ ہے اور وہ کسی انسان کا کلام نہیں ہوسکتا بلکہ وہ ایسا کلام ہے جو اللہ تعالیٰ کی عظمت، اس کے جلال اور اس کے کمال اور اس کے عظیم اور اپنی مخلوق سے بلند ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (١٩٢) نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ (١٩٣) عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ (١٩٤) بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ (١٩٥)﴾ ''اور بلاشبہ یہ یقیناً جہانوں کے رب کا نازل کیا ہوا کلام ہے۔اسے روح الامین لے کر اترا ہے۔آپ کے دل پر تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوں۔واضح عربی زبان میں۔''(الشعراء:192,195)

(3) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے اسلام لانے کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے پاس گیا دیکھا کہ آپ ﷺ مسجد حرم میں پہنچ گئے ہیں، میں بھی گیا اور آپ ﷺ کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور آپ ﷺ نے سورہ الحاقہ شروع کی جسے سن کر مجھے اس کی پیاری نشست الفاظ اور بندش مضامین میں اور فصاحت و بلاغت پر تعجب آنے لگا آخر میں میرے دل میں خیال آیا کہ قریش ٹھیک کہتے ہیں یہ شخص شاعر ہے ابھی میں اسی خیال میں تھا کہ آپ ﷺ نے یہ آیتیں تلاوت کیں کہ یہ قول رسول کریم کا ہے شاعر کا نہیں تم میں ایمان ہی کم ہے تو میں نے کہا اچھا شاعر نہ سہی کاہن تو ضرور ہے، ادھر آپ ﷺ کی تلاوت میں یہ آیت آئی کہ یہ کاہن کا قول بھی نہیں ہے تم نے نصیحت کم ہی لی ہے۔اب آپ ﷺ پڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ آپ نے سورۃ ختم کی، فرماتے ہیں یہ پہلا موقع تھا کہ میرے دل میں اسلام پوری طرح گھر کر گیا اور روئیں روئیں میں اسلام کی سچائی گھس گئی۔(ابن کثیر:421)(مجمع الزوائد:272/7)

﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ﴾

''اور اگر وہ ہم پر کوئی بات گھڑ کر لاتا''(44)

سوال:﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ﴾ ''اور اگر وہ ہم پر کوئی بات گھڑ کر لاتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ﴾ ''اور اگر وہ ہم پر کوئی بات گھڑ کر لاتا'' بات گھڑ لانے سے مراد قرآن میں کمی بیشی کرنا ہے۔

(2) یعنی اگر رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ پر کوئی جھوٹی باتیں بنائی ہوتیں، رسالت میں کمی بیشی کی ہوتی تو ہم عبرت ناک سزا دیتے۔

﴿لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ﴾

''تو یقیناً ہم اُس کو اس کے دائیں ہاتھ سے پکڑتے'' (45)

سوال: ﴿لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ﴾ ''تو یقیناً ہم اُس کو اس کے دائیں ہاتھ سے پکڑتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ﴾ ''تو یقیناً ہم اُس کو اس کے دائیں ہاتھ سے پکڑتے'' یعنی ہم قوت کے ساتھ اسے دائیں ہاتھ سے پکڑتے تاکہ اسے قتل کر دیں۔

(2) یہ دستور ہے گردن مارنے کا کہ جلاد اس کا ہاتھ پکڑ رکھتا ہے اپنے بائیں ہاتھ میں تاکہ سرک نہ جائے۔ (موضح) (اشرف الحواشی: 678/1)

﴿ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ﴾

''پھر یقیناً ہم اُس کی رگِ جان کاٹ دیتے'' (46)

سوال: ﴿ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ﴾ ''پھر یقیناً ہم اُس کی رگِ جان کاٹ دیتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ﴾ ''پھر یقیناً ہم اُس کی رگِ جان کاٹ دیتے'' ﴿وَتِيْنٌ﴾ وہ رگ ہے جو دل کے قریب ہوتی ہے اگر وہ کٹ جائے تو انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2834/3)

(2) یعنی ہم ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کی شاہ رگ کاٹ ڈالتے جس سے دل کا سارا خون نکل جاتا۔ (مختصر ابن کثیر: 2121/2)

(3) یہ بات رسول اللہ ﷺ کی سچائی کو بیان کرنے کے لیے کہی گئی۔

﴿فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ﴾

''پھر تم میں سے کوئی بھی اُس سے روکنے والا نہ ہوتا'' (47)

سوال: ﴿فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ﴾ ''پھر تم میں سے کوئی بھی اُس سے روکنے والا نہ ہوتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ﴾ ''پھر تم میں سے کوئی بھی اُس سے روکنے والا نہ ہوتا'' یعنی کوئی ہماری مزاحمت نہیں کر سکتا تھا اور نہ کوئی ہم سے چھڑا سکتا تھا۔ (سراج المنیر: 2121/2)

(2) یعنی کوئی اس پر قدرت نہیں رکھتا کہ وہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکتا۔

(3) پس جب اللہ تعالیٰ نے معجزات کے ذریعے سے اپنے رسول ﷺ کی مدد فرمائی اور جو کچھ لے کر وہ مبعوث ہوا اس کی صداقت پر واضح

نشانیوں کے ساتھ دلائل و براہین دیے، اس کے دشمنوں کے خلاف اسے فتح و نصرت سے نوازا اور ان کی پیشانیاں اس کے قبضے میں دے دیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی رسالت پر سب سے بڑی گواہی ہے۔ یہاں سزا دینے کی بات ہی صداقت کی دلیل کے لیے کی گئی ہے۔ ﴿فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ﴾ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو ہلاک کرنا چاہے تو آپ خود اس کی ہلاکت سے بچ سکتے ہیں نہ کوئی اس پر قدرت رکھتا ہے کہ وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے۔ (تفسیر سعدی:2834,2835/3)

﴿وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾

''اور یقیناً وہ اُن کے لئے بلاشبہ ایک نصیحت ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہتے ہیں'' (48)

سوال: ﴿وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ ''اور یقیناً وہ اُن کے لئے بلاشبہ ایک نصیحت ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنَّهٗ﴾ ''اور یقیناً وہ'' یعنی یہ قرآن مجید۔

(2) ﴿لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ ''اُن کے لئے بلاشبہ ایک نصیحت ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہتے ہیں'' یعنی جو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کے روکے سے رک جاتے ہیں۔ یہ قرآن ان متقیوں کے لیے بڑی بھاری نصیحت ہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ﴾ ''اور اگر ہم اس کو عجمی قرآن بناتے تو وہ کہتے کہ کیوں نہ اس کی آیات کھول کر بیان کی گئیں؟ کیا عجمی (کلام) اور عربی (رسول)؟ آپ کہہ دیں کہ جو لوگ ایمان لاتے ہیں یہ (قرآن) ان کے لئے ہدایت اور شفا ہے، اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے یہ اُن کے کانوں میں بوجھ ہے اور وہ اُن کے حق میں اندھاپن ہے، یہی لوگ ہیں جنہیں دُور کی جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔'' (فصلت:44)

(4) وہ اپنے دین و دنیا کے مصالح کے بارے میں اس سے عبرت حاصل کرتے ہیں۔ پس وہ اس کی معرفت حاصل کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں، چنانچہ وہ ان کو عقائد دینیہ، اخلاق حسنہ اور احکام شرعیہ کی یاددہانی کراتا ہے۔ پس وہ علمائے ربانی، عباد عارفین اور ائمہ مہدیین بن جاتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:2835/3)

﴿وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ﴾

''اور یقیناً ہم ضرور جانتے ہیں کہ بلاشبہ تم میں سے کچھ لوگ جھٹلانے والے بھی ہیں'' (49)

سوال:﴿وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ﴾''اور یقیناً ہم ضرور جانتے ہیں کہ بلاشبہ تم میں سے کچھ لوگ جھٹلانے والے بھی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ﴾''اور یقیناً ہم ضرور جانتے ہیں کہ بلاشبہ تم میں سے کچھ لوگ جھٹلانے والے بھی ہیں'' قرآن تو ایسی کتاب ہے جو کمال درجے کی وضاحت کرنے والی ہے۔اس کے باوجود بعض لوگ نہیں مانیں گے۔

(2)اس میں نبی ﷺ کو جھٹلانے والوں کے لیے وعید ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عبرت ناک سزا دے گا۔

﴿وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً وہ کافروں کے لیے پچھتاوا ہے''(50)

سوال:﴿وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾''اور بلاشبہ یقیناً وہ کافروں کے لیے پچھتاوا ہے'' قرآن کی تکذیب قیامت کے دن باعث ندامت ہوگی اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾''اور بلاشبہ یقیناً وہ کافروں کے لیے پچھتاوا ہے'' ابن جریر کہتے ہیں کہ قیامت کے دن تکذیب کافروں کے لیے حسرت بن جائے گی۔(الاساس:1617/11)

(2)نسفی نے کہا کہ کافروں پر قرآن اس وقت حسرت بن جائے گا جب جھٹلانے والے تصدیق کرنے والوں کا اجر وثواب دیکھیں گے۔ (الاساس:1618/11)

(3)﴿رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ﴾''جن لوگوں نے کفر کیا بسا اوقات وہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ بھی مسلمان ہوتے!''(الحجر:02)

(4)جن لوگوں نے قرآن سے راہنمائی حاصل نہ کی اس کے احکامات کو نہ مانا وہ ثواب کھو بیٹھیں گے اور شدید عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

(5)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''ہر جہنمی جنت میں اپنی جگہ دیکھتا ہے اور کہتا ہے کاش اللہ مجھے ہدایت دیتا اور وہ اس کے لئے باعث حسرت بنے گا اور ہر جنتی جہنم میں اپنی جگہ دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر اللہ مجھے ہدایت نہ دیتا تو میں اس جگہ ہوتا اور وہ دیکھنا اس کے لئے باعث شکر بنتا ہے پھر رسول اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی﴿اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى﴾ قیامت کے روز کوئی آدمی یہ نہ کہے گا''افسوس میری اس تقصیر پر جو میں اللہ کی جناب میں کرتا رہا۔''(سورہ الزمر:56) اسے حاکم نے روایت کیا ہے۔(مستدرک حاکم)

﴿وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ﴾

''اور یقیناوہ بالکل یقینی حق ہے'' (51)

سوال: ﴿وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ﴾ ''اور یقیناوہ بالکل یقینی حق ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ﴾ ''اور یقیناوہ بالکل یقینی حق ہے''یعنی یہ یقینی حق ہے جو ثابت شدہ ہے۔

(2) یعنی علم کا اعلیٰ ترین مرتبہ ہے کیونکہ علم کا بلند ترین مرتبہ یقین ہے اور یقین، علم ثابت کو کہا جاتا ہے جو کبھی متزلزل ہوتا ہے نہ زائل ہوتا ہے۔ یقین کے تین مراتب ہیں ان میں سے ہر مرتبہ ماقبل مرتبے سے بلند تر ہے: اول: علم الیقین وہ علم ہے جو خبر سے مستفاد ہوتا ہے۔ ثانی: عین الیقین وہ علم ہے جس کا ادراک حاسہ بصر سے ہوتا ہے۔ ثالث: حق الیقین وہ علم جس کا ادراک حاسہ ذوق و لمس سے ہوتا ہے۔ اس قرآن میں حق الیقین کا وصف پایا جاتا ہے کیونکہ اس میں جو علوم مذکور ہیں قطعی دلائل و براہین سے ان کی تائید ہوتی ہے اور اس میں جو حقائق اور معارف ایمانی ہیں وہ اسے حاصل ہوتے ہیں جس نے حق الیقین کا ذائقہ چکھا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2835/3)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی آنکھوں سے معاملہ دیکھنے والا اور صرف خبر سننے والا (بلحاظ اطمینان) برابر نہیں ہوتے۔'' (ابن حبان: 6214، مستدرک حاکم: 3250)

﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴾

''چنانچہ آپ اپنے رب عظیم کے نام کی تسبیح کریں'' (52)

سوال: ﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴾ ''چنانچہ آپ اپنے رب عظیم کے نام کی تسبیح کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴾ ''چنانچہ آپ اپنے رب عظیم کے نام کی تسبیح کریں''یعنی اللہ تعالیٰ کو ان اوصاف سے پاک جانیں جو اس کے جلال کے لائق نہیں اور اس کے اوصاف کا ذکر کر کے اس کی پاکی بیان کریں۔

(2) سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت کریمہ: ﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴾ نازل ہوئی تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس کو رکوع میں پڑھا کرو اور جس وقت یہ آیت کریمہ: ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى﴾ نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو بحالت سجدہ پڑھا کرو۔ (ابوداود: 869)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دو کلمے ایسے ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کو بہت پسند ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں اور قیامت کے دن اعمال کے ترازو میں بوجھل باوزن ہونگے۔ وہ کلمات مبارکہ یہ ہیں ﴿سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم﴾۔ (صحیح بخاری: 7563)

(4) ''سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ ﷺ نے سورہ البقرہ شروع فرمادی تو میں نے (دل میں) کہا کہ آپ ﷺ سو آیات پر رکوع فرمائیں گے۔ پھر آپ آگے چلے، میں نے (دل) میں کہا کہ آپ ﷺ اس سورہ

کو دو رکعتوں میں پوری فرمائیں گے۔ پھر آگے چلے میں نے (دل) میں کہا کہ آپ اس ایک پوری سورت پر رکوع فرمائیں گے۔ (اس بعد) پھر آپ ﷺ نے سورہ نساء شروع فرمادی پوری سورہ پڑھی۔ پھر آپ ﷺ نے سورہ آل عمران شروع فرمادی۔ اس کو آپ ﷺ نے ترتیل اور خوبی کے ساتھ پڑھا۔ جب آپ ﷺ اس آیت سے گزرتے کہ جس میں تسبیح ہوتی تو آپ ﷺ سبحان اللہ کہتے اور جب آپ ﷺ کسی ایسے سوال سے گزرتے تو آپ ﷺ سوال فرماتے اور جب آپ ﷺ تعوذ والی آیت پر سے گزرتے تو آپ ﷺ پناہ مانگتے۔'' (مسلم:1814) (5) آپ قرآن مجید نازل کرنے والے کے نام مبارک کی پاکیزگی بیان کرتے رہیں۔ سبحان ربی العظیم۔

ایاتها ۴۴ — ۷۰ سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ ۷۹ — رکوعاتها ۲

سوال 1: سورہ معارج کہاں نازل ہوئی اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: سورہ معارج مکی سورت ہے اس میں 2 رکوع اور 44 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 70 ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 89 ہے۔

رکوع نمبر 7

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ﴾

''سوال کرنے والے نے واقع ہونے والے عذاب کا سوال کیا ہے'' (1)

سوال: ﴿سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ﴾ ''سوال کرنے والے نے واقع ہونے والے عذاب کا سوال کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿سَاَلَ سَآئِلٌ﴾ ''سوال کرنے والے نے سوال کیا ہے'' یعنی طلب کرنے والے نے طلب کیا۔

(2) ﴿بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ﴾ ''واقع ہونے والے عذاب کا'' جلد نازل ہونے والے عذاب کی خواہش کی ہے۔

(3) عذاب الٰہی کا مطالبہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ عذاب الٰہی کو مشکل سمجھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کو عذاب نازل کرنے سے عاجز سمجھتے تھے۔

(4) نسائی اور ابن ابی حاتم نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سأل سائل سے مراد نضر بن حارث ہے اس نے کہا تھا:

﴿اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ اور جب اُنہوں نے کہا: ''اے اللہ! اگر یہ واقعی تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا دے یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ۔'' (الانفال:32) ابن منذر نے حسن سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ﴾ اس پر یہ لوگ کہنے لگے کہ کس پر عذاب واقع ہوگا تب اللہ تعالیٰ نے یہ جملہ نازل فرمایا ﴿لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ﴾ اور وہ عذاب کافروں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگا کہ آسمانوں کا پیدا کرنے والا ہے جس سے فرشتے اور جبریل امین اللہ تعالیٰ کی طرف جاتے ہیں، ایسے دن میں کہ جس میں فرشتوں کے علاوہ اوروں کے چڑھنے کے لیے اس کی مقدار دنیا کے پچاس ہزار سال کے برابر ہے یا یہ کہ کافروں پر عذاب ایسے دن میں واقع ہوگا جس کی تعداد پچاس ہزار سال کے برابر ہے یا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے علاوہ مخلوق کا کوئی اور حساب لینے لگے تو وہ پچاس ہزار سال میں بھی فارغ نہیں ہوگا۔ (تفسیر ابن عباس:411/3)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ﴾ ''اور یہ لوگ آپ سے عذاب کو جلدی مانگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہرگز اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرے گا۔'' (الحج:47)

(5) کوئی عذاب نازل ہونے سے پہلے روک سکتا ہے نہ نازل ہونے کے بعد اس کو الٹا سکتا ہے۔

﴿لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ﴾

''کافروں کے لیے، اُس کو ہٹانے والا کوئی نہیں'' (2)

سوال: ﴿لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ﴾ ''کافروں کے لیے، اُس کو ہٹانے والا کوئی نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ﴾ ''کافروں کے لیے، اُس کو ہٹانے والا کوئی نہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کا عذاب کافروں کے لئے تیار ہے اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ وہ عذاب آ کر رہے گا۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ۭ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (53) يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ (54) يَوْمَ يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (55)﴾ ''اور وہ آپ سے جلد عذاب مانگتے ہیں اور اگر ایک مدت مقررہ نہ ہوتی تو اُن پر عذاب ضرور آ جاتا اور یقیناً وہ اُن پر اچانک آئے گا حالانکہ وہ شعور بھی نہ رکھتے ہوں گے۔ وہ آپ سے جلد عذاب مانگتے ہیں اور یقیناً جہنم کافروں کو گھیرنے والی ہے۔ جس دن عذاب اُنہیں ان کے اوپر سے ڈھانک لے گا اور اُن کے قدموں کے نیچے سے بھی اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ چکھو (اس کا مزہ) جو کچھ تم کرتے تھے۔'' (العنکبوت:53،55)

(3) اگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کی ہوتی، اس کی عظمت، اس کی وسعت سلطنت اور اس کے اسماء اور صفات کو پہچانا ہوتا تو وہ کبھی جلدی نہ مچاتے بلکہ اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے اور ادب اختیار کرتے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمت کا ذکر فرمایا جو ان کے اقوال قبیحہ کی ضد ہے۔ (تفسیر سعدی: 2836/3)

﴿مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ﴾

''اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو عروج کے زینوں والا ہے'' (3)

سوال: ﴿مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو عروج کے زینوں والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) معارج (مِعْرَجٌ اور معراج کی جمع) عَرَجَ میں دو باتیں بنیادی طور پر پائی جاتی ہیں۔ جھکاؤ اور بلندی اور عرج فی السلم بمعنی سیڑھی یا زینہ پر چڑھنا۔ سیڑھی پر چڑھنے کے لیے آگے کی طرف جھکنا بھی پڑتا ہے اور بلندی کی طرف چڑھنا عام چلنے کی نسبت دشوار بھی ہوتا ہے۔ نیز عرج کے معنی لنگڑا کر چلنا أَعْرَجُ بمعنی لنگڑا۔ کیونکہ لنگڑا کر چلنے میں بھی یہ دو باتیں پائی جاتی ہیں آگے کو جھکاؤ بھی اور بلندی پر چڑھنے جیسی دشواری بھی۔ اور معراج کے معنی بلندی پر چڑھنے کا ذریعہ بھی یعنی سڑھی یا زینہ وغیرہ اور وہ بلند جگہ بھی جہاں پہنچنا مقصود ہو۔ رسول اللہ ﷺ کو معراج ہوا تھا تو معراج سے مراد بلند مقام ہے۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ آپ کو لے جانا چاہتا تھا۔ اور ﴿ذِي الْمَعَارِجِ﴾ کا معنی وہ بلند بالا ذات جس کے سامنے سب بلندیاں ہیچ ہوں، بلند سے بلند مقامات کا مالک ہے۔ گویا کافروں پر یہ ٹلنے والا عذاب ایسی بلند ذات کی طرف سے آئے گا۔ (تیسیر القرآن: 516/4)

(2) ذوالمعارج درجوں یا بلندیوں یا بزرگوں یا سیڑھیوں یا فضل وکرم والا یعنی یہ عذاب اس کا ہوگا جو ان صفتوں والا ہے۔ (سراج المنیر 2122/2)

(3) یہ عذاب اس ہستی کی جانب سے ہوگا جو بلندی، جلال اور عزت کا مالک ہے۔ مخلوقات کی تدبیر اسی کے ہاتھ میں ہے۔

﴿تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ﴾

''فرشتے اور رُوح اُس کی طرف چڑھیں گے ایک ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے'' (4)

سوال: ﴿تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ﴾ ''فرشتے اور رُوح اُس کی طرف چڑھیں گے ایک ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ﴾ ''فرشتے اور رُوح اُس کی طرف چڑھیں گے'' اللہ تعالیٰ بلندی، جلال اور عزت کا مالک ہے۔ مخلوقات کی تدبیر اسی کے ہاتھ میں ہے۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی طرف عروج کرتے ہیں جس کی تدبیر پر انہیں مقرر کیا گیا ہے۔

(2) روح اسی کی طرف بلند ہوتی ہے۔

(3) یہ اسم جنس ہے جو تمام ارواح کو شامل ہے، خواہ نیک ہوں یا بد، اللہ تعالیٰ کی طرف ارواح کا بلند ہونا، وفات کے وقت ہے۔ نیک لوگوں کی ارواح اللہ تعالیٰ کی طرف عروج کرتی ہیں انہیں ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف بلند ہونے کی اجازت دے دی جاتی ہے، یہاں تک کہ ارواح اس آسمان پر پہنچ جاتی ہیں جس میں اللہ تعالیٰ ان کا رب تشریف فرما ہے، یہ ارواح اللہ تعالیٰ کے حضور تحیہ وسلام پیش کرتی ہیں، اس کے قرب سے سرفراز ہوتی ہیں اور اس کے قرب سے خوشی اور سرور حاصل کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو ثناء اکرام، بھلائی اور بڑائی حاصل ہوتی ہے۔ رہیں فساق وفجار کی ارواح تو وہ عروج کرتی ہیں جب وہ آسمان پر پہنچتی ہیں تو آنے کی اجازت طلب کرتی ہیں مگر ان کو اجازت نہیں دی جاتی اور ان کو زمین کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس مسافت کا ذکر فرمایا جس کو طے کر کے فرشتے اور روح اللہ تعالیٰ کی طرف عروج کرتے ہیں، نیز یہ کہ وہ ان اسباب کے ذریعے سے ایک دن میں عروج کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے آسان کیے ہیں اور اوپر چڑھنے میں ان کی لطافت، خفت اور سرعت رفتار ان کی اعانت کرتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ، عام عادی رفتار کے مطابق، یہ مسافت ابتدائے عروج سے لے کر اس حد تک جو ان کے لیے مقرر کی گئی ہے اور ملاء اعلیٰ تک، پچاس ہزار برس کے برابر ہے۔
(تفسیر سعدی: 2836,2837/3)

(4) ﴿فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ﴾ ''ایک ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔'' یہ مقدار عروج کی ابتدا سے لے کر اس حد تک ہے جو ان کے لیے مقرر کی گئی ہے اور ملاء اعلیٰ تک 50 ہزار برس مقرر کی گئی ہے۔

(5) 50 ہزار سال والے دن سے مراد قیامت کا دن ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ قیامت کا دن کافروں کے لیے پچاس ہزار سال کا ہوگا۔

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر کوئی سونے اور چاندی کا مالک اس میں سے اس کا حق (زکوۃ) ادا نہیں کرے گا، تو قیامت کے دن اس کے لیے آگ کے تختے بنائے جائیں گے، پھر دوزخ کی آگ سے انہیں خوب گرم کر کے اس کے پہلو، پیشانی اور پیٹھ پر داغ لگائے جائیں گے۔ جب وہ ٹھنڈے ہو جائیں گے تو دوبارہ گرم کر لیے جائیں گے (اور پھر داغ دیا جائے گا) اس روز جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہوگی، مسلسل یہ کام ہوتا رہے گا، بالآخر جب بندوں کا فیصلہ ہو جائے گا تو اسے یا تو جنت کا راستہ بتا دیا جائے گا یا دوزخ کا۔'' (مسلم: 2290)

﴿فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا﴾

''چنانچہ آپ صبر کریں، بہت اچھا صبر'' (5)

سوال: ﴿فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا﴾ ''چنانچہ آپ صبر کریں، بہت اچھا صبر'' نبی ﷺ کو صبر کی تلقین کی گئی اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا﴾ ''چنانچہ آپ صبر کریں، بہت اچھا صبر'' اللہ رب العزت نے نبی ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ

اے نبی ﷺ آپ نے اپنی قوم کو دعوت دی اور وہ جھٹلا کر آپ ﷺ کا دل دکھا رہی ہے اور قیامت اور عذاب کے لئے جلدی مچا رہی ہے کیونکہ انہیں یقین نہیں کہ وہ آنے والے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا:﴿يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا مُشْفِقُونَ مِنْهَا وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا الْحَقُّ ۗ أَلَا إِنَّ الَّذِينَ يُمَارُونَ فِي السَّاعَةِ لَفِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ﴾ ''اُسے وہی لوگ جلدی مانگتے ہیں جو اُس پر ایمان نہیں رکھتے، اور جو لوگ ایمان لائے وہ اُس سے ڈرنے والے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ یقیناوہ حق ہے۔ سن لو! یقیناجو لوگ قیامت کے بارے میں آپس میں جھگڑتے ہیں یقیناوہ دُور کی گمراہی میں ہیں۔'' (الشوریٰ:18)

(2) آپ ﷺ اس پر صبر جمیل سے کام لیں اور دل پر ملال نہ آنے دیں۔ اپنے رب کے حکم پر قائم رہیں ان کا رویہ آپ ﷺ کو دعوت دینے سے نہ روکے۔ صبر کرنے میں خیر کثیر ہے۔

(3) سیدنا ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مومن کی مثال کھیتی کی طرح ہے کہ اسے ہمیشہ ہوا جھکاتی رہتی ہے اور مومن کو بھی مصیبتیں پہنچتی رہتی ہیں اور منافق کی مثال صنوبر کے درخت کی طرح ہے جو حرکت نہیں کرتا یہاں تک کہ جڑ سے اکھیڑ دیا جاتا ہے۔'' (مسلم:7092)

﴿إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا﴾

''یقیناوہ اُسے دُور سمجھتے ہیں'' (6)

سوال:﴿إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا﴾ ''یقیناوہ اُسے دُور سمجھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا﴾ ''یقیناوہ اُسے دُور سمجھتے ہیں'' وہ قیامت کو یا عذاب کو دور دیکھتے ہیں۔

(2) جس پر بدبختی غالب آجائے وہ اس چیز کو بھی دور دیکھتا ہے جو اس سے قریب ہو۔

﴿وَنَرَاهُ قَرِيبًا﴾

''اور ہم اُسے قریب دیکھتے ہیں'' (7)

سوال:﴿وَنَرَاهُ قَرِيبًا﴾ ''اور ہم اُسے قریب دیکھتے ہیں'' آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَنَرَاهُ قَرِيبًا﴾ ''اور ہم اُسے قریب دیکھتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کو یہ دن قریب نظر آتا ہے جسے آنا ہے وہ آکر رہے گا اور آنے والا قریب ہی ہے۔

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿اقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ﴾ ''لوگوں کے لیے اُن کا حساب قریب آگیا اور وہ غفلت میں منہ موڑنے والے ہیں۔'' (الانبیاء:1)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں اور قیامت اس طرح بھیجے گئے ہیں جس طرح یہ دو انگلیاں (شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی)۔'' (بخاری:6505)

﴿يَوۡمَ تَكُوۡنُ السَّمَآءُ كَالۡمُهۡلِ﴾

''اس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوجائے گا'' (8)

سوال: ﴿يَوۡمَ تَكُوۡنُ السَّمَآءُ كَالۡمُهۡلِ﴾ ''اس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوجائے گا'' آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَوۡمَ﴾ ''اس دن'' یعنی قیامت کے دن جس میں یہ واقعات پیش آئیں گے۔

(2) ﴿تَكُوۡنُ السَّمَآءُ كَالۡمُهۡلِ﴾ ''آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوجائے گا'' مہل کے معنی پگھلا ہوا تانبا بھی اور تیل کی تلچھٹ بھی۔ اور ان دونوں چیزوں کی رنگت سرخی مائل ہوتی ہے۔ یعنی آج تو ہمیں آسمان نیلگوں نظر آتا ہے اس دن یہ اپنا رنگ بدلنا شروع کردے گا حتیٰ کہ نیلگوں ہونے کی بجائے سرخی مائل ہوجائے گا۔ (تیسیر القرآن:517/4)

(3) آسمان پھٹ جانے کی وجہ سے پگھلے ہوئی تانبے کی طرح ہوجائے گا۔

﴿وَتَكُوۡنُ الۡجِبَالُ كَالۡعِهۡنِ﴾

''اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اُون کی طرح ہوجائیں گے'' (9)

سوال: ﴿وَتَكُوۡنُ الۡجِبَالُ كَالۡعِهۡنِ﴾ ''اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اُون کی طرح ہوجائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَتَكُوۡنُ الۡجِبَالُ كَالۡعِهۡنِ﴾ ''اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اُون کی طرح ہوجائیں گے'' اور پہاڑ دھنکی ہوئی اون کی طرح ہوں گے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَتَكُوۡنُ الۡجِبَالُ كَالۡعِهۡنِ الۡمَنۡفُوۡشِ﴾ ''اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اُون کی طرح ہو جائیں گے۔'' (القارعۃ:05)

(2) اس کے بعد اڑتا ہوا غبار بن جائیں گے اور ختم ہوجائیں گے۔ جب ان بڑے بڑے اجرام پر یہ گھبراہٹ اور بے قراری طاری ہوگی تو اس کمزور بندے کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جس کی کمر کو گناہوں کے بوجھ نے بوجھل کر رکھا ہوگا؟ کیا وہ اس لائق نہ ہوگا کہ اس کا دل اکھڑ جائے اس کی عقل وخرد زائل ہوجائے اور وہ ہر ایک سے غافل ہوجائے؟ (تفسیر سعدی:2839/3)

﴿وَلَا يَسۡـَٔلُ حَمِيۡمٌ حَمِيۡمًا﴾

''اور کوئی دلی دوست کسی دلی دوست کو نہ پوچھے گا'' (10)

سوال: ﴿وَلَا يَسۡـَٔلُ حَمِيۡمٌ حَمِيۡمًا﴾ ''اور کوئی دلی دوست کسی دلی دوست کو نہ پوچھے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا﴾ ''اور کوئی دلی دوست کسی دلی دوست کو نہ پوچھے گا'' قیامت کے دن ہر ایک کو اپنی فکر ہو گی۔

(2)﴿حَمِيْمٌ﴾ سے مراد قریبی ہے، یعنی قریبی دوست، وہ اپنے دوست کو دیکھے گا مگر اس کے دل میں اتنی گنجائش نہ ہو گی کہ وہ اس کا حال پوچھ سکے، نہ وہ ان امور کے بارے میں پوچھ سکے گا جو ان کی آپس کی معاشرت اور محبت کے متعلق ہوں گے، بس اسے اپنے آپ کا غم ہو گا۔ (تفسیر سعدی: 2839/3)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى﴾ ''اور کوئی بوجھ اُٹھانے والی (جان) کسی دوسری (جان) کا بوجھ نہیں اُٹھائے گی اور اگر کوئی بوجھ سے لدی ہوئی جان اپنے بوجھ کے لیے پکارے گی تو اس کے بوجھ میں سے کچھ بھی اٹھایا نہ جائے گا اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہو'' (فاطر: 18)

(4)﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۡ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَـيْـــًٔا ۭ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۪ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ﴾ ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈر جاؤ اور اُس دن سے ڈرو جب کوئی باپ اپنے بیٹے کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ ہی کوئی بیٹا اپنے باپ کے کچھ بھی کام آنے والا ہو گا، یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، چنانچہ دنیا کی زندگی تمہیں بالکل دھوکے میں نہ ڈالے اور وہ بڑا دھوکے باز ہرگز تمہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکہ نہ دے جائے۔'' (لقمان: 33)

(5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جان پہچان والے ایک دوسرے سے کترا جائیں گے۔

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَىِٕذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ﴾ ''اُس دن اُن میں سے ہر شخص کی ایسی حالت ہو گی جو اُسے (دوسروں سے) بے نیاز کر دے گی۔'' (عبس: 37)

﴿يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ۭ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِىِٕذٍۢ بِبَنِيْهِ﴾

''(حالانکہ) وہ انہیں دِکھائے جائیں گے، مجرم چاہے گا کہ اُس دن کے عذاب سے (بچنے کے لیے) کاش وہ فدیے میں دے دے اپنے بیٹوں کو'' (11)

سوال: ﴿يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ۭ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِىِٕذٍۢ بِبَنِيْهِ﴾ ''(حالانکہ) وہ انہیں دِکھائے جائیں گے، مجرم چاہے گا کہ اُس دن کے عذاب سے (بچنے کے لیے) کاش وہ فدیے میں دے دے اپنے بیٹوں کو'' آخرت میں فدیہ بھی منظور نہیں ہو گا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿يُّبَصَّرُوْنَهُمْ﴾ ''(حالانکہ) وہ انہیں دِکھائے جائیں گے'' یعنی دوست دوستوں کو دیکھیں گے، ایک دوسرے کو پہچان لیں گے مگر بات نہیں کریں گے۔

(2)﴿يَوَدُّ الْمُجْرِمُ﴾ ''مجرم چاہے گا'' یعنی جس پر اللہ تعالیٰ کا عذاب ثابت ہو جائے گا وہ چاہے گا۔

(3)﴿لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ﴾ ''کہ اُس دن کے عذاب سے (بچنے کے لیے) کاش وہ فدیے میں دے دے اپنے بیٹوں کو'' یعنی اپنی اس اولاد کو فدیے میں دے دے جسے بیٹیوں کے مقابلے میں وہ افضل سمجھتا تھا۔ مجرم چاہے گا اپنے جگر گوشے، اپنے بیٹے کو فدیہ میں دے کر اپنی جان بچالے، مگر اس دن فدیہ قبول نہیں ہوگا۔

﴿وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ﴾

''اور اپنی بیوی کو اور اپنے بھائی کو'' (12)

سوال: ﴿وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ﴾ ''اور اپنی بیوی کو اور اپنے بھائی کو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَصَاحِبَتِهِ﴾ ''اور اپنی بیوی کو'' یعنی مجرم چاہے گا اپنی اس بیوی کو جس سے وہ محبت کرتا تھا اسے فدیہ میں دے کر اپنی جان بچالے۔ (2)﴿وَأَخِيهِ﴾ ''اور اپنے بھائی کو'' یعنی اس بھائی کو فدیہ میں دے دے جو اس کا مددگار تھا، مگر اس دن فدیہ قبول نہیں ہوگا۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ (۳۴) وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ (۳۵) وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ (۳۶) لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ (۳۷)﴾ ''اُس دن آدمی اپنے بھائی سے۔ اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے۔ اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے دور بھاگے گا۔ اُس دن اُن میں سے ہر شخص کی ایسی حالت ہوگی جو اُسے (دوسروں سے) بے نیاز کر دے گی۔'' (عبس: 34,37)

﴿وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ﴾

''اور اپنے قریبی خاندان کو جو اُسے جگہ دیتا تھا'' (13)

سوال: ﴿وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ﴾ ''اور اپنے قریبی خاندان کو جو اُسے جگہ دیتا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَفَصِيلَتِهِ﴾ ''اور اپنے قریبی خاندان کو'' یعنی مجرم چاہے گا کہ اپنے اہل خاندان کو یعنی اپنے رشتے داروں کو اپنے بدلے میں دے کر خود جہنم کی آگ سے بچ جائے مگر اسے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

(2)﴿الَّتِي تُؤْوِيهِ﴾ ''جو اُسے جگہ دیتا تھا'' یعنی یہ اس قبیلے کا معاملہ ہوگا جو ایک دوسرے کے مددگار رہوں گے۔

﴿وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ﴾

''اور اُن سب کو جو زمین میں ہیں۔ پھر وہ (فدیہ) اس کو نجات دلا دے'' (14)

سوال: ﴿وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ﴾ ''اور اُن سب کو جو زمین میں ہیں۔ پھر وہ (فدیہ) اس کو نجات دلا دے''

کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَن فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا﴾ ''اور اُن سب کو جو زمین میں ہیں'' قیامت کے دن فدیہ قبول نہیں ہوگا اگرچہ مجرم زمین کے سارے باشندے لے کر آئے۔ یعنی مجرم اپنی جڑیں اور شاخیں اور دنیا کی ہر چیز کے لئے چاہے گا کہ اسے فدیے میں دے کر خود کو بچالے۔

(2)﴿ثُمَّ يُنجِيهِ﴾ ''پھر وہ (فدیہ) اس کو نجات دلا دے'' یعنی روئے زمین کے سارے باشندے لے کر بھی حاضر ہوگا تو فدیہ منظور نہیں ہوگا۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِي وَالِدٌ عَن وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَن وَالِدِهِ شَيْئًا ۚ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۖ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ﴾ ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈر جاؤ اور اُس دن سے ڈرو جب کوئی باپ اپنے بیٹے کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ ہی کوئی بیٹا اپنے باپ کے کچھ بھی کام آنے والا ہوگا، یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، چنانچہ دنیا کی زندگی تمہیں بالکل دھوکے میں نہ ڈالے اور وہ بڑا دھوکے باز ہرگز تمہیں اللہ تعالیٰ کے بارے میں دھوکہ نہ دے جائے۔'' (القمان:33)

(4)﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ وَإِن تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَىٰ حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ﴾ ''اور کوئی بوجھ اُٹھانے والی (جان) کسی دوسری (جان) کا بوجھ نہیں اُٹھائے گی اور اگر کوئی بوجھ سے لدی ہوئی جان اپنے بوجھ کے لیے پکارے گی تو اس کے بوجھ میں سے کچھ بھی اٹھایا نہ جائے گا اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہو'' (فاطر:18)

(5)﴿فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ﴾ ''پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو اُس دن اُن کے درمیان کوئی قرابت داریاں نہ رہیں گی اور نہ ہی وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔'' (المومنون:101)

﴿كَلَّا ۖ إِنَّهَا لَظَىٰ﴾

''ہرگز نہیں! یقیناً وہ شعلہ مارتی ہوئی آگ ہے'' (15)

سوال:﴿كَلَّا ۖ إِنَّهَا لَظَىٰ﴾ ''ہرگز نہیں! یقیناً وہ شعلہ مارتی ہوئی آگ ہے'' آیت کی روشنی میں جہنم کی آگ کی خصوصیات بیان کریں؟

جواب:(1)﴿كَلَّا﴾ ''ہرگز نہیں!'' یعنی اب ان کے لیے کوئی حیلہ ہے نہ مدد کا موقع، ان پر تیرے رب کا فیصلہ واجب ہو چکا رشتے داروں اور دوستوں کا فائدہ بھی جا چکا۔ (تفسیر سعدی:2839/3)

(2)﴿إِنَّهَا لَظَىٰ﴾ ''یقیناً وہ شعلہ مارتی ہوئی آگ ہے'' اب وہ آگ ہوگی جس کے شعلے خوفناک اور بلند ہونگے۔ جو کھال کو جھلسا دے گی یعنی ظاہری اور باطنی اعضاء کو اپنے سخت عذاب کی وجہ سے جھلسا دے گی۔

﴿نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى﴾

’’جومنہ اور سر کی کھال کو اتار کھینچنے والی ہے‘‘ (16)

سوال: ﴿نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى﴾ ’’جومنہ اور سر کی کھال کو اتار کھینچنے والی ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى﴾ ’’جومنہ اور سر کی کھال کو اتار کھینچنے والی ہے‘‘ وہ آگ کھوپڑی کو پلپلا کر دے گی۔

(2) شوی بمعنی جسم کے اطراف۔ ہاتھ پاؤں اور وہ اعضاء جن پر زخم لگنے سے موت واقع نہ ہو۔ یعنی جہنم کی آگ ان کی کھالوں کو کھینچ لے گی۔ کھالیں گل جائیں گی جسم ننگے بے کھال ہو جائیں گے مگر یہ آگ مجرموں کی جان ختم نہیں کر سکے گی۔ (تیسیر القرآن:4/518)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ (۱۰۳) تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ (۱۰۴)﴾ ’’اور وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا، وہ جہنم میں ہمیشہ رہنے والے اُن کے چہروں کو آگ جھلسا دے گی اور اس میں وہ جبڑے نکالنے والے ہوں گے۔‘‘ (المومنون:103,104)

(4) جہنم کی آگ ہڈیوں کو گوشت سے جدا کر دے گی۔ چہرے اور عضو کو مسخ کر دے گی۔

﴿تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى﴾

’’وہ ہر اُس شخص کو بلائے گی جس نے پیٹھ پھیری اور منہ موڑا‘‘ (17)

سوال: ﴿تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى﴾ ’’وہ ہر اُس شخص کو بلائے گی جس نے پیٹھ پھیری اور منہ موڑا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿تَدْعُوْا﴾ ’’وہ ہر اُس شخص کو بلائے گی‘‘ جہنم کی آگ خطیبانہ طریقے سے بلائے گی۔

(2) ﴿مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى﴾ ’’جس نے پیٹھ پھیری اور منہ موڑا‘‘ دوزخ کی آگ ہر اس شخص کو اپنی طرف بلائے گی جس نے حق سے منہ موڑا اور اس سے کوئی غرض نہ رکھا۔

(3) جہنم کی خوفناک آگ اپنے ان بیٹوں کو بلائے گی جن کو جہنم کے لیے پیدا کیا گیا۔ کیونکہ انہوں نے دنیا میں دل سے حق کو جھٹلایا اور نیکیوں سے دل چرایا تھا۔

(4) ایک روایت کے مطابق جہنم سے ایک گردن نکلے گی جو جہنم کے مستحق لوگوں کو یوں چن چن کر اٹھالے گی جیسے کوئی پرندہ زمین سے پڑا ہوا دانہ اٹھالیتا ہے۔ (تیسیر القرآن:4/518)

﴿وَجَمَعَ فَاَوْعٰى﴾

’’اور مال جمع کیا پھر اسے بند رکھا‘‘ (18)

سوال:﴿وَجَمَعَ فَاَوْعٰى﴾ ''اور مال جمع کیا پھر اسے بند رکھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَجَمَعَ فَاَوْعٰى﴾ ''اور مال جمع کیا پھر اسے بند رکھا'' یعنی جس نے مال جمع کیا اور اسے سینت سینت کر رکھا نہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی پرواہ کی نہ انسانوں کے حقوق کی۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۣ ﴿١﴾ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ﴿٢﴾ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ﴿٣﴾ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ﴿٤﴾ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ﴿٥﴾ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ﴿٦﴾ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ﴿٧﴾ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ﴿٨﴾ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ﴿٩﴾﴾ ''بڑی ہلاکت ہے ہر بہت طعنہ دینے والے، بہت عیب لگانے والے کے لئے۔ وہ جس نے مال جمع کیا اور اُسے گن گن کر رکھا۔ وہ سمجھتا ہے یقیناً اُس کا مال ہمیشہ اُس کو زندہ رکھے گا۔ ہرگز نہیں! وہ توڑ پھوڑ کر رکھ دینے والی میں ضرور پھینک دیا جائے گا۔ اور کس چیز نے تمہیں خبر دی کہ حطمہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔ وہ جو دِلوں تک جھانکتی ہے۔ یقیناً وہ اُن پر بند کردی جائے گی۔ اونچے اونچے ستونوں میں۔'' (الھمزہ:1،9)

(2)﴿اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ﴿١﴾ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ﴿٢﴾ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿٣﴾ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿٤﴾ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ﴿٥﴾ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ﴿٦﴾ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ﴿٧﴾ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَىِٕذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ﴿٨﴾﴾ ''ایک دوسرے سے زیادہ حاصل کرنے کی حرص نے تمہیں غافل کردیا ہے۔ یہاں تک کہ تم نے قبرستان جا دیکھے۔ ہرگز نہیں! جلد ہی تم جان لو گے۔ پھر ہرگز نہیں! جلد ہی تم جان لو گے۔ ہرگز نہیں! کاش تم یقینی علم جان لیتے۔ یقیناً تم ضرور دوزخ کو دیکھو گے۔ یقیناً پھر تم ضرور اُس کو یقین کی آنکھ سے دیکھ لو گے۔ پھر یقیناً اُس دن تم لازماً نعمتوں کے بارے میں پوچھے جاؤ گے۔'' (التکاثر:1،8)

(3) سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خرچ کرو اور گن گن کر نہ رکھو، ورنہ اللہ بھی تمہیں گن کر دے گا اور روک کر نہ رکھو، ورنہ اللہ بھی تم سے روک لے گا۔'' (بخاری:1434)

(4) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''درہم و دینار اور چادر کا بندہ ہلاک ہوگیا، اگر اسے یہ چیزیں دی جائیں تو راضی رہتا ہے اور اگر نہ دی جائیں تو ناراض ہو جاتا ہے۔'' (بخاری:6435)

﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا﴾

''بلاشبہ انسان کم ہمت پیدا کیا گیا ہے'' (19)

سوال:﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا﴾ ''بلاشبہ انسان کم ہمت پیدا کیا گیا ہے'' انسان کمزور دل پیدا کیا گیا ہے اس آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا﴾ ''بلاشبہ انسان کم ہمت پیدا کیا گیا ہے'' یہ انسان کا وصف ہے جسے رب کریم نے پیدا کیا

ہے۔(2) اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت بیان کی ہے کہ وہ بہت بے صبرا ہے۔
(3) یعنی انسان قلیل الصبر ہے تھوڑی سی تکلیف سے صبر کھو بیٹھتا ہے۔
(4) یعنی معمولی سی تکلیف کے وقت انسان کی بے چینی، چڑچڑاہٹ اور گھبراہٹ اس بات پر ہوتی ہے کہ اب یہ مصیبت یا دکھ جانے والا نہیں۔

﴿اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا﴾

''جب اُس کو تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا جانے والا ہوتا ہے'' (20)

سوال: ﴿اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا﴾ ''جب اُس کو تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا جانے والا ہوتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا﴾ ''جب اُس کو تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا جانے والا ہوتا ہے'' پس اگر کبھی اس پر فقر یا کسی مرض کا حملہ ہوتا ہے یا مال ومتاع، گھر والوں اور اولاد میں سے کوئی محبوب چلا جاتا ہے تو وہ انتہائی بے صبری کا مظاہرہ کرتا ہے، اس بارے میں صبر کو استعمال نہیں کرتا اور نہ اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی ہی ہوتا ہے۔(2) یعنی بیماری میں صبر نہیں کرتا اور مصیبت میں کبھی راضی نہیں ہوتا۔
(3) اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر پر راضی نہیں ہوتا۔

﴿وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا﴾

''اور جب اسے بھلائی پہنچتی ہے تو بہت روکنے والا ہوتا ہے'' (21)

سوال: ﴿وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا﴾ ''اور جب اسے بھلائی پہنچتی ہے تو بہت روکنے والا ہوتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا﴾ ''اور جب اسے بھلائی پہنچتی ہے تو بہت روکنے والا ہوتا ہے'' یعنی جب مال ہاتھ میں آجائے اور اللہ تعالیٰ اپنے انعامات سے نوازتا ہے تو بخیل بن جاتا ہے اور حقوق ادا کرنے کی بجائے مال جمع کرنے لگ جاتا ہے۔
(2) پس اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اسے عطا کیا ہے اس میں سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے احسان پر اس کا شکر ادا نہیں کرتا۔ پس وہ مصیبت اور سختی کے وقت بے صبری کرتا ہے اور فراخی اور خوشحالی کے وقت مال کو اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے روکتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2840/3)
(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے: ''انسان میں دو وصف بہت برے ہوتے ہیں، ایک یہ کہ حریص و بخیل ہونے کے ساتھ دل کا کچا ہو، دوسرا یہ کہ اتنا بزدل ہو کہ گویا دل ہی نکل جائے گا۔'' (ابوداؤد: 2511)
(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کوئی دن ایسا نہیں جاتا کہ جب بندے صبح کو اٹھتے ہیں دو فرشتے آسمان سے نہ اترتے ہوں ایک کہتا ہے کہ اے اللہ خرچ کرنے والوں کو اور زیادہ دے اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ ممسک اور بخیل کے مال کو تلف کر

دے۔(بخاری:1442)

﴿اِلَّا الْمُصَلِّیْنَ﴾

’’مگر وہ نمازی‘‘(22)

سوال:﴿اِلَّا الْمُصَلِّیْنَ﴾’’مگر وہ نمازی‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِلَّا الْمُصَلِّیْنَ﴾’’مگر وہ نمازی‘‘یعنی برے اوصاف اور بری عادات سے بچنے والے نمازی ہیں۔

(2)نمازیوں کو اللہ تعالیٰ برائیوں سے محفوظ رکھتا ہے اور بھلائیوں کی توفیق دیتا ہے یعنی جب ان پر مصیبت آتی ہے تو وہ صبر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھتے ہیں اور انہیں جب کوئی بھلائی ملتی ہے تو شکر ادا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کرتے ہیں اور اس سے ثواب کی امید رکھتے ہیں۔

﴿الَّذِیْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ﴾

’’جو اپنی نماز کی ہمیشہ پابندی کرنے والے ہیں‘‘(23)

سوال:﴿الَّذِیْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ﴾’’جو اپنی نماز کی ہمیشہ پابندی کرنے والے ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿الَّذِیْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ﴾’’جو اپنی نماز کی ہمیشہ پابندی کرنے والے ہیں‘‘یعنی جو پابندی سے ہر حال میں اور ہمیشہ نماز ادا کرتے ہیں۔(2)وہ نماز کے اوقات اور اس کے واجبات و فرائض کا خیال رکھتے ہیں۔

(3)وہ اس کی تمام شرائط اور اس کو مکمل کرنے والے امور کا خیال رکھتے ہیں۔(4)وہ بے وقت نماز نہیں پڑھتے۔

(5)وہ ناقص طریقے سے نماز نہیں پڑھتے۔وہ ذوق وشوق اور خشوع وخضوع سے نماز پڑھتے ہیں۔

(6)دوام کا ایک معنی تو ہیشگی ہے اور دَامَ الشیئ بمعنی کسی چیز کا عرصہ دراز تک بلا تغیر ایک ہی حالت میں رہنا،ترجمہ میں یہی معنی اختیار کیا گیا ہے اس کا دوسرا معنی سکون اور ٹھہراؤ اور مَاءُ الدَّائِم بمعنی کھڑا پانی جس میں کچھ حرکت نہ ہو۔اس لحاظ سے معنی یہ ہوگا کہ وہ لوگ اپنی نماز کو نہایت سکون،ٹھہراؤ،اطمینان قلب اور خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔(تفسیر تیسیر القرآن:4/519)

(7)سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چٹائی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اس کا حجرہ بنا لیتے تھے۔پھر اس میں نماز پڑھنے لگے اور دن کو اس چٹائی کو بچھا لیتے،ایک رات صحابہ کا ہجوم ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اے لوگو تم پر اتنا عمل کرنا لازم ہے جس کی تم طاقت رکھتے ہو کیونکہ اللہ ثواب دینے سے نہیں تھکتا جبکہ تم عمل کرنے سے تھک جاتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعمال میں سب سے پسندیدہ عمل یہ ہے جس پر دوام ہیشگی ہو اور اگرچہ وہ تھوڑا عمل ہو اور آل محمد کا بھی یہی معمول تھا کہ جب کوئی

عمل کرتے تو اسے مستقل مزاجی سے کرتے۔(صحیح مسلم:1827)

(8)سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میرے پاس بنو اسد کی ایک عورت بیٹھی تھی، نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو ان کے متعلق پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ میں نے کہا کہ یہ فلاں خاتون ہیں جو رات بھر نہیں سوتیں ان کی نماز کا ذکر آپ کے سامنے کیا گیا، لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کہ بس تمہیں صرف اتنا عمل کرنا چاہئے جتنے کی تم میں طاقت ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ تو (ثواب دینے سے) تھکتا ہی نہیں تم ہی عمل کرتے کرتے تھک جاتے ہو۔(صحیح بخاری:1151)

(9)سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر مداومت کی جائے، گو کم ہو۔''(بخاری:43)

(10)دوام میں سکون کے معنی بھی ہیں جیسے ماء دائم ٹھہرے ہوئے پانی کو کہتے ہیں۔نماز میں سکون اور جمعیت قلب واجب ہے۔کیونکہ جس کے رکوع اور سجدہ میں اطمینان اور اعتدال نہیں اس کی نماز میں پختگی نہیں۔(مختصر ابن کثیر:2/2126)

﴿وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ﴾

''اور جن کے مالوں میں ایک مقرر حق ہے''(24)

سوال:﴿وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ﴾''اور جن کے مالوں میں ایک مقرر حق ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ﴾''اور جن کے مالوں میں ایک مقرر حق ہے''یعنی زکوٰۃ اور صدقات کو اپنے مال میں مقرر حق سمجھ کر ادا کرتے ہیں۔

(2)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''ایک دفعہ ایک آدمی صحرا میں چلا جا رہا تھا کہ اس نے ایک بدلی سے ایک آواز سنی، فلاں کے باغ کو سیراب کرو۔پس بادل کا یہ ٹکڑا الگ ہوا اور اس نے اپنا پانی ایک سیاہ سنگلاخ زمین میں برسا دیا، پس ان نالوں میں سے ایک نالے نے سارا پانی اپنے اندر جمع کر لیا (اور پانی چلنے لگا)، یہ شخص بھی اس پانی کے پیچھے پیچھے چلا (آگے جا کر ایک مقام پر دیکھا) کہ ایک آدمی اپنے باغ میں کھڑا، اپنے کسی اوزار) سے اپنے باغ کو پانی لگا رہا ہے۔اس نے اس سے پوچھا: اے اللہ کے بندے! تیرا نام کیا ہے؟ اس نے وہی نام بتایا جو اس نے بدلی سے سنا تھا۔پس باغبان نے اس سے کہا: اے اللہ کے بندے! تو میرا نام کیوں پوچھتا ہے؟ اس نے کہا: میں نے اس بادل میں جس سے یہ پانی (یہاں بہتا ہوا آیا) ہے، ایک آواز سنی کہ فلاں شخص کے باغ کو سیراب کر اور یہ وہی نام ہے جو تو نے اپنا بتلایا ہے، تو اس باغ میں ایسا کون سا عمل کرتا ہے؟ (کہ تیرے باغ کی سیرابی کے لیے اللہ تعالیٰ نے بادل کو حکم دیا) اس باغ والے نے کہا: جب تو یہ کہہ رہا ہے تو (میں بتا دیتا ہوں کہ) میں اس باغ کی پیداوار کا اندازہ لگاتا ہوں اور اس میں سے تیسرا حصہ صدقہ کرتا

ہوں، تیسرا حصہ میری اور میرے اہل وعیال کی خوراک ہوجاتا ہے اور اس کا تیسرا حصہ اس باغ پر دوبارہ لگا دیتا ہوں۔'' (مسلم:7473)

﴿لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ﴾

''سائل کا اور محروم کا'' (25)

سوال: ﴿لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ﴾ ''سائل کا اور محروم کا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لِّلسَّآئِلِ﴾ ''سائل کا'' یعنی جو اپنی حاجت اور ضرورت کے لئے دوسرے سے سوال کرتا ہے۔

(2) ﴿وَالْمَحْرُوْمِ﴾ ''اور محروم کا'' محروم سے مراد وہ مسکین ہے جو سوال کرنے کا مستحق ہونے کے باوجود ہچکچاتا ہے۔

(3) محروم سے مراد وہ شخص بھی ہے جو روزگار کی تلاش میں ہو اور اسے روزگار میسر نہ آ رہا ہو یا جتنی روزی کما رہا ہے اس سے اس کی ضروریات پوری نہ ہوتی ہوں یا روزی کمانے کے قابل ہی نہ ہو۔ جیسے بوڑھے، بیمار، اندھا، لنگڑا، اپاہج وغیرہ۔ (تیسیر القرآن:520/4)

(4) سیدنا قبیصہ بن مخارق الہلالی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کسی امر کے لئے چندہ جمع کرنے کا بار اپنے اوپر ڈال لیا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں پوچھنے کے لئے حاضر ہوا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھہر جاؤ کہ ہمارے پاس صدقہ کا مال آ جائے تو ہم تم کو حکم دیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے قبیصہ! تین آدمیوں کے علاوہ کسی سے مانگنا جائز نہیں ہے، ایک وہ شخص جس نے اپنے اوپر چندہ کا بوجھ ڈالا ہو تو اس کے لئے اتنی رقم پوری کرنے تک مانگنا جائز ہے پھر وہ رک جائے، دوسرا وہ شخص جس کے مال کو کسی آفت نے ختم کر دیا ہو تو اس کے لئے اپنے گزر بسر تک یا گزر اوقات کے قابل ہونے تک مانگنا جائز ہے، تیسرا آدمی وہ ہے جس کے تین دن فاقہ میں گزر جائیں اور اس کی قوم میں سے تین کامل العقل آدمی اس بات کی گواہی دیں کہ فلاں آدمی کو فاقہ پہنچا ہے تو اس کے لئے گزر بسر کے قابل ہونے تک مانگنا جائز ہے۔'' (مسلم:2404)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسکین وہ نہیں جو گھومتا رہتا ہے اور لوگوں کے اردگرد پھرتا رہتا ہے پھر ایک لقمے یا دو لقمے اور ایک کھجور یا دو کھجوریں لے کر لوٹ جاتا ہے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پھر مسکین کون ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسکین وہ ہے جو اتنا مالدار نہ ہو جس سے ضروریات زندگی پوری کر سکے اور نہ لوگ اسے مسکین تصور کرتے ہوں کہ اس کو صدقہ دیں اور نہ وہ لوگوں سے کچھ مانگتا ہو۔'' (مسلم:2393)

(6) یعنی ان کے مال میں ضرورت مندوں کا ایک مقررہ حصہ ہے خواہ کوئی مانگے یا نہ مانگے۔

﴿وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ﴾

''اور وہ لوگ جو جزا کے دن کو سچ مانتے ہیں'' (26)

سوال:﴿وَالَّذِيۡنَ يُصَدِّقُوۡنَ بِيَوۡمِ الدِّيۡنِ﴾ ''اور وہ لوگ جو جزا کے دن کو سچ مانتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَالَّذِيۡنَ يُصَدِّقُوۡنَ بِيَوۡمِ الدِّيۡنِ﴾ ''اور وہ لوگ جو جزا کے دن کو سچ مانتے ہیں'' یعنی جو جزا پر، موت کے بعد زندگی اور حساب کتاب پر یقین رکھتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

(2) جو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید کے ساتھ صالح اعمال بجالاتے ہیں اور اس کے عذاب کے خوف سے برے اعمال سے بچتے ہیں۔

﴿وَالَّذِيۡنَ هُمۡ مِّنۡ عَذَابِ رَبِّهِمۡ مُّشۡفِقُوۡنَ﴾

''اور وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں'' (27)

سوال:﴿وَالَّذِيۡنَ هُمۡ مِّنۡ عَذَابِ رَبِّهِمۡ مُّشۡفِقُوۡنَ﴾ ''اور وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَالَّذِيۡنَ هُمۡ مِّنۡ عَذَابِ رَبِّهِمۡ مُّشۡفِقُوۡنَ﴾ ''اور وہ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں'' جو اپنے رب کے عذاب سے خوف زدہ رہتے ہیں اور ہر اس کام کو ترک کر دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرف لے جاتا ہو۔

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿وَالَّذِيۡنَ يُؤۡتُوۡنَ مَاۤ اٰتَوۡا وَّقُلُوۡبُهُمۡ وَجِلَةٌ اَنَّهُمۡ اِلٰى رَبِّهِمۡ رٰجِعُوۡنَ﴾ ''اور وہ لوگ جو دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور اُن کے دل کانپتے ہیں کہ بے شک وہ اپنے رب کی طرف واپس جانے والے ہیں۔'' (المومنون:60)

(3)﴿الَّذِيۡنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ وَالصّٰبِرِيۡنَ عَلٰى مَاۤ اَصَابَهُمۡ وَالۡمُقِيۡمِى الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَ﴾ ''وہ لوگ کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور جو مصیبت ان پر آتی ہے اس پر صبر کرنے والے ہوتے ہیں اور نماز قائم کرنے والے ہیں اور جو کچھ ہم نے اُنہیں عطا کیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔'' (الحج:35)

﴿اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمۡ غَيۡرُ مَاۡمُوۡنٍ﴾

''یقیناً اُن کے رب کے عذاب سے بے خوف نہیں ہوا جاسکتا'' (28)

سوال:﴿اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمۡ غَيۡرُ مَاۡمُوۡنٍ﴾ ''یقیناً اُن کے رب کے عذاب سے بے خوف نہیں ہوا جاسکتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمۡ غَيۡرُ مَاۡمُوۡنٍ﴾ ''یقیناً اُن کے رب کے عذاب سے بے خوف نہیں ہوا جاسکتا'' اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف نہیں ہوا جاسکتا۔ اس عذاب سے ڈرا اور بچا جاتا ہے۔

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرے اور اس سے بچے۔ (تفسیر قرطبی: 215/9)

﴿وَّالَّذِيۡنَ هُمۡ لِفُرُوۡجِهِمۡ حٰفِظُوۡنَ﴾

''اور وہ لوگ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں'' (29)

سوال: ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ﴾ ''اور وہ لوگ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ﴾ ''اور وہ لوگ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں'' یعنی وہ لوگ اپنی عصمتوں کی حفاظت کرتے ہیں اور جہاں اسلام اجازت نہیں دیتا ادھر کا رخ بھی نہیں کرتے۔

(2) پس وہ اپنی شرمگاہوں کے ذریعے سے ایسی مجامعت نہیں کرتے جو حرام قرار دی گئی ہو، یعنی زنا، سدومیت (قوم لوط والا عمل)، بیوی کی دبر میں مجامعت اور حالت حیض وغیرہ میں مجامعت سے بچتے ہیں، نیز وہ اپنی شرم گاہوں کی ان لوگوں کے دیکھنے اور چھونے سے حفاظت کرتے ہیں جن کے لیے دیکھنا اور چھونا جائز نہیں۔ وہ ان تمام وسائل محرمہ کو بھی ترک کر دیتے ہیں جو فحش کام کے ارتکاب کی دعوت دیتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2841/3)

﴿اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ﴾

''سوائے اپنی بیویوں اور اُن عورتوں کے جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ ہیں تو یقیناً وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں'' (30)

سوال: ﴿اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ﴾ ''سوائے اپنی بیویوں اور اُن عورتوں کے جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ ہیں تو یقیناً وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ﴾ ''سوائے اپنی بیویوں'' یعنی وہ اپنی بیویوں کو اپنے لیے حلال سمجھتے ہیں۔

(2) ﴿اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ﴾ ''اور اُن عورتوں کے جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ ہیں'' یعنی وہ اپنی لونڈیوں کو مباح سمجھتے ہیں۔

(3) ﴿فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ﴾ ''تو یقیناً وہ ملامت کیے ہوئے نہیں ہیں'' یعنی حلال کے استعمال پر انہیں کوئی ملامت کرنے والا، ٹیڑھی نگاہ سے دیکھنے والا نہیں۔

(4) یعنی اس مقام میں جماع کرنے پر، جو کھیتی کا مقام ہے، ان پر کوئی ملامت نہیں۔ (تفسیر سعدی: 2841/3)

(5) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین حضرات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے گھروں کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق پوچھنے آئے۔ جب انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بتایا گیا تو جیسے انہوں نے اسے کم سمجھا اور کہا کہ ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا مقابلہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو تمام اگلی پچھلی لغزشیں معاف کر دی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ آج سے میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے سے رہوں گا اور کبھی ناغہ نہیں ہونے دوں گا۔ تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے جدائی اختیار کر لوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان سے پوچھا کہ کیا تم نے ہی یہی باتیں کہی ہیں؟ سن لو اللہ تعالیٰ کی قسم! میں

اللہ رب العالمین سے تم سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں، میں تم سب سے زیادہ پرہیز گار ہوں لیکن میں اگر روزے رکھتا ہوں تو افطار بھی کرتا ہوں، رات میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح کرتا ہوں۔ جس نے میرے طریقے سے بے رغبتی کی وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔'' (صحیح بخاری:5063)

﴿فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ﴾

''پھر جو کوئی اُس کے علاوہ تلاش کرتا ہے وہی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں'' (31)

سوال: ﴿فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ﴾ ''پھر جو کوئی اُس کے علاوہ تلاش کرتا ہے وہی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ﴾ ''پھر جو کوئی اُس کے علاوہ تلاش کرتا ہے'' یعنی جو بیوی اور لونڈی کے علاوہ کچھ اور تلاش کرے۔

(2) ﴿فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ﴾ ''وہی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں'' حلال کو چھوڑ کر حرام کو اختیار کرنا حد سے گزرنا ہے۔

(3) یعنی وہ لوگ جو چیز اللہ تعالیٰ نے حلال ٹھہرائی ہے اس سے تجاوز کر کے اس میں پڑتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے۔ یہ آیت کریمہ نکاح متعہ (اور مروجہ حلالہ) کی حرمت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ یہ زوجہ مقصود ہے نہ لونڈی۔ (تفسیر سعدی:2841/3)

(4) یعنی وہ ظلم و زیادتی کرنے والے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:1678)

(5) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ ''زمانہ جاہلیت میں نکاح چار طرح کے ہوتے تھے: ایک صورت تو یہی تھی جیسے آج کل لوگ کرتے ہیں' ایک شخص دوسرے شخص کے پاس اس کی زیرِ پرورش لڑکی یا اس کی بیٹی کے نکاح کا پیغام بھیجتا اور اس کا مہر دے کر اس سے نکاح کرتا۔ دوسرا نکاح یہ تھا کہ کوئی شوہر اپنی بیوی سے جب وہ حیض سے پاک ہو جاتی کہتا کہ تو فلاں شخص کے پاس چلی جا اور اس سے منہ کالا کرا لے، اس مدت میں شوہر اس سے جدا رہتا اور اسے چھوتا بھی نہیں۔ پھر جب اس غیر مرد سے اسکا حمل ظاہر ہو جاتا جس سے وہ عارضی طور پر صحبت کرتی رہتی تو حمل کے ظاہر ہونے کے بعد اگر اس کا شوہر چاہتا تو اس سے صحبت کرتا، ایسا اس لئے کرتے تھے کہ ان کا لڑکا شریف اور عمدہ پیدا ہو۔ یہ نکاح ''نکاح استبضاع'' کہلاتا تھا۔ تیسری قسم نکاح کی یہ تھی کہ چند آدمی جو تعداد میں دس سے کم ہوتے کسی ایک عورت کے پاس آنا جانا رکھتے اور اس سے صحبت کرتے۔ پھر جب وہ عورت حاملہ ہوتی اور بچہ جنتی تو وضع حمل پر چند دن گزرنے کے بعد وہ عورت ان تمام مردوں کو بلاتی۔ اس موقع پر ان میں سے کوئی مرد انکار نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ وہ سب اس عورت کے پاس جمع ہو جاتے اور وہ ان سے کہتی کہ جو تمہارا معاملہ تھا وہ تمہیں معلوم ہے، اب میں نے یہ بچہ جنا ہے پھر وہ کہتی کہ اے فلاں! یہ بچہ تمہارا ہے۔ وہ جس کا چاہتی نام لے دیتی اور وہ لڑکا اسی کا سمجھا جاتا، وہ شخص اس سے انکار کی جرت نہیں کر سکتا تھا۔ چوتھا نکاح اس طور پر تھا کہ بہت سے لوگ کسی عورت کے پاس

آیا جایا کرتے تھے۔ یہ عورت اپنے پاس کسی بھی آنے والے کو روکتی نہیں تھی۔ یہ کسبیاں ہوتی تھیں۔ اس طرح کی عورت اپنے دروازے پر جھنڈے لگائے رہتی تھیں جو نشانی سمجھے جاتے تھے۔ جو بھی چاہتا ان کے پاس جاتا۔ اس طرح کی عورت جب حاملہ ہوتی اور جب بچہ جنتی تو اس کے پاس آنے جانے والے جمع ہو جاتے اور کسی قافیہ جاننے والے کو بلاتے اور بچہ کا ناک نقشہ جس سے ملتا جلتا ہوتا اس عورت کے اس لڑکے کو اسی کے ساتھ منسوب کر دیتے اور وہ بچہ اسی کا بیٹا کہا جاتا، اس سے کوئی انکار نہیں کرتا تھا۔ پھر جب محمد ﷺ حق کے ساتھ رسول ہو کر تشریف لائے تو آپ ﷺ نے جاہلیت کے تمام نکاحوں کو باطل قرار دے دیا، صرف اس نکاح کو باقی رکھا جس کا آج کل رواج ہے۔'' (بخاری: 5127)

(6) سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''جو مجھے اپنے دو جبڑوں کے درمیان اور اپنے دو پیروں کے درمیانی شرمگاہ کی ضمانت دے دے میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں۔'' (بخاری)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب کوئی شخص زنا کرتا ہے اس پر ایمان نکل کر سر پر چھتری کی طرح کھڑا رہتا ہے جب وہ اس حرکت سے فارغ ہو جاتا ہے تو ایمان پھر واپس آ جاتا ہے۔'' (ابوداؤد: 4690)

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ﴾

''اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس رکھنے والے ہیں'' (32)

سوال: ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ﴾ ''اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس رکھنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ﴾ ''اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس رکھنے والے ہیں'' یعنی جو امین اور صادق ہیں، خائن اور غدار نہیں کیونکہ امانت اور عہد مومنوں کی صفتیں ہیں اور خیانت اور غداری منافقوں کی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿اٰيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ، اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ، وَ اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ﴾ منافق کی تین نشانیاں ہیں بات بات پر جھوٹ بولنا، وعدہ کر کے توڑ دینا، اور امانت میں خیانت کرنا۔ (بخاری: 33) (مختصر ابن کثیر: 2/2126)

(2) یعنی وہ امانتوں اور عہد کی رعایت رکھنے اور حفاظت کرنے والے ہیں، امانتوں کو ادا کرنے اور عہد کو پورا کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ یہ آیت کریمہ ان تمام امانتوں کو شامل ہے جو بندے اور اس کے رب کے درمیان ہیں جیسے وہ پوشیدہ امور جن کا انسان مکلف بنایا گیا ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور وہ امانتیں جو ان اموال اور اسرار کے بارے میں ہیں جو آپس میں بندوں کے مابین ہیں۔ اسی طرح یہ عہد اس عہد کو بھی شامل ہے جو اس نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے اور اس عہد کو بھی شامل ہے جو اس نے مخلوق سے کیا ہے کیونکہ عہد کے بارے میں بندے سے پوچھا جائے گا کہ آیا وہ اس عہد پر قائم رہا اور اسے پورا کیا یا اس نے اسے دور پھینک دیا، اس میں خیانت کی اور اس

پر قائم نہ رہا؟ (تفسیر سعدی:2841,2842/3)

(3) امانت اسم جنس ہے جس میں دین کی امانتیں شامل ہیں۔شریعت کی امانتیں ہیں جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو امین بنایا ہے اور اس میں لوگوں کی امانتیں بھی شامل ہیں۔ (تفسیر قرطبی:215/9)

(4)''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:''اللہ کا ارشاد ہے کہ تین طرح کے لوگ ایسے ہوں گے جن کا قیامت کے دن میں مدعی بنوں گا۔ایک وہ شخص جس نے میرے نام پر عہد کیا،اور وہ توڑ دیا،وہ شخص جو کسی آزاد انسان کو بیچ کر اس کی قیمت کھائی اور وہ شخص جس نے کوئی مزدور اجرت پر رکھا۔اس سے پوری طرح کام لیا۔لیکن اس کی مزدوری نہیں دی۔'' (صحیح بخاری:2227)

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ﴾

''اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم رہنے والے ہیں'' (33)

سوال 1:﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ﴾ ''اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم رہنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ﴾ ''اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم رہنے والے ہیں'' یعنی وہ اپنی شہادتوں پر قائم رہتے ہیں نہ انہیں چھپاتے ہیں،نہ ان میں تبدیلی کرتے ہیں۔

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ﴾ ''اور جو اس کو چھپائے گا تو یقیناً اس کا دل گناہ گار ہے'' (البقرہ:283)

(3) وہ گواہی میں کسی رشتے کی رعایت نہیں رکھتے۔

(4) ان کے نزدیک گواہی قائم رکھنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہوتا ہے۔

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!انصاف پر پوری طرح قائم رہنے والے اور اللہ تعالیٰ کے لئے گواہی دینے والے بنو،اگرچہ تمہاری اپنی جانوں کے یا والدین کے اور رشتے داروں کے خلاف ہو،اگر کوئی مال دار ہے یا فقیر،تو اللہ تعالیٰ ان دونوں سے زیادہ حق دار ہے،چنانچہ خواہشِ نفس کی اتباع نہ کرو کہ تم عدل کرو اور اگر تم زبان کو پیچ دو یا پہلو تہی کرو تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے جو تم عمل کرتے ہو اس سے پوری طرح باخبر ہے۔'' (النساء:135)

(6) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ﴾ ''اور گواہی اللہ تعالیٰ کے لیے قائم کرو۔'' (الطلاق:2)

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ﴾

''اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں'' (34)

سوال: ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ﴾ ''اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ﴾ ''اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں'' یعنی پانچوں نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں ان کی شرائط اور ارکان کی حفاظت کرتے ہیں۔ رکوع اور سجود میں اعتدال رکھتے ہیں اور خشوع سے اطمینان سے نماز ادا کرتے ہیں۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ﴾ ''سب نمازوں کی حفاظت کرو اور خصوصاً درمیانی نماز کی اور اللہ تعالیٰ کے لیے فرماں بردار بن کر کھڑے ہو جاؤ۔'' (البقرہ:238)

(3) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز کی ابتدا تکبیر تحریمہ اور ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ کی قرات سے کرتے تھے اور جب رکوع کرتے تو سر کو اونچا نہ رکھتے نہ نیچا بلکہ برابر سیدھا رکھتے اور جب رکوع سے سر اُٹھاتے تو اس وقت تک دوسرا سجدہ نہ کرتے جب تک سیدھے کھڑے نہ ہو جاتے اور جب سجدہ سے سر اُٹھاتے تو اس وقت تک دوسرا سجدہ نہ کرتے جب تک سیدھے نہ بیٹھ جاتے اور ہر دو رکعتوں میں التحیات پڑھتے اور بائیں پاؤں کو بچھاتے اور اپنے دائیں پاؤں کو کھڑا کرتے اور شیطان کی طرح بیٹھنے سے منع کرتے اور درندوں کی طرح آدمی اپنے دونوں ہاتھ زمین پر بچھا دے اس سے بھی منع فرماتے اور سلام کے ساتھ نماز ختم کرتے اور آپ ﷺ عقبہ شیطان سے یعنی دونوں پاؤں کھڑے کر کے ایڑیوں پر بیٹھنے سے منع فرماتے تھے۔ (مسلم:1110)

(4) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندے کی طرف ہمیشہ نماز میں توجہ کئے رہتے ہیں جب تک کہ وہ بندہ ادھر ادھر نہ دیکھے اور جب بندہ نماز میں ادھر ادھر دیکھنے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے اپنی توجہ ہٹا لیتا ہے۔ (ابوداؤد:909)

(5) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں جو شخص بہترین وضو کر کے انہیں وقت پر ادا کرتا ہے ان کے رکوع وسجود اور خشوع کو مکمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا اس کے ساتھ وعدہ ہو جاتا ہے کہ وہ اسے معاف فرمائے گا اور جو ایسے نہیں کرتا اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی وعدہ نہیں، چاہے گا تو اسے معاف کر دے گا اور چاہے گا تو اسے عذاب دے گا۔'' (ابوداؤد:425)

(6) سیدنا ابوبکر بن عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ بصرہ کے ایک آدمی نے ان سے معلوم کیا کہ تم نے رسول اللہ ﷺ سے کیا بات سنی؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے آپ سے یہ سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ وہ شخص دوزخ میں نہیں جائے گا جو سورج نکلنے سے پہلے اور سورج غروب ہونے سے پہلے نماز ادا کرتا ہو۔ اس شخص نے کہا کہ تم نے سنا ہے؟ تم نے سنا ہے؟ تم نے سنا ہے؟ انہوں نے ہر مرتبہ جواب دیا کہ ہاں سنا ہے میں نے اور میرے کانوں نے اور میرے قلب نے اس بات کو اچھی طرح یاد رکھا ہے، اس کے بعد اس شخص نے کہا کہ میں نے بھی رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ یہی فرماتے تھے۔ (ابوداؤد:427)

(7) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ ''یہ تو منافق کی نماز ہے کہ سورج کو بیٹھے دیکھتا رہتا ہے جب وہ شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان میں ہوتا ہے تو کھڑا ہو کر چار ٹھونگیں مارنے لگ جاتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتا مگر بہت تھوڑا۔'' (مسلم:1412)

﴿اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ﴾

''یہی لوگ جنتوں میں عزت دیے جانے والے ہیں'' (35)

سوال: ﴿اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ﴾ ''یہی لوگ جنتوں میں عزت دیے جانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اُولٰٓئِكَ﴾ ''یہی لوگ'' یعنی وہ لوگ جو یہ صفات رکھتے ہیں جن کی صفات کا ذکر پچھلی آیات میں کیا گیا۔

(2) ﴿فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ﴾ ''جنتوں میں عزت دیے جانے والے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ ان کو اکرام و تکریم اور ہمیشہ رہنے والی نعمتوں سے نوازے گا جن کی ان کے نفس خواہش کریں گے اور ان کی آنکھیں لذت حاصل کریں گی اور وہ ان نعمتوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل سعادت و توخیر کو اوصاف کاملہ، اخلاق فاضلہ سے موصوف کیا ہے، یعنی عبادت بدنیہ، مثلاً: نماز اور اس پر مداومت، اعمال قلبیہ، مثلاً: خشیت الٰہی جو ہر بھلائی کو دعوت دیتی ہے، عبادات مالیہ، عقائد نافعہ، اخلاق فاضلہ، اللہ تعالیٰ سے معاملہ، اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے بہترین معاملہ، یعنی ان کے ساتھ انصاف کرنا، ان کے حقوق اور ان کی امانتوں کی حفاظت کرنا، ایسے افعال جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں، اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کر کے عفت کامل اختیار کرنا۔ (تفسیر سعدی:3/2842)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ (10) الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (11)﴾ ''یہی لوگ وارث ہیں۔ جو فردوس کے وارث ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' (المومنون:11,10)

رکوع نمبر 8

﴿فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ﴾

''پھر کافروں کو کیا ہو گیا ہے کہ آپ کی طرف دوڑے چلے آنے والے ہیں؟'' (36)

سوال: ﴿فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ﴾ ''پھر کافروں کو کیا ہو گیا ہے کہ آپ کی طرف دوڑے چلے آنے والے ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ﴾ ''پھر کافروں کو کیا ہو گیا ہے کہ آپ کی طرف دوڑے چلے آنے والے ہیں؟'' نبی ﷺ کو جھٹلانے والے کافروں کے دنیا اور آخرت میں احوال کا ذکر ہے۔

(2) رب العزت نے ان کافروں کی مذمت کی ہے جو آپ ﷺ کو دیکھتے اور جانچتے رہتے تھے۔ان کے سامنے وحی کی روشنی بھی تھی، وہ رسول اللہ ﷺ سے ظاہر ہونے والے معجزات بھی دیکھتے رہتے تھے پھر بھی آپ ﷺ سے بدکتے تھے۔

﴿عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ﴾

''دائیں بائیں سے گروہ درگروہ'' (37)

سوال:﴿عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ﴾''دائیں بائیں سے گروہ درگروہ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ﴾''دائیں بائیں سے گروہ درگروہ''یعنی وہ گروہوں اور ٹولیوں میں دائیں بائیں سے بھاگتے رہے۔(2) یعنی وہ سچے دین سے بدکتے رہے اور دائیں بائیں بھاگتے رہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ (۴۹) كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ (۵۰) فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ (۵۱)﴾

''تو اُنہیں کیا ہے کہ وہ نصیحت سے منہ موڑنے والے ہیں؟ گویا کہ وہ بدکنے والے جنگلی گدھے ہیں۔جو شیر سے بھاگے ہیں۔'' (المدثر:49,51)

﴿اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ﴾

''کیا اُن میں سے ہر شخص یہ طمع رکھتا ہے کہ وہ نعمت بھری جنت میں داخل کردیا جائے گا؟'' (38)

سوال:﴿اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ﴾''کیا اُن میں سے ہر شخص یہ طمع رکھتا ہے کہ وہ نعمت بھری جنت میں داخل کردیا جائے گا؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ﴾''کیا اُن میں سے ہر شخص یہ طمع رکھتا ہے''یعنی نبی ﷺ سے کترا کر اِدھر اُدھر بھاگنے والے یہ طمع رکھتے ہیں۔

(2)﴿اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ﴾''کہ وہ نعمت بھری جنت میں داخل کردیا جائے گا؟''یعنی ان میں سے ہر ایک اپنے آپ کو جنتی سمجھتا ہے۔ایک طرف حق سے منہ موڑتے ہیں اور دوسری طرف جنت میں داخلے کی طمع رکھتے ہیں۔

﴿كَلَّا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ﴾

''ہرگز نہیں! ہم نے اُن کو جس چیز سے پیدا کیا ہے اسے یہ خود جانتے ہیں'' (39)

سوال:﴿كَلَّا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ﴾''ہرگز نہیں! ہم نے اُن کو جس چیز سے پیدا کیا ہے اسے یہ خود جانتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَلَّا﴾ ''ہرگز نہیں!''یعنی معاملہ وہ نہیں ہوگا جو وہ چاہتے ہیں یعنی وہ جنت میں جانے والے نہیں۔ان کا ٹھکانہ تو جہنم ہے۔

(2)﴿اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''ہم نے اُن کو جس چیز سے پیدا کیا ہے اسے یہ خود جانتے ہیں۔''یعنی ہم نے انھیں اچھل کر گرنے والے پانی سے بنایا جو پیٹھ اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے۔پس وہ بہت کمزور ہیں،وہ خود اپنے کسی نفع ونقصان کے مالک نہیں،وہ موت پر قادر ہیں نہ زندگی پر اور نہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر۔(تفسیر السعدی:3/2843)

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ﴾ ''کیا ہم نے تمھیں ایک حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟''(المرسلت:20)

(4)﴿فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ﴾ ''چنانچہ انسان کو چاہیے کہ وہ دیکھے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا۔''(الطارق:5)

﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ﴾

''پس میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے رب کی!بے شک ہم یقینا قدرت رکھنے والے ہیں''(40)

سوال:﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ﴾ ''پس میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے رب کی!بے شک ہم یقینا قدرت رکھنے والے ہیں۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ﴾ ''پس میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے رب کی!بے شک ہم یقینا قدرت رکھنے والے ہیں۔''یعنی اللہ تعالیٰ نے مشرق ومغرب پیدا کیے۔ان کی قسم اس لیے کھائی ہے کیونکہ ان میں قیامت پر اوران کی مانند ایسے لوگ لے آنے میں اس کی قدرت پر بڑی نشانیاں ہیں۔(تفسیر سعدی3/2843)

(2)سورج ہر روز مشرق سے نکلتا ہے لیکن سال کے 365 دنوں میں الگ الگ مقام سے نکلتا ہے اور 365 مقامات سے ہی غروب ہوتا ہے حالانکہ ہر روز مغرب میں ہی غروب ہوتا ہے۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''یقینا آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کو پیدا کرنے سے زیادہ بڑا کام ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔''(غافر:57)

(4)﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور کیا بھلا انہوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور جو اُن کی تخلیق سے تھکا نہیں،اس پر قادر ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کرے؟ہاں!یقینا وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔''(الاحقاف:33)

﴿عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ﴾

''اس پر کہ ہم بدلے میں ان سے اچھے لوگ لے آئیں اور ہم ہرگز عاجز نہیں ہیں''(41)

سوال:﴿عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ﴾ ''اس پر کہ ہم بدلے میں ان سے اچھے لوگ لے آئیں اور ہم ہرگز عاجز نہیں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ﴾ ''اس پر کہ ہم بدلے میں ان سے اچھے لوگ لے آئیں'' یعنی ہم قادر ہیں کہ انہیں ہلاک کر دیں اور ان کی جگہ بہتر لوگوں کو لے آئیں۔(ایسر التفاسیر:1679) رب العزت نے فرمایا:﴿وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور تمہیں نئے سرے سے اس شکل میں پیدا کر دیں جسے تم نہیں جانتے۔'' (الواقعہ:61)

(2)﴿وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ﴾ ''اور ہم ہرگز عاجز نہیں ہیں'' یعنی اگر ہم کسی کو دوبارہ زندہ کریں تو وہ ہم پر سبقت نہیں لے جا سکتا نہ آگے بڑھ سکتا ہے اور نہ ہمیں عاجز کر سکتا ہے۔(تفسیر سعدی:2844/3)

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ﴾ ''ہم نے تمہارے درمیان موت کا وقت مقرر کیا ہے اور ہم ہرگز عاجز نہیں ہیں۔'' (الواقعہ:60)

(4)﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ؕ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ﴾ ''کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم اُس کی ہڈیاں ہرگز جمع نہ کریں گے؟ کیوں نہیں! ہم اس پر قادر ہیں کہ اُس کی پور پور تک کو درست کر دیں۔'' (القیامہ:3,4)

﴿فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ﴾

''چنانچہ اُنہیں چھوڑ دو کہ وہ باتیں بناتے رہیں اور کھیلتے رہیں حتیٰ کہ یہ اپنے اس دن سے آملیں جس کا وہ وعدہ دیے جاتے ہیں'' (42)

سوال:﴿فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ﴾ ''چنانچہ اُنہیں چھوڑ دو کہ وہ باتیں بناتے رہیں اور کھیلتے رہیں حتیٰ کہ یہ اپنے اس دن سے آملیں جس کا وہ وعدہ دیے جاتے ہیں'' ''جو نصیحت نہ مانے اسے اس کے حال پر چھوڑ دو'' آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب(1)﴿فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا﴾ ''چنانچہ اُنہیں چھوڑ دو کہ وہ باتیں بناتے رہیں اور کھیلتے رہیں'' یعنی جب انہوں نے موت کے بعد کی زندگی اور جزا و سزا کو نہیں مانا اور وہ نافرمانی اور جھٹلانے پر جم گئے تو اب انہیں ان کے باطل عقائد میں، ان کی سرکشی میں گرفتار چھوڑ دیں۔

(2)﴿حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ﴾ ''حتیٰ کہ یہ اپنے اس دن سے آملیں جس کا وہ وعدہ دیے جاتے ہیں'' جب تک وہ دن نہ پالیں جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے اور جب تک یہ اپنے کفر کا وبال نہ چکھ لیں۔

(3) اللہ رب العزت نے ان کے لیے عبرت ناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(4)﴿وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا﴾ ''اور آپ چھوڑ دو ان لوگوں کو جنہوں نے اپنا دین

کھیل اور دل لگی بنا رکھا ہے اور جن کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا ہے۔'' (الانعام:70)

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿فَوَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (۱۱) الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ (۱۲)﴾''چنانچہ اُس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی تباہی ہے۔ جو فضول بحث میں اچھل کود رہے ہیں۔'' (الطور:11,12)

﴿يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ﴾

''جس دن یہ اپنی قبروں سے تیز دوڑتے ہوئے نکلیں گے گویا کہ وہ کسی گاڑے ہوئے نشان کی طرف دوڑے جا رہے ہیں'' (43)

سوال:﴿يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ﴾''جس دن یہ اپنی قبروں سے تیز دوڑتے ہوئے نکلیں گے گویا کہ وہ کسی گاڑے ہوئے نشان کی طرف دوڑے جا رہے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا﴾''جس دن یہ اپنی قبروں سے تیز دوڑتے ہوئے نکلیں گے'' یعنی قبروں سے محشر کی طرف دوڑتے ہوں گے۔

(2)﴿كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ﴾''گویا کہ وہ کسی گاڑے ہوئے نشان کی طرف دوڑے جا رہے ہیں'' یعنی گویا کہ وہ ایک نشان کا قصد رکھتے ہیں، وہ اس داعی کی آواز کی نافرمانی کر سکیں گے نہ پکارنے والے کی پکار سے ادھر ادھر التفات کریں گے بلکہ ذلیل و مقہور ہو کر رب کائنات کے سامنے پیش ہوں گے۔ (تفسیر السعدی:2844/3)

(3)﴿نُصُبٍ﴾نصب الشی بمعنی کسی چیز کو سیدھے رخ کھڑا کر دینا اور زمین میں گاڑ دینا اور نصیب اس پتھر کو بھی کہتے ہیں جو بطور نشان راہ گاڑا جاتا ہے نیز نصیب پتھر یا لوہے کے اس مجسمے کو بھی کہتے ہیں جو کسی جگہ بغرض عبادت نصب کر دیا گیا ہو۔ یہ مجسمے عموماً نبیوں، ولیوں اور پیروں یا بادشاہوں کے ہوتے ہیں اور ایسے مقامات جہاں یہ مجسمے نصب ہوں انہیں بھی نصب یا تھان یا استھان یا آستانے کہا جاتا ہے اور نصیب کی جمع نصب یا انصاب آتی ہے۔ گویا نصب کے تین معنی ہوئے (i) نشان راہ کے پتھر (ii) نصب شدہ مجسمے (iii) وہ مقام جہاں مجسمے یا بت نصب ہوں۔ اس آیت میں تینوں معنی مراد ہو سکتے ہیں۔ پہلا معنی اس لحاظ سے کہ ان کا دوڑنا اللہ کے حکم کے تحت اور اضطراری امر ہوگا اور باقی دونوں معنی اس لحاظ سے کہ دنیا میں وہ ایسے بتوں کے مجسموں اور تھانوں کی طرف تیزی سے دوڑ کر جایا کرتے تھے۔ (تیسیر القرآن:523/4)

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ (۶) خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ (۷) مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ (۸)﴾''چنانچہ آپ اُن سے منہ پھیر لیں۔ جس دن پکارنے والا ایک سخت ناگوار چیز کی طرف پکارے گا۔ ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی، وہ اپنی قبروں سے ایسے نکلیں گے گویا وہ منتشر ٹڈیاں ہوں۔ گردن اُٹھا کر پکارنے والے کی طرف دوڑنے والے ہوں گے، کافر کہیں گے ''یہ تو بڑا مشکل دن ہے۔'' (القمر:6,8)

(5)﴿يَوْمَ تَشَقَّقُ الْأَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ۚ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ﴾ ''جس دن اُن پر سے زمین پھٹ جائے گی اور لوگ (نکل کر) تیزی سے دوڑ رہے ہوں گے، یہ حشر ہم پر بہت ہی آسان ہے۔'' (ق:44)

﴿خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۚ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ﴾

''اُن کی نگاہیں جھکی ہوں گی، ذلت انہیں گھیرے ہوئے ہوگی یہی وہ دن ہے جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا تھا'' (44)

سوال1:(1)﴿خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۚ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ﴾ ''اُن کی نگاہیں جھکی ہوں گی، ذلت انہیں گھیرے ہوئے ہوگی یہی وہ دن ہے جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ﴾ ''اُن کی نگاہیں جھکی ہوں گی'' یعنی ندامت سے ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی۔

(2)﴿تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ﴾ ''ذلت انہیں گھیرے ہوئے ہوگی'' ذلت اور اضطراب ان کے دلوں اور عقلوں پر غالب آجائیں گے، ان کی نگاہیں جھک جائیں گی، تمام حرکات ساکن اور تمام آوازیں منقطع ہو جائیں گی، یہ حال اور یہ انجام اس دن ہوگا۔ (تفسیر سعدی:2844/3)

(3)﴿ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ﴾ ''یہی وہ دن ہے جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا تھا'' یعنی یہ وہ دن ہے جس کے عذاب کی وعید دی جاتی تھی اور وہ قیامت کا دن ہے۔ (4) اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور اس کی وعیدوں کا پورا ہونا یقینی ہے۔

سوال2: قیامت کے وعدے پر کسے یقین آتا ہے؟

جواب: قیامت کے وعدے پر اُسے یقین آتا ہے:

(1) جس کو یہ یقین آجائے کہ میں خود سے وجود میں نہیں آیا مجھے کوئی وجود میں لانے والا ہے۔

(2) جس کو یہ یقین آجائے کہ اس کا خالق عظمت والا، زبردست قوتوں والا، جو چاہے کر گزرنے والا ہے۔

(3) جس کو یہ یقین آجائے کہ اسے بے مقصد پیدا نہیں کیا گیا۔

(4) جس کو یہ یقین آجائے کہ جیسے ہر عمل کا کوئی نہ کوئی نتیجہ نکلنے والا ہے ایسے ہی ہماری زندگی کا بھی نتیجہ نکلنا چاہیے۔

(5) جس کو اللہ تعالیٰ کے انصاف پر یقین آجائے وہ ایک ایسے دن پر یقین ضرور کر لیتا ہے جب انسانوں کے درمیان انصاف ہوگا۔

ایاتہا ۲۸ ۔ ۷۱ سُوْرَۃُ نُوْحٍ مَكِّيَّةٌ ۷۱ ۔ رکوعاتہا ۲

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: سورۃ نوح مکی سورت ہے۔ 2 رکوع اور 28 آیات پر مشتمل ہے۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 71 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے بھی اس کا نمبر 71 ہے۔

رکوع نمبر 9

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

﴿اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِہٖۤ اَنۡ اَنۡذِرۡ قَوۡمَکَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ﴾

"یقیناً ہم نے نوح کو اُس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا کہ اپنی قوم کو خبردار کردو اس سے پہلے کہ اُن پر دردناک عذاب آجائے" (1)

سوال: ﴿اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِہٖۤ اَنۡ اَنۡذِرۡ قَوۡمَکَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ﴾ "یقیناً ہم نے نوح کو اُس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا کہ اپنی قوم کو خبردار کردو اس سے پہلے کہ اُن پر دردناک عذاب آجائے" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِہٖۤ﴾ "یقیناً ہم نے نوح کو اُس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا" اس سورت کا آغاز سیدنا نوح علیہ السلام کے رسالت اور نبوت کے مشن پر فائز کرنے سے ہوتا ہے۔

(2) سیدنا نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کے پاس رسول بنا کر بھیجا گیا۔ انہوں نے طویل عرصے تک اپنی ذمہ داریاں پوری کیں۔

(3) ﴿اَنۡ اَنۡذِرۡ قَوۡمَکَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ﴾ "کہ اپنی قوم کو خبردار کردو اس سے پہلے کہ اُن پر دردناک عذاب آجائے" سیدنا نوح علیہ السلام کو مشن کا ہدف بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہونے سے پہلے اپنی قوم کو خبردار کردیں کہ اگر وہ عذاب آنے سے پہلے توبہ کر کے اپنی اصلاح کرلیں گے تو عذاب نہیں آئے گا۔

﴿قَالَ یٰقَوۡمِ اِنِّیۡ لَکُمۡ نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ﴾

"اُس نے کہا: "اے میری قوم! یقیناً میں تمہیں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں" (2)

سوال: ﴿قَالَ یٰقَوۡمِ اِنِّیۡ لَکُمۡ نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ﴾ "اُس نے کہا: "اے میری قوم! یقیناً میں تمہیں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ یٰقَوۡمِ اِنِّیۡ لَکُمۡ نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ﴾ "اُس نے کہا: "اے میری قوم! یقیناً میں تمہیں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں" نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق دعوت کا آغاز کردیا۔

(2) سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: میں تمہیں کھلم کھلا کہہ رہا ہوں کہ اللہ کے عذاب سے ڈر جاؤ جو تم پر آنے ہی والا ہے اور سچے دل

سے توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لو۔ میں تمہارے لیے حق کو واضح کر کے، کھول کھول کر بیان کرنے والا ہوں۔

﴿اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ﴾

''کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اُس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو'' (3)

سوال: ﴿اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ﴾ ''کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اُس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو'' سیدنا نوح علیہ السلام نے آسمانی عذاب سے بچنے کی کیا صورت واضح فرمائی؟

جواب: (1) سیدنا نوح علیہ السلام نے واضح فرمایا آسمانی عذاب سے بچانے والی تین صورتیں ہیں۔

(i) ﴿اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ﴾ ''کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو'' یعنی خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، یہ اسی کا حق ہے اس کے ساتھ دوسروں کو شریک نہ کریں۔ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عفیر نامی گدھے پر سوار تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے معاذ کیا تو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر کیا ہے؟'' میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ اس کو عذاب نہ دے جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔'' میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا میں لوگوں کو اس کی خوشخبری دے دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں (ورنہ) وہ اسی پر بھروسہ کر بیٹھیں گے۔'' (صحیح مسلم: 144)

(ii) ﴿وَاتَّقُوْهُ﴾ ''اور اُس سے ڈرو'' سیدنا نوح علیہ السلام نے آسمانی عذاب سے بچانے والی دوسری صورت سے آگاہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہو۔ تقویٰ سے مراد ہے اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید باندھ کر اس کی اطاعت کرنا اور اس کے عذاب کا خوف رکھتے ہوئے اس کے روکے سے رک جانا۔ سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ سے امید باندھنے اور اس سے خوف رکھنے کی دعوت دی۔

(iii) ﴿وَاَطِيْعُوْنِ﴾ ''اور میری اطاعت کرو'' سیدنا نوح علیہ السلام نے آسمانی عذاب سے بچانے والی تیسری صورت سے آگاہ فرمایا کہ میری اطاعت کرو یعنی میری نصیحت قبول کرو۔ (جامع البیان: 96/9)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا﴾ ''اور جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے منہ موڑا تو ہم نے ان پر آپ کو نگہبان بنا کر نہیں بھیجا ہے۔'' (النساء: 79,80)

﴿يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾

''وہ تمہارے لیے تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور ایک مقررہ مدت تک تمہیں مہلت دے گا۔ اللہ تعالیٰ کا مقررہ وقت جب آ جاتا ہے

تو موخر نہیں کیا جاتا، کاش! تم جانتے ہوتے'' (4)

سوال 1: ﴿يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ''وہ تمہارے لیے تمہارے گناہ معاف کردے گا اور ایک مقررہ مدت تک تمہیں مہلت دے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ﴾ ''وہ تمہارے لیے تمہارے گناہ معاف کردے گا'' یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کا تقویٰ اختیار کرکے میری اطاعت کردو گے تو وہ تمہارے بڑے بڑے گناہ معاف کردے گا جن کی وجہ سے تم عذاب کے مستحق بن چکے تھے۔

(2) ﴿وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ''اور ایک مقررہ مدت تک تمہیں مہلت دے گا'' یعنی ایک مقررہ مدت تک تم سے ہلاکت کو ہٹا دے گا اور دنیا میں باقی رہنے کی مقدار ایک مقررہ وقت تک مئوخر کردی جائے گی۔ (3) یعنی وہ تمہاری عمروں میں برکت عطا فرمائے گا۔

(4) سیدنا ابن شمامہ مہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم سیدنا عمرو العاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، جب وہ مرض الموت میں مبتلا تھے۔ وہ بہت دیر تک روتے رہے اور چہرہ مبارک دیوار کی طرف پھیر لیا۔ ان کے بیٹے ان سے کہہ رہے تھے کہ ابا جان! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اس طرح بشارت نہ دی؟ کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یہ خوشخبری نہیں سنائی؟ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ادھر متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ہمارے نزدیک سب سے افضل عمل اس بات کی گواہی دینا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور مجھ پر تین دور گزرے ہیں ایک دور تو وہ ہے جو تم نے دیکھا کہ میرے نزدیک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی مبغوض نہیں تھا اور مجھے یہ سب سے زیادہ پسند تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قابو پا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کردوں اگر میری موت اس حال میں آجاتی تو میں دوزخی ہوتا پھر جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کی محبت ڈالی تو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھائیں تاکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مبارک ہاتھ بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمرو! کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ایک شرط ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا شرط ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یہ شرط کہ کیا میرے پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمرو کیا تو نہیں جانتا کہ اسلام لانے سے اس (شخص) کے گزشتہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں اور ہجرت سے اس کے سارے گزشتہ گناہ اور حج کرنے سے بھی اس کے گزشتہ سارے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں اور (پھر اس کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی سے محبت نہیں تھی اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر میری نظر میں کس کی عظمت تھی اور اگر کوئی مجھ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارک کے متعلق پوچھتا تو میں بیان نہیں کرسکتا کیونکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (بوجہ عظمت وجلال) دیکھ نہ سکا مگر اس حال میں میری موت آجاتی تو مجھے جنتی ہونے کی امید تھی پھر اس کے بعد ہمیں کچھ ذمہ داریاں دی گئیں۔ اب مجھے پتہ نہیں کہ میرا کیا حال ہوگا؟ پس جب میرا انتقال ہوجائے تو میرے جنازے کے ساتھ نہ کوئی رونے والی ہو اور نہ آگ ہو جب تم مجھے دفن کردو تو مجھ پر مٹی ڈال دینا اس کے بعد میری قبر کے اردگرد اتنی دیر ٹھہرنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کرکے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ تمہارے قرب سے مجھے

اُنس حاصل ہوا اور میں دیکھ لوں کہ میں اپنے رب (عزوجل) کے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔ (صحیح مسلم:321)

سوال2:﴿اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ ۘ لَوۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ﴾''اللہ تعالیٰ کا مقررہ وقت جب آ جاتا ہے تو موخر نہیں کیا جاتا، کاش! تم جانتے ہوتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ﴾''اللہ تعالیٰ کا مقررہ وقت جب آ جاتا ہے تو موخر نہیں کیا جاتا'' یعنی موت کا وقت مقرر ہے، اپنے وقت پر اسے ضرور آنا ہے۔

(2)﴿لَوۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ﴾''کاش! تم جانتے ہوتے'' کاش تم علم رکھتے تو اللہ تعالیٰ کا انکار کرتے، نہ حق کے ساتھ دشمنی رکھتے۔

﴿قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ دَعَوۡتُ قَوۡمِیۡ لَیۡلًا وَّ نَهَارًا﴾

''اُس نے کہا: ''اے میرے رب یقیناً میں نے اپنی قوم کو دن رات دعوت دی ہے'' (5)

سوال:﴿قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ دَعَوۡتُ قَوۡمِیۡ لَیۡلًا وَّ نَهَارًا﴾''اُس نے کہا: ''اے میرے رب یقیناً میں نے اپنی قوم کو دن رات دعوت دی ہے'' سیدنا نوح علیہ السلام نے 950 سالہ طویل جدوجہد کی رپورٹ پیش کرنے کا آغاز کیسے کیا؟

جواب:(1)﴿قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ دَعَوۡتُ قَوۡمِیۡ لَیۡلًا وَّ نَهَارًا﴾''اُس نے کہا: ''اے میرے رب یقیناً میں نے اپنی قوم کو دن رات دعوت دی ہے۔'' سیدنا نوح علیہ السلام نے 950 سال تک اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا۔ اب سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی رپورٹ پیش کی کہ اے میرے رب میں نے انہیں تیرے راستے پر لانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ رات دن اس سلسلے کو جاری رکھا، ہر ممکن جتن کیے، ہر طرح سمجھایا، ہر تکلیف برداشت کی۔ (2) یعنی تو خوب جانتا ہے کہ میں نے کتنے جتن کیے کہ وہ تیرے قریب آ جائیں۔

﴿فَلَمۡ یَزِدۡهُمۡ دُعَآءِیۡۤ اِلَّا فِرَارًا﴾

''میرے بلانے نے دور بھاگنے کے سوا ان میں کسی چیز کا اضافہ نہیں کیا'' (6)

سوال1:﴿فَلَمۡ یَزِدۡهُمۡ دُعَآءِیۡۤ اِلَّا فِرَارًا﴾''میرے بلانے نے دور بھاگنے کے سوا ان میں کسی چیز کا اضافہ نہیں کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَمۡ یَزِدۡهُمۡ دُعَآءِیۡۤ اِلَّا فِرَارًا﴾''میرے بلانے نے دور بھاگنے کے سوا ان میں کسی چیز کا اضافہ نہیں کیا۔'' سیدنا نوح علیہ السلام نے رب العزت کے سامنے قوم کی صورت حال بیان کرتے ہوئے فرمایا: کہ میں نے آپ پر ایمان لانے اور آپ کی عبادت کی دعوت دی تو انہوں نے مجھ سے اور جس چیز کی طرف میں نے بلایا اس سے فرار کا راستہ اختیار کیا۔

(2) یعنی انہوں نے تیری اطاعت سے فرار کا راستہ اختیار کیا۔ (3) یعنی ان کی حق سے نفرت میں اضافہ ہوا اور دعوت کا کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔

سوال: دعوت الی اللہ کا فائدہ کب حاصل ہوتا ہے؟

جواب: دعوت الی اللہ کا فائدہ تب حاصل ہوتا ہے جب دعوت کے تمام مقاصد یا ان سے کچھ مقاصد حاصل ہوں۔ (تفسیر سعدی:2847/3)

﴿وَاِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا﴾

''اور یقیناً جب بھی میں نے دعوت دی اُن کو تا کہ تو اُن کو معاف کر دے تو اُنہوں نے اپنے کانوں میں اُنگلیاں ڈال لیں اور انہوں نے اپنے کپڑے اوڑھ لیے اور ضد پر اَڑ گئے اور تکبر کیا، بڑا تکبر کرنا'' (7)

سوال: ﴿وَاِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَ اسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا﴾ ''اور یقیناً جب بھی میں نے دعوت دی اُن کو تا کہ تو اُن کو معاف کر دے تو اُنہوں نے اپنے کانوں میں اُنگلیاں ڈال لیں اور انہوں نے اپنے کپڑے اوڑھ لیے اور ضد پر اَڑ گئے اور تکبر کیا، بڑا تکبر کرنا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ﴾ ''اور یقیناً جب بھی میں نے دعوت دی اُن کو تا کہ تو اُن کو معاف کر دے'' یعنی جب بھی میں نے انہیں پکارا تا کہ وہ اس دعوت کو قبول کر لیں اور انہیں بخش دیا جائے۔

(2) ﴿جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ﴾ ''تو اُنہوں نے اپنے کانوں میں اُنگلیاں ڈال لیں'' انہوں نے اس ڈر سے اپنی انگلیاں کانوں میں ٹھونس لیں کہ تیری طرف بلانے کے لیے جو دعوت میں انہیں دوں کہیں ان کے کانوں میں نہ پڑ جائے۔

(3) رب العزت نے ان کی بیماری کو واضح کرتے ہوئے فرمایا: ﴿كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ﴾ ''مشرکین پر بہت گراں ہے جس کی طرف آپ اُنہیں دعوت دیتے ہیں۔'' (الشوریٰ:13)

(4) ﴿فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ﴾ ''تو اس کی قوم میں سے سرداروں نے کہا جنہوں نے کفر کیا: ''ہم تمہیں اپنے جیسا انسان ہی دیکھتے ہیں اور ہم نہیں دیکھتے کہ سطحی رائے رکھنے والے ہمارے کم ترین افراد کے علاوہ کسی نے بھی تیری پیروی کی ہو اور ہم نہیں دیکھتے اپنے آپ پر تمہاری کوئی برتری بلکہ ہم تمہیں جھوٹا ہی سمجھتے ہیں۔'' (ہود:27)

(5) ﴿وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ﴾ ''اور انہوں نے اپنے کپڑے اوڑھ لیے'' انہوں نے حق سے بغض رکھنے کی وجہ سے منہ پر کپڑے ڈال لیے تا کہ میرا چہرہ نہ دیکھ پائیں۔ اسی طرح سے رسول اللہ ﷺ جب دعوت دیتے تھے تو کافر اپنے آپ کو ڈھانپتے تھے رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ۭ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ

﴿اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ''سن لو! وہ اپنے سینوں کو بلاشبہ موڑتے ہیں تاکہ وہ اس سے چھپ جائیں، سن لو! جب وہ اپنے کپڑوں کو اچھی طرح اوڑھتے ہیں، وہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں، بے شک وہ سینوں والی بات کو خوب جاننے والا ہے۔'' (ہود:5)

(6) مکہ کے قریشی بھی نبی ﷺ کی دعوت، قرآن حدیث کی دعوت سننا گوارہ نہیں کرتے تھے اور دوسروں کے قرآن سننے میں بھی رکاوٹ ڈالتے تھے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ اس قرآن کو نہ سنو اور اس میں شور کرو تاکہ تم غالب آجاؤ۔'' (حٰم سجدہ:26)

(7) ﴿وَاَصَرُّوْا﴾ ''اور ضد پر اَڑ گئے'' ابن زید نے کہا کہ انہوں نے اپنے شر اور کفر پر اصرار کیا۔ (جامع البیان:98/29)

(8) ﴿وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا﴾ ''اور تکبر کیا، بڑا تکبر کرنا'' یعنی انہوں نے حق کے مقابلے میں بڑا تکبر کیا جس کی وجہ سے ان کے شر میں اضافہ ہوا۔

(9) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہو جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' ایک شخص نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ! بے شک آدمی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور اس کی جوتی اچھی ہو (تو کیا یہ بھی تکبر ہے)؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے، (یہ تکبر نہیں) تکبر تو حق بات کو ٹھکرا دینا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے۔'' (مسلم، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر وبیانہ:263)

﴿ثُمَّ اِنِّيْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا﴾

''پھر میں نے انہیں باآواز بلند دعوت دی'' (8)

سوال: ﴿ثُمَّ اِنِّيْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا﴾ ''پھر میں نے انہیں باآواز بلند دعوت دی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿ثُمَّ اِنِّيْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا﴾ ''پھر میں نے انہیں باآواز بلند دعوت دی'' یعنی میں نے تیری توحید اور تیری عبادت کی دعوت دی اور شرک چھوڑنے کے لیے انہیں اعلانیہ دعوت دی۔ یعنی بھرے مجمع میں بھی انہیں سمجھایا۔

﴿ثُمَّ اِنِّيْ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا﴾

''میں نے انہیں اعلانیہ اور خفیہ دعوت دی، بہت خفیہ'' (9)

سوال: ﴿ثُمَّ اِنِّيْ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا﴾ ''میں نے انہیں اعلانیہ اور خفیہ دعوت دی، بہت خفیہ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ اِنِّيْ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا﴾ ''میں نے انہیں اعلانیہ اور خفیہ دعوت دی، بہت خفیہ'' سیدنا نوح علیہ السلام

نے دعوت کی حرص اور خیر خواہی کی وجہ سے انہیں ہر طریقے سے دعوت دی اعلانیہ بھی اور پوشیدہ طریقے سے بھی۔

(2) یعنی سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے کہا کہ میں نے تنہائی میں اور مجمعوں میں ہر طریقے سے انہیں سمجھایا تا کہ وہ راہِ راست پر آ جائیں اور جہنم کی آگ سے بچ جائیں۔

﴿فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا﴾

''تو میں نے کہا کہ اپنے رب سے بخشش مانگ لو! یقیناوہ ہمیشہ سے بہت معاف کرنے والا ہے'' (10)

سوال: ﴿فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا﴾ ''تو میں نے کہا کہ اپنے رب سے بخشش مانگ لو! یقیناوہ ہمیشہ سے بہت معاف کرنے والا ہے'' توبہ سے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں، وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ﴾ ''تو میں نے کہا کہ اپنے رب سے بخشش مانگ لو!'' یعنی سیدنا نوح علیہ السلام نے انہیں گناہوں کو چھوڑنے اور بخشش طلب کرنے کی دعوت دی۔

(2) ﴿اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا﴾ ''یقیناوہ ہمیشہ سے بہت معاف کرنے والا ہے'' گناہ گار جب گناہ پر نادم ہوکر اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہے تو جہانوں کا بادشاہ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے اور کثرت سے اس کے گناہ بخش دیتا ہے خواہ وہ شرک ہی کیوں نہ ہو۔ یقیناوہ بڑا غفور ورحیم ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے گناہوں کی بخشش اور اس پر جو اجر وثواب ہے اور جو عذاب دور ہوتا ہے اس کی رغبت دلائی ہے۔

(4) ایک دفعہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بارش کی دعا مانگنے کے لیے منبر پر چڑھے تو یہی آیت پڑھی اور اللہ سے گناہوں کی معافی بھی مانگی اور استغفار کی آیتیں پڑھیں۔ پھر فرمایا: میں نے بارش تمام آسمانی راہوں سے جن سے بارش مانگی جاسکتی ہے مانگ لی ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 2130/2)

﴿يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا﴾

''وہ آسمان سے تم پر موسلا دھار بارشیں برسائے گا'' (11)

سوال: ﴿يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا﴾ ''وہ آسمان سے تم پر موسلا دھار بارشیں برسائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے سچے دل سے توبہ کرکے گناہوں سے معافی مانگ کر، فرماں برداری کی زندگی گزارنے کے لیے دنیا کی فوری بھلائی کے ذریعے سے ترغیب دی ہے۔ ﴿يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا﴾ ''وہ آسمان سے تم پر موسلا دھار بارشیں برسائے گا۔'' یعنی تم پر بارش اور روزی کی فراوانی ہوگی۔ آسمانی اور ارضی برکتوں سے خوش حال ہوجاؤ گے۔ بارش سے جانوروں کے تھن دودھ سے بھرے رہیں گے۔ پھلوں کی کثرت ہوگی۔ ہر جگہ آبِ رواں اور دل کش سماں ہوگا۔

﴿وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا﴾

''اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا۔اور تمہارے لیے باغات پیدا کردے گا اور تمہارے لیے نہریں نکال دے گا'' (12)

سوال: ﴿وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا﴾ ''اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا۔اور تمہارے لیے باغات پیدا کردے گا اور تمہارے لیے نہریں نکال دے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ﴾ ''اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا'' یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ تمہارے اموال میں، جن کے ذریعے سے تم دنیا کی ہر وہ چیز حاصل کرتے ہو، جس کی تمھیں طلب ہوتی ہے اور تمھاری اولاد میں کثرت عطا کرے گا۔ یہ دنیا کی لذتوں اور اس کے مطالب کی انتہا ہے۔ (تفسیر السعدی:2847,2848/3) (2) یعنی مال اور اولاد میں برکتیں اور چاروں طرف نعمتیں ہوں گی۔

(3) ﴿وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا﴾ ''اور تمہارے لیے باغات پیدا کردے گا اور تمہارے لیے نہریں نکال دے گا۔'' یعنی پھلوں کی بھرمار اور کثرت پیداوار ہوگی۔ جگہ جگہ آب رواں ہوگا اور نہروں اور چشموں کا دل خوش کن سماں ہوگا۔ (سراج المنیر:2130/2)

(4) رب العزت نے دنیا کی زینت یعنی مال اور اولاد کی رغبت دلائی تاکہ وہ اللہ والے بن جائیں۔

﴿مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا﴾

''تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے تم کسی وقار کی توقع نہیں رکھتے؟ (13)

سوال: ﴿مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا﴾ ''تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے تم کسی وقار کی توقع نہیں رکھتے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا﴾ ''تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے تم کسی وقار کی توقع نہیں رکھتے؟'' تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ کی تعظیم کے لیے اس سے خوف نہیں کھاتے اور تمہارے ہاں اللہ کی کوئی قدر نہیں۔ (تفسیر سعدی:2848/3)

(2) عوفی نے کہا: تمہیں کیا ہے تم اللہ کی عظمت کو ہی نہیں جانتے۔ (قرطبی:222/9)

(3) یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت سے غافل اور اس کے جلال اور اس کی سطوت سے جاہل کیوں بن گئے ہو؟

﴿وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا﴾

''حالانکہ یقیناً اُس نے تمہیں مختلف حالتوں میں پیدا کیا ہے'' (14)

سوال: ﴿وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا﴾ ''حالانکہ یقیناً اُس نے تمہیں مختلف حالتوں میں پیدا کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا﴾ ''حالانکہ یقیناً اُس نے تمہیں مختلف حالتوں میں پیدا کیا ہے'' اَطْوَارًا ۔طور کسی چیز کی ایسی حالت کو کہتے ہیں جو اندازے کے مطابق کچھ مدت بعد تدریجی تبدیلی چاہتی ہو۔ اور تَطَوُّرٍ بمعنی ایک حالت سے دوسری یا اگلی حالت

میں تبدیل ہونا۔سو چا جائے تو انسان اطوار ہی کا مجموعہ اور مظہر ہے۔(تیسیر القرآن 4/527)

(2) یعنی ماں کے پیٹ میں، تخلیق کے مختلف مراحل میں پیدا کیا، پھر رضاعت، پھر سن طفولیت، پھر سن تمیز اور پھر جوانی میں منتقل کیا، پھر اس مرحلے میں لے گیا جہاں تمام مخلوق پہنچتی ہے۔ پس وہ ہستی جو تخلیق اور بے مثال تدبیر میں منفرد ہے، صرف اسی کے لیے عبادات اور توحید مختص ہے۔ بندوں کی تخلیق کی ابتدا کے ذکر میں معاد کی طرف اشارہ ہے اور وہ ہستی جو انہیں عدم سے وجود میں لائی، ان کے مرنے کے بعد انہیں دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔(تفسیر السعدی: 3/2848)

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۚ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۭ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ﴾ ''پھر ہم نے نطفے کو جما ہوا خون بنایا، پھر ہم نے اس جمے ہوئے خون کو بوٹی بنا دیا، پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنایا، پھر ہم نے ان ہڈیوں کو گوشت پہنایا، پھر ہم نے اُسے ایک دوسری صورت میں بنا کھڑا کیا، سو بڑا ہی برکت والا ہے اللہ تعالیٰ، بہترین پیدا کرنے والا ہے۔'' (المومنون:14)

﴿اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا﴾

''کیا تم نے دیکھا نہیں کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے اوپر نیچے سات آسمان پیدا کیے ہیں؟'' (15)

سوال:﴿اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا﴾ ''کیا تم نے دیکھا نہیں کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے اوپر نیچے سات آسمان پیدا کیے ہیں؟'' اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے لیے آسمانوں کی تخلیق سے استدلال کیا ہے۔ وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا﴾ ''کیا تم نے دیکھا نہیں کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے اوپر نیچے سات آسمان پیدا کیے ہیں؟'' رب العزت نے آسمانوں کی تخلیق سے استدلال کیا ہے جن کی تخلیق انسانوں سے زیادہ بڑی ہے۔

(2) اوپر تلے سات آسمان بنانے سے مراد ہے ہر آسمان کو دوسرے آسمان کے اوپر پیدا کیا۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَاۗءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ﴾ ''تو کیا اُنہوں نے اپنے اوپر آسمان نہیں دیکھا؟ کس طرح ہم نے اُسے بنایا؟ اور ہم نے اُسے زینت دی؟ اور اُس کے لیے کوئی شگاف نہیں ہے'' (ق:6)

﴿وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا﴾

''اور اُن میں چاند کو نور بنایا اور سورج کو چراغ بنایا'' (16)

سوال:﴿وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا﴾ ''اور اُن میں چاند کو نور بنایا اور سورج کو چراغ بنایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا﴾ ’’اور اُن میں چاند کو نور بنایا‘‘ یعنی زمین والوں کے لیے چاند کو نور بنایا۔

(2)﴿وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا﴾ ’’اور سورج کو چراغ بنایا‘‘ اس میں ان اشیاء کی تخلیق کے بڑے ہونے، نیز سورج اور چاند کے فوائد کی کثرت کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے بے پایاں احسان پر دلالت کرتی ہے۔ پس وہ عظیم اور رحیم ہستی، مستحق ہے کہ اس کی تعظیم کی جائے، اس سے محبت کی جائے، اس سے ڈرا جائے اور امید رکھی جائے۔ (تفسیر السعدی:2848/3)

(3)﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۭ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾ ’’وہی ہے جس نے سورج کو تیز روشنی اور چاند کو نور بنایا ہے اور اس کی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ، وہ ان لوگوں کے لیے نشانیاں کھول کر بیان کرتا ہے جو علم رکھتے ہیں۔‘‘ (یونس:5)

﴿وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا﴾

’’اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں زمین سے اُگایا ہے، خاص طریقے سے اُگانا‘‘ (17)

سوال:﴿وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا﴾ ’’اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں زمین سے اُگایا ہے، خاص طریقے سے اُگانا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا﴾ ’’اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں زمین سے اُگایا ہے، خاص طریقے سے اُگانا‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا جس طرح نباتات زمین کی مٹی سے پیدا ہوتے ہیں۔

(2) یعنی تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا اور تم ان کی صلب میں تھے۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ۭ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ ’’بلاشبہ عیسیٰ کی مثال اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدم کی مثال جیسی ہے، اللہ تعالیٰ نے اُس (آدم) کو مٹی سے بنایا پھر اس سے کہا کہ ہو جا تو وہ ہو گیا۔‘‘ (آل عمران:59)

﴿ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا﴾

’’پھر وہ تمہیں اس میں لوٹائے گا اور تمہیں نکالے گا، خاص طریقے سے نکالنا‘‘ (18)

سوال:﴿ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا﴾ ’’پھر وہ تمہیں اس میں لوٹائے گا اور تمہیں نکالے گا، خاص طریقے سے نکالنا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا﴾ ’’پھر وہ تمہیں اس میں لوٹائے گا‘‘ یعنی موت کے بعد تمہیں زمین میں واپس لے جاتا ہے اور اسی

میں تمہیں دفن کیا جاتا ہے۔(ایسر التفاسیر:1682)

(2)﴿وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا﴾''اور تمہیں نکالے گا، خاص طریقے سے نکالنا'' یعنی قیامت کے دن حساب کتاب اور جزا کے لیے تمہیں زمین سے نکالے گا۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ﴾''اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے اور اسی میں سے ہم تمہیں دوبارہ نکالیں گے۔''(طٰہٰ:55)

﴿وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ بِسَاطًا﴾

''اور اللہ تعالیٰ نے زمین کو تمہارے لیے ایک فرش بنادیا(19)

سوال:﴿وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ بِسَاطًا﴾''اور اللہ تعالیٰ نے زمین کو تمہارے لیے ایک فرش بنادیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ بِسَاطًا﴾''اور اللہ تعالیٰ نے زمین کو تمہارے لیے ایک فرش بنادیا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین کو تمہارے آرام کے لیے پھیلادیا۔(2)اگر وہ زمین کو نہ پھیلاتا تو کھیتی باڑی، باغات اگانا، عمارات بنانا اور ان میں رہائش اختیار کرنا ممکن نہ ہوتا۔

﴿لِّتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا﴾

''تاکہ تم اس کے کھلے راستوں میں چلو''(20)

سوال:﴿لِّتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا﴾''تاکہ تم اس کے کھلے راستوں میں چلو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لِّتَسْلُكُوا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا﴾''تاکہ تم اس کے کھلے راستوں میں چلو'' یعنی زمین کو پھیلا کر تمہارے لیے اس میں چلنا پھرنا اور نفع اٹھانا ممکن بنادیا۔

(2)اللہ تعالیٰ نے زمین کو کھینچ کر ٹھہرانے کے لیے اس میں پہاڑوں کی میخیں ٹھونک دیں تاکہ تم زمین پر ٹھہر سکو، جہاں چاہو چل پھر سکو۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَن تَمِيدَ بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِيهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ﴾''اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے کہ وہ انہیں ہلا نہ دے اور اس میں ہم نے کشادہ راستے بنائے تاکہ وہ راہ نمائی پائیں۔''(الانبیاء:31)

رکوع نمبر 10

﴿قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا﴾

''نوح نے کہا:''اے میرے رب! اُنہوں نے میری نافرمانی کی ہے اور اس کی پیروی کی جس کے مال اور اولاد نے اُس کے خسارے

کے سوا کسی چیز کا اضافہ نہیں کیا'' (21)

سوال: ﴿قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا﴾ ''نوح نے کہا: ''اے میرے رب! اُنہوں نے میری نافرمانی کی ہے اور اس کی پیروی کی جس کے مال اور اولاد نے اُس کے خسارے کے سوا کسی چیز کا اضافہ نہیں کیا'' گناہ گاروں کے لیے مال اور اولاد کی کثرت استدراج ہے وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ نُوحٌ﴾ ''نوح نے کہا: ''سیدنا نوح علیہ السلام نے اپنے رب کے سامنے قوم کی صورت حال رکھتے ہوئے کہا۔

(2) ﴿رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي﴾ ''اے میرے رب! اُنہوں نے میری نافرمانی کی ہے'' یعنی قوم کو میری نصیحت نے کوئی فائدہ نہیں دیا۔ انہوں نے میرے ہر حکم کی نافرمانی کی ہے۔

(3) سیدنا نوح علیہ السلام نے انہیں ایک اللہ کی عبادت، تقویٰ، اطاعت اور استغفار کا حکم دیا تھا جس کی انہوں نے نافرمانی کی۔

(4) ﴿وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا﴾ ''اور اس کی پیروی کی جس کے مال اور اولاد نے اُس کے خسارے کے سوا کسی چیز کا اضافہ نہیں کیا۔'' یعنی انہیں بڑے لوگوں اور اشراف کی پیروی نے ہلاکت میں ڈالا۔ ان کے مال اور اولاد نے انہیں خسارے میں ڈالا۔

(5) وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے غافل اور دنیا میں مست تھے حالانکہ نافرمانیوں کے ساتھ مال کی فراوانی اور اولاد کی کثرت استدراج کے طور پر تھی مگر وہ اسے تیری رضا اور اپنی عزت سمجھنے لگے۔ (6) ان کے لیے یہ خسارہ آخرت کا تھا۔

﴿وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا﴾

''اور اُنہوں نے خفیہ تدبیر کی، بہت بڑی خفیہ تدبیر'' (22)

سوال: ﴿وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا﴾ ''اور اُنہوں نے خفیہ تدبیر کی، بہت بڑی خفیہ تدبیر'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا﴾ ''اور اُنہوں نے خفیہ تدبیر کی، بہت بڑی خفیہ تدبیر'' یعنی ان کے رؤساء نے حق کی دشمنی میں بڑی چال چلی۔ انہوں نے قوم کو سخت دھوکے میں رکھا اور انہیں یہی سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے خوش ہے جبھی تو ہمیں نواز رکھا ہے اگر وہ ناراض ہوتا تو ہمیں مال و دولت اور عزت و جاہ سے کیوں نوازتا؟

(2) قیامت کے دن ان رؤساء کو عوام یہی کہہ کر جھٹلائیں گے ﴿بَلْ مَكْرُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ إِذْ تَأْمُرُونَنَا أَن نَّكْفُرَ بِاللَّهِ وَنَجْعَلَ لَهُ أَندَادًا ۚ وَأَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ ۚ وَجَعَلْنَا الْأَغْلَالَ فِي أَعْنَاقِ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (٣٣) وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُم بِهِ كَافِرُونَ (٣٤)﴾ ''بلکہ دن رات کی

مکاری تھی جب تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے کفر کریں اور اُس کے ساتھ شریک بنائیں،'' اور وہ ندامت کو چھپائیں گے جب وہ عذاب کو دیکھیں گے۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا ہم اُن کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے انہیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر جو وہ عمل کیا کرتے تھے۔ اور ہم نے کسی بستی میں کوئی خبردار کرنے والا نہیں بھیجا مگر اُس کے خوش حال لوگوں نے کہا: ''یقیناً ہم اُس کا کفر کرنے والے ہیں جس کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے۔'' (سبا:33,34)

﴿وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا﴾

''اور اُنہوں نے کہا کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور نہ وَدّ کو چھوڑنا اور نہ سُواع کو اور نہ ہی یغوث اور یعوق اور نسر کو'' (23)

سوال: ﴿وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا﴾ ''اور اُنہوں نے کہا کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور نہ وَدّ کو چھوڑنا اور نہ سُواع کو اور نہ ہی یغوث اور یعوق اور نسر کو'' رؤسائے قوم نوح علیہ السلام نے بتوں سے وابستگی کا حکم دیا اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالُوا﴾ ''اور اُنہوں نے کہا'' رؤسائے قوم نے شرک کی دعوت دیتے ہوئے کہا۔

(2) ﴿لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ﴾ ''کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا'' یعنی اپنے دیوی دیوتاؤں کو نہ چھوڑیں۔ اس دین کو نہ چھوڑیں جن پر ان کے آباء تھے۔

(3) ﴿وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا﴾ ''اور نہ وَدّ کو چھوڑنا اور نہ سُواع کو'' انہوں نے پانچ بتوں کے نام لیتے ہوئے ان سے دائمی وابستگی کی تلقین کی۔

(4) سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جو بت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں پوجے جاتے تھے بعد میں وہی عرب میں پوجے جانے لگے۔ ود دومۃ الجندل میں بنی کلب کا بت تھا۔ سواع بن ہذیل کا۔ یغوث بنی مراد کا اور مراد کی شاخ بنی غطیف کا جو وادی اجوف میں قوم سبا کے پاس رہتے تھے، یعوق بنی ہمدان کا بت تھا۔ نسر حمیر کا بت تھا جو ذوالکلاع کی آل میں سے تھے۔ یہ پانچوں سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگوں کے نام تھے۔ جب ان کی موت آ گئی تو شیطان نے ان کے دل میں ڈالا کہ اپنی مجلسوں میں جہاں وہ بیٹھتے تھے ان کے بت قائم کر لیں اور ان بتوں کے نام اپنے نیک لوگوں کے ناموں پر رکھ لیں چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ اس وقت ان بتوں کی پوجا نہیں ہوتی تھی لیکن جب وہ لوگ مر گئے جنہوں نے بت قائم کئے تھے اور علم لوگوں میں نہ رہا تو ان کی پوجا ہونے لگی۔ (صحیح بخاری:4920)

(5) سیدنا نوح علیہ السلام کے دور میں جن بڑے بڑے بتوں کی پوجا ہوتی تھی۔ ان میں سے صرف وہ معبود ذکر کیے ہیں جنہیں بعد میں اہل عرب نے بھی پوجنا شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ ''وَدّ'' قبیلہ قضاعۃ کی شاخ بنی کلب بن وبرہ کا معبود تھا۔ جس کا استھان انہوں نے ''دومۃ الجندل'' میں

بنا رکھا تھا۔''سواع'' قبیلہ ہذیل کی دیوی تھی اور اس کا بت عورت کی شکل میں بنایا گیا تھا۔''یغوث'' قبیلہ طے کی شاخ انعم اور قبیلہ مذحج کی بعض شاخوں کا معبود تھا۔''یعوق'' یمن کے علاقہ ہمدان قبیلہ ہمدان کا معبود تھا۔اور''نسر'' قبیلہ حمیر کی شاخ آل ذوالکلاع کا معبود تھا! (ترجمان القرآن:3/528,529)

﴿وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا﴾

''اور یقینا اُنہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا اور ان ظالموں کو گمراہی کے سوا کسی چیز میں نہ بڑھانا''(24)

سوال:﴿وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا﴾''اور یقینا اُنہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا اور ان ظالموں کو گمراہی کے سوا کسی چیز میں نہ بڑھانا۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا﴾''اور یقینا اُنہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا''یعنی ان رؤسائے قوم نے اپنی دعوت سے بہت لوگوں کو گمراہ کیا۔کیونکہ ان کی پرستش کا رواج صدیوں سے چلا آ رہا تھا۔عرب وعجم کی اکثر قومیں اس بت پرستی کے مرض میں مبتلا ہیں جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی تھی۔﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ﴾''اور جب ابراہیم نے کہا:''اے میرے رب!اس شہر کو امن والا بنا دیجیے اور مجھے اور میری اولاد کو بچا لیجیے کہ ہم بتوں کی عبادت کریں!'' (ابراہیم:35)

(2)﴿وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا﴾''اور ان ظالموں کو گمراہی کے سوا کسی چیز میں نہ بڑھانا''میرے ان کو حق کی دعوت دینے کے وقت اگر وہ گمراہ ہوتے تو یہ مصلحت تھی مگر ان سرداروں کی دعوت سے ان کی گمراہی میں اضافہ ہی ہوا ہے،یعنی اب ان کی کامیابی اور اصلاح کا کوئی امکان باقی نہیں۔(تفسیر السعدی:3/2849)

(3)یعنی ہماری آیات ان کے کفر ہی میں اضافے کا اور ان کے دلوں پر مہر لگانے کا سبب بنتی ہیں یہاں تک کہ وہ حق کی طرف ہدایت نہیں پاتے۔

(4)سرکشوں پر دو نبیوں نے بددعا کی۔سیدنا نوح علیہ السلام نے یہ بددعا دی اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے سرداروں پر بددعا کی تھی۔﴿وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ﴾''اور موسیٰ نے کہا کہ اے ہمارے رب!بلاشبہ آپ نے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں زینت اور اموال دیے ہیں اے ہمارے رب!تاکہ وہ لوگوں کو آپ کی راہ سے بھٹکا دیں؟اے ہمارے رب!ان کے مالوں کو مٹا دے اور ان کے دلوں پر سخت گرہ لگا دے،سو وہ ایمان نہ لائیں حتیٰ کہ دردناک عذاب دیکھ لیں۔'' (یونس:88)

﴿مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا﴾

''اپنی خطاؤں کی وجہ سے غرق کیے گئے، چنانچہ وہ آگ میں داخل کر دیے گئے، پھر اللہ تعالیٰ کے سوا اُنہوں نے اپنا کوئی مددگار نہ پایا'' (25)

سوال: ﴿مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا﴾ ''اپنی خطاؤں کی وجہ سے غرق کیے گئے، چنانچہ وہ آگ میں داخل کر دیے گئے، پھر اللہ تعالیٰ کے سوا اُنہوں نے اپنا کوئی مددگار نہ پایا'' مجرموں کو ان کے گناہ لے ڈوبے اس آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا﴾ ''اپنی خطاؤں کی وجہ سے غرق کیے گئے'' یعنی وہ اپنے گناہوں کی کثرت، کفر، سرکشی اور نوح علیہ السلام کو جھٹلانے کی وجہ سے ڈوبے۔

(2) ﴿فَاُدْخِلُوْا نَارًا﴾ ''چنانچہ وہ آگ میں داخل کر دیے گئے'' یعنی ان کے جسم تو پانی میں چلے گئے اور روحیں آگ کے حوالے کر دی گئیں۔ یہ ان کے گناہوں کی نحوست تھی جس سے سیدنا نوح علیہ السلام نے آگاہ کیا مگر انہوں نے اسے کوئی اہمیت نہ دی یہاں تک کہ ان پر عذاب نازل ہو گیا۔

(3) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور دفن کر کے لوگ پیٹھ موڑ کر رخصت ہوتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ پھر دو فرشتے آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ اس شخص کے متعلق تمہارا کیا اعتقاد ہے؟ وہ جواب دیتا ہے؟ کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اس جواب پر اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ دیکھ جہنم کا اپنا ٹھکانہ لیکن اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے جنت میں ایک مکان اس کے بدلے بنا دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پھر اس بندہ مومن کو جنت اور جہنم دونوں دکھائی جاتی ہیں اور رہا کافر یا منافق اس کا جواب یہی ہوتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں۔ میں نے لوگوں کو یہ بات کہتے سنا تھا تو میں بھی وہی کہتا رہا۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ نہ تو نے کچھ سمجھا اور اچھے لوگوں کی پیروی کی اس کے بعد اسے ایک لوہے کے ہتھوڑے سے بڑے زور سے مارا جاتا ہے اور وہ اتنے بھیانک طریقے سے چیختا ہے کہ انسان اور جن کے سوا اردگرد کی تمام مخلوق سنتی ہے۔ (بخاری: 1338)

(4) نبی ﷺ نے عذاب جہنم اور عذاب قبر سے پناہ مانگی ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ﴾ ''اے اللہ میں جہنم کی آگ سے تیری پناہ مانگتا ہوں، قبر کے عذاب سے تیری پناہ مانگتا ہوں، مسیح دجال

(کانا دجال) کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور موت اور زندگی کے فتنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔'' (سنن نسائی:5521)

(5)﴿فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا﴾ ''پھر اللہ تعالیٰ کے سوا اُنہوں نے اپنا کوئی مددگار نہ پایا۔'' یعنی جب ان پر عذاب نازل ہوا انہیں اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی مددگار نہیں ملا۔ اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرنے کی کس میں قدرت ہے۔

(6) سیدنا نوح علیہ السلام کے بیٹے نے کہا تھا کہ میں پہاڑ کی پناہ لے لوں گا مگر اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر کا مقابلہ کرنے کی کس میں قوت ہے۔

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ۭ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ﴾ ''اُس نے کہا: ''میں جلد ہی کسی پہاڑ پر پناہ لے لوں گا، وہ مجھے اس پانی سے بچا لے گا۔'' نوح نے کہا: ''آج اللہ تعالیٰ کے فیصلہ عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں مگر جس پر اس نے رحم کیا۔'' اور ان دونوں کے درمیان ایک موج حائل ہوگئی پھر وہ غرق کیے گئے لوگوں میں سے ہوگیا۔'' (ہود:43)

﴿وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا﴾

''اور نوح نے کہا: ''اے میرے رب! تو زمین پر کافروں میں کسی رہنے والے کو نہ چھوڑ'' (26)

سوال: ﴿وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا﴾ ''اور نوح نے کہا: ''اے میرے رب! تو زمین پر کافروں میں کسی رہنے والے کو نہ چھوڑ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا﴾ ''اور نوح نے کہا: ''اے میرے رب! تو زمین پر کافروں میں کسی رہنے والے کو نہ چھوڑ'' سیدنا نوح علیہ السلام نے قوم کے لیے بددعا کی۔ ﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ۝ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ﴾ ''ان سے پہلے نوح کی قوم نے جھٹلایا تھا تو اُنہوں نے ہمارے بندے کو جھٹلایا اور کہا: ''دیوانہ ہے۔'' اور اُسے جھڑکا گیا۔ تو اُس نے اپنے رب کو پکارا: ''میں بے بس ہوں سو تو بدلہ لے لے!'' (القمر:9,10)

(2)﴿قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ ۝ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾ ''نوح علیہ السلام نے کہا: ''اے میرے رب! یقیناً میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا۔ چنانچہ میرے اور اُن کے درمیان فیصلہ کر دے، کھلا فیصلہ اور مجھے اور جو ایمان والے میرے ساتھ ہیں، انہیں نجات دے۔'' (الشعراء:117,118)

(3) اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی بددعا قبول کر لی اور دنیا کے سب کافروں کو ڈبو دیا حتیٰ کہ سیدنا نوح علیہ السلام کا بیٹا بھی ڈوب گیا۔

﴿اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا﴾

''اگر تو نے اُن کو چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور وہ بدکاروں اور ڈھیٹ کافروں کے سوا کسی کو جنم نہ دیں گے'' (27)

سوال:﴿اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا﴾ ''اگر تونے اُن کو چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور وہ بدکاروں اور ڈھیٹ کافروں کے سوا کسی کو جنم نہ دیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ﴾ ''اگر تونے اُن کو چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے'' یعنی ان کا باقی رہنا خود ان کے لیے بھی نقصان دہ ہوگا اور دوسروں کے لیے بھی باعث فساد ہوگا۔

(2)﴿وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا﴾ ''اور وہ بدکاروں اور ڈھیٹ کافروں کے سوا کسی کو جنم نہ دیں گے'' سیدنا نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے یہ بات اس لیے کہی تھی کیونکہ ان کے ساتھ رہنے کی وجہ سے ان کے حالات سے آگاہ تھے اور ان کے اعمال کا نتیجہ انہیں معلوم تھا۔

(3) اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا قبول فرمائی اور اہل ایمان کو بچالیا باقی سب کو غرق کر دیا۔ رب العزت نے فرمایا:﴿وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىٕسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ (٣٦) وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ (٣٧)﴾ ''اور نوح کو وحی کی گئی کہ یقیناً تمہاری قوم میں سے اب کوئی ہرگز ایمان نہیں لائے گا مگر یقیناً جو ایمان لا چکا، چنانچہ آپ ان کاموں پر غمگین نہ ہوں جو وہ کرتے ہیں۔ اور ہماری وحی کے مطابق اور ہماری آنکھوں کے سامنے آپ کشتی بنائیں اور جن لوگوں نے ظلم کیا ان کے بارے میں مجھ سے بات نہ کریں، بے شک وہ سب غرق کیے جانے والے ہیں۔'' (ہود:36,37)

﴿رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا﴾

''اے میرے رب! مجھے اور میرے والدین کو بخش دے اور جو میرے گھر میں مومن بن کر داخل ہو اور سب مومن مردوں اور عورتوں کو اور ظالموں کو ہلاکت کے سوا کسی چیز میں نہ بڑھا'' (28)

سوال:﴿رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا﴾ ''اے میرے رب! مجھے اور میرے والدین کو بخش دے اور جو میرے گھر میں مومن بن کر داخل ہو اور سب مومن مردوں اور عورتوں کو اور ظالموں کو ہلاکت کے سوا کسی چیز میں نہ بڑھا'' سیدنا نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے ہر مومن کے لیے دعا کی اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا﴾ ''اے میرے رب! مجھے اور میرے والدین کو بخش دے اور جو میرے گھر میں مومن بن کر داخل ہو۔'' سیدنا نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے ہر مومن کے لیے دعا کی جو میرے گھر میں آئے یعنی میری مسجد میں آئے۔

(2) اس کا بھی احتمال ہے کہ سیدنا نوح عَلَیْہِ السَّلَام نے ہر اس شخص کے لیے دعا کی ہو جو ایمان کی حالت میں ان کے گھر آئے۔

(3)سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (نصیحت کرتے ہوئے) فرمایا: ''صرف مومن آدمی کی صحبت اختیار کر اور تیرا کھانا بھی کوئی متقی ہی کھائے۔'' (ترمذی:2395، ابوداؤد:4832)

(4)﴿وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ﴾ ''اور سب مومن مردوں اور عورتوں کو'' سیدنا نوح علیہ السلام نے تمام مومنوں کے حق میں دعا فرمائی خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ۔

(5)اس قسم کی دعا میں سیدنا نوح علیہ السلام کی پیروی کرنا مستحب ہے تاکہ ان کے آثار پر بھی عمل ہو جائے جو اس بارے میں آئے۔ (مختصر ابن کثیر:2134)

(6)﴿وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا﴾ ''اور ظالموں کو ہلاکت کے سوا کسی چیز میں نہ بڑھا۔'' سیدنا نوح علیہ السلام نے دعا کرتے ہوئے کہا: ''اے رب! انہیں اور بھی زیادہ سنگ دل بنا دے تاکہ انہیں ایمان نصیب نہ ہو اور دونوں جہانوں میں وہ برباد ہی رہیں۔''

(7)سیدنا نوح علیہ السلام نے ظالموں کے لیے حسرت، تباہی اور ہلاکت کی بددعا کی۔

اٰیاتها ۲۸　۷۲ سُوْرَةُ الْجِنِّ مَكِّيَّةٌ ۴۰　رکوعاتها ۲

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی اس میں دو رکوع اور 28 آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتب کے اعتبار سے اس کا نمبر 72 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 40 ہے۔

رکوع نمبر 11

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْۤا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا﴾

''کہہ دو کہ مجھے وحی کی گئی ہے کہ یقیناً جنوں کے ایک گروہ نے کان لگا کر غور سے سنا تو اُنہوں نے کہا کہ یقیناً ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے'' (1)

سوال: ﴿قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْۤا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا﴾ ''کہہ دو کہ مجھے وحی کی گئی ہے کہ یقیناً جنوں کے ایک گروہ نے کان لگا کر غور سے سنا تو اُنہوں نے کہا کہ یقیناً ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿قُلۡ﴾ ''کہہ دو'' رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ لوگوں سے کہہ دیں۔

(2) ﴿اُوۡحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسۡتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الۡجِنِّ﴾ کہ مجھے وحی کی گئی ہے کہ یقینا جنوں کے ایک گروہ نے کان لگا کر غور سے سنا'' یعنی آپ ﷺ اپنی قوم کو بتا دیں کہ جن قرآن سن کر ایمان لے آئے، جن قرآن کو مان گئے ہیں، جن قرآن کے آگے جھک گئے ہیں۔

(3) جن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے قرآن سنا تو اس کی حقیقت کو سمجھ گئے اور قرآن ان کے دلوں کے اندر اتر گیا۔

(4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کے ساتھ سوق عکاظ (مکہ اور طائف کے درمیان ایک میدان جہاں عربوں کا مشہور میلہ لگتا تھا) کا قصد کیا۔ اس زمانہ میں شیاطین تک آسمان کی خبروں کے چرا لینے میں رکاوٹ پیدا کر دی گئی تھی اور ان پر آسمان سے آگ کے انگارے چھوڑے جاتے تھے جب وہ جن اپنی قوم کے پاس لوٹ کر آتے تو ان کی قوم نے ان سے پوچھا کہ کیا بات ہوئی۔ انہوں نے بتایا کہ آسمان کی خبروں میں اور ہمارے درمیان رکاوٹ کر دی گئی ہے اور ہم پر آسمان سے آگ کے انگارے برسائے گئے ہیں، انہوں کہا کہ آسمان کی خبروں اور تمہارے درمیان رکاوٹ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کوئی خاص بات پیش آئی ہے۔ اس لئے ساری زمین پر مشرق و مغرب میں پھیل جاؤ اور تلاش کرو کہ کون سی بات پیش آ گئی ہے۔ چنانچہ شیاطین مشرق و مغرب میں پھیل گئے تا کہ اس بات کا پتہ لگائیں کہ آسمان کی خبروں کی ان تک پہنچنے میں رکاوٹ پیدا کی گئی ہے وہ کس بڑے واقعہ کی وجہ سے ہے۔ بیان کیا کہ جو شیاطین اس کھوج میں نکلے تھے ان کا ایک گروہ وادی تہامہ کی طرف بھی آ نکلا (یہ جگہ مکہ معظمہ سے ایک دن کے سفر کی راہ پر ہے) جہاں رسول اکرم ﷺ منڈی عکاظ کی طرف جاتے ہوئے کھجور کے ایک باغ کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے۔ نبی ﷺ اس وقت صحابہ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ جب شیاطین نے قرآن مجید سنا تو یہ اس کو سننے لگ گئے پھر انہوں نے کہا کہ یہی چیز ہے وہ جس کی وجہ سے تمہارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان رکاوٹ پیدا ہوئی ہے۔ اس کے بعد وہ اپنی قوم کی طرف لوٹ آئے اور ان سے کہا کہ ﴿اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡاٰنًا عَجَبًا﴾ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے۔ جو نیکی کی راہ دکھلاتا ہے سو ہم تو اس پر ایمان لے آئے اور ہم اب اپنے پروردگار کو کسی کا ساجھی نہ بنائیں گے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر یہ آیت نازل کی ﴿قُلۡ اُوۡحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسۡتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الۡجِنِّ﴾ آپ کہئے کہ میرے پاس وحی آئی ہے اس بات کی کہ جنوں کی ایک جماعت نے قرآن مجید سنا۔ یہی جنوں کا قول نبی ﷺ پر نازل ہوا۔ (بخاری:773)

(5) رب العزت نے جنوں کی آمد کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَاِذۡ صَرَفۡنَاۤ اِلَیۡكَ نَفَرًا مِّنَ الۡجِنِّ یَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوۡهُ قَالُوۡۤا اَنۡصِتُوۡا ۚ فَلَمَّا قُضِیَ وَلَّوۡا اِلٰی قَوۡمِهِمۡ مُّنۡذِرِیۡنَ﴾ ''اور جب ہم نے جنات کے ایک گروہ کو آپ کی طرف پھیر دیا کہ غور سے قرآن سنتے تھے تو جب وہ اُس کے پاس آئے تو اُنہوں نے (آپس میں) کہا: ''خاموش ہو جاؤ'' پھر جب وہ پورا کیا گیا (تلاوت کو) تو خبردار کرنے والے بن کر اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے۔'' (الاحقاف:29)

﴿یَّهۡدِیۡۤ اِلَی الرُّشۡدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَلَنۡ نُّشۡرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا﴾

''جو ہدایت کی طرف راہ نمائی کرتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے ہیں اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو ہرگز شریک نہیں کریں گے'' (2)

سوال: ﴿يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا﴾ ''جو ہدایت کی طرف راہ نمائی کرتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے ہیں اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو ہرگز شریک نہیں کریں گے'' قرآن سیدھا اور کامیابی کا راستہ سمجھاتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ﴾ ''جو ہدایت کی طرف راہ نمائی کرتا ہے'' یعنی قرآن سیدھا اور کامیابی کا راستہ دکھاتا ہے۔

(2) قرآن عقیدے، قول اور عمل میں سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ (ایسر التفاسیر: 1686)

(3) جنوں نے یہ گمان کیا تھا کہ مخلوق اس قرآن کے بغیر ہدایت نہیں پاسکتی اور یہ قرآن کی دعوت خالص راہ نمائی ہے۔

(4) ﴿رُشْدٌ﴾ ہر اس چیز کے لیے جامع نام ہے جو لوگوں کے دین و دنیا کے مصالح کی طرف ان کی راہ نمائی کرے۔ (تفسیر سعدی: 2851/3)

(5) ﴿فَاٰمَنَّا بِهٖ﴾ ''تو ہم اس پر ایمان لائے ہیں'' یعنی ہم نے اس قرآن سے ہدایت پائی اور ہم نے اس کی تصدیق کی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ (قرطبی: 7/10)

(6) ﴿وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا﴾ ''اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی کو ہرگز شریک نہیں کریں گے'' یعنی ہم ابلیس کی طرف رجوع نہیں کریں گے اور نہ اس کی اطاعت کریں گے۔

(7) یعنی اللہ تعالیٰ کو اس کی ربوبیت میں ایک مانیں گے۔ (قرطبی: 7/10) انہوں نے ایمان اور تقویٰ کو ایک کرلیا۔ یہی ایمان نفع دیتا ہے۔ اس کے برعکس تقلیدی ایمان شبہات میں گھرا ہوا ہوتا ہے۔

(8) جن اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لے آئے انہوں نے شرک کو ترک کردیا۔ جنوں نے ایک بار قرآن سنا تو اس پر ایمان لے آئے اور قریش کے کافروں کو قرآن سننے کا نفع نہ ہوا حالانکہ ان کی زبان میں اس کی تلاوت کی جاتی تھی۔

﴿وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا﴾

''اور یقیناً ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے، اُس نے نہ کوئی بیوی بنائی اور نہ کوئی اولاد'' (3)

سوال: ﴿وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا﴾ ''اور یقیناً ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے، اُس نے نہ کوئی بیوی بنائی اور نہ کوئی اولاد۔'' اس آیت کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا﴾ ''اور یقیناً ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے'' یعنی ہمارے رب کا جلال اور اس کی عظمت بہت بلند ہے۔ (2) یعنی ہمارا رب بلند و بالا، سب سے اعلیٰ اور بڑی شان والا ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 2135/2)

(3)﴿ما اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا﴾ ''اُس نے نہ کوئی بیوی بنائی اور نہ کوئی اولاد'' یعنی اللہ تعالیٰ بیوی اور اولاد سے پاک ہے۔

(4) کافر اللہ تعالیٰ کی جانب بیوی اور اولاد کو منسوب کرتے تھے رب العالمین بیوی اور اولاد سے پاک ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ (۱) اَللّٰهُ الصَّمَدُ (۲) لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ (۳) وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (۴)﴾ ''آپ کہہ دیجیے وہ اللہ ایک ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ نہ اُس نے کسی کو جنا نہ وہ کسی سے جنا گیا۔ اور نہ کبھی کوئی ایک اُس کے برابر کا ہے۔'' (الاخلاص:1,4)

﴿وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا﴾

''اور یقیناً ہمارے نادان اللہ تعالیٰ کے بارے میں زیادتی کی بات کہتے رہے ہیں'' (4)

سوال: ﴿وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا﴾ ''اور یقیناً ہمارے نادان اللہ تعالیٰ کے بارے میں زیادتی کی بات کہتے رہے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا﴾ ''اور یقیناً ہمارے نادان اللہ تعالیٰ کے بارے میں زیادتی کی بات کہتے رہے ہیں'' ﴿سَفِيْهُنَا﴾ میں سفیہ سے مراد ایک فرد بھی ہو سکتا ہے اور اس صورت میں وہ ابلیس ہے۔ جس نے جن و انسان کو گمراہ کرنے کا بیڑا اٹھا رکھا ہے اور سفیہ سے مراد نادانوں کا گروہ بھی ہو سکتا ہے اور جھوٹی باتوں سے مراد تمام شرکیہ عقائد ہیں۔ (تیسیر القرآن:4/ 532)

(2) یعنی وہ صواب سے ہٹی ہوئی اور حد سے گزری ہوئی بات کہتا ہے اور صرف اس کی سفاہت اور عقل کی کمزوری نے اسے ایسا کرنے پر آمادہ کیا ہے، ورنہ اگر وہ سنجیدہ اور مطمئن ہوتا تو اسے معلوم ہوتا کہ کیسے بات کہی ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2851)

﴿وَّاَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا﴾

''اور یقیناً ہم نے یہی سمجھا تھا کہ انسان اور جن اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہرگز جھوٹ نہیں بولیں گے'' (5)

سوال: ﴿وَّاَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا﴾ ''اور یقیناً ہم نے یہی سمجھا تھا کہ انسان اور جن اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہرگز جھوٹ نہیں بولیں گے'' جنوں کے گمان کی وضاحت کریں کہ جنوں اور انسانوں کا جھوٹ پر اتفاق نہیں ہو سکتا؟

جواب: (1) ﴿وَّاَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا﴾ ''اور یقیناً ہم نے یہی سمجھا تھا کہ انسان اور جن اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہرگز جھوٹ نہیں بولیں گے'': جنوں نے کہا کہ ہم یہ گمان بھی نہیں کر سکتے تھے کہ انسان اور جن سب جھوٹ پر اتفاق کر لیں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بیوی بچوں کی نسبت کر دیں گے۔ پھر جب ہم نے قرآن سنا اور اس پر ایمان لے آئے تو ہمیں معلوم ہوا کہ اس بارے میں سب جھوٹے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر:2/2135)

(2) یعنی اس سے پہلے ہم دھوکے میں تھے کہ جن اور انسان اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کی جرأت نہیں کرتے۔ آج ہم پر حق واضح ہو گیا ہے

اورہمیں مخلوق کے کسی جھوٹ کی کوئی پروانہیں ہے۔

﴿وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الۡاِنۡسِ يَعُوۡذُوۡنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الۡجِنِّ فَزَادُوۡهُمۡ رَهَقًا﴾

''اور یقیناانسانوں میں سے کچھ لوگ جنات میں سے بعض لوگوں کی پناہ پکڑتے تھے تو اُنہوں نے جنوں کو سرکشی میں بڑھادیا'' (6)

سوال:﴿وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الۡاِنۡسِ يَعُوۡذُوۡنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الۡجِنِّ فَزَادُوۡهُمۡ رَهَقًا﴾ ''اور یقیناانسانوں میں سے کچھ لوگ جنات میں سے بعض لوگوں کی پناہ پکڑتے تھے تو اُنہوں نے جنوں کو سرکشی میں بڑھادیا'' جاہلیت میں جنوں سے پناہ لی جاتی تھی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الۡاِنۡسِ يَعُوۡذُوۡنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الۡجِنِّ فَزَادُوۡهُمۡ رَهَقًا﴾ ''اور یقیناانسانوں میں سے کچھ لوگ جنات میں سے بعض لوگوں کی پناہ پکڑتے تھے تو اُنہوں نے جنوں کو سرکشی میں بڑھادیا'' یعنی انسان جنوں کی عبادت کرتے تھے اور جب کبھی خوف اور دہشت کا موقعہ آتا تو جنات کی پناہ لیتے تھے۔ان کے اس طرزعمل نے جنوں کو بہت سرکش بنادیا تھا۔اسی بارے میں رب العزت نے فرمایا:﴿وَيَوۡمَ يَحۡشُرُهُمۡ جَمِيۡعًا ۚ يٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ قَدِ اسۡتَكۡثَرۡتُمۡ مِّنَ الۡاِنۡسِ ۚ وَقَالَ اَوۡلِيٰٓـؤُهُمۡ مِّنَ الۡاِنۡسِ رَبَّنَا اسۡتَمۡتَعَ بَعۡضُنَا بِبَعۡضٍ وَّبَلَغۡنَاۤ اَجَلَنَا الَّذِىۡۤ اَجَّلۡتَ لَنَا ؕ قَالَ النَّارُ مَثۡوٰٮكُمۡ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيۡمٌ عَلِيۡمٌ﴾ ''اور جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا: ''اے جنوں کے گروہ! یقیناتم نے انسانوں میں سے بہت سوں کو (دوست) بنایا۔'' اور انسانوں میں سے اُن کے ساتھی کہیں گے: ''اے ہمارے رب! ہم نے ایک دوسرے سے خوب فائدہ اُٹھایا اور ہم اپنے وقت کو پہنچ گئے جو تونے ہمارے لیے مقرر فرمایا۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تمہارا ٹھکانہ آگ ہے، جس میں ہمیشہ رہوگے مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے،'' یقیناآپ کا رب کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (الانعام:128)

(2) سعید بن جبیر کا قول نقل کیا ہے کہ قبیلہ تمیم کا ایک شخص تھا جس کا نام رافع بن عمیر تھا اس نے اپنے آغاز اسلام کا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ ایک رات میں عالج کے ریگستان میں جارہا تھا جب نیند سے بے قابو ہوگیا تو اونٹنی کو ٹھہرا کر اتر کر ایک جگہ پڑاؤ کیا اور سوگیا لیکن سونے سے پہلے میں نے کہا کہ میں اس وادی کے جن سردار کی پناہ پکڑتا ہوں۔خواب میں میں نے دیکھا کہ ایک آدمی کے ہاتھ میں چھوٹا نیزہ ہے اور میرے گلے میں بھالا مارنا چاہتا ہے۔میں گھبرا کر بیدار ہوا اور ادھر ادھر دیکھا کچھ نظر نہیں آیا خیال کیا کہ یہ بیہودہ خواب ہے۔دوبارہ پھر غافل ہوکر سوگیا پھر بھی ایسا ہی خواب دیکھا اور بیدار ہوکر اونٹنی کے چاروں طرف دیکھا لیکن کوئی دکھائی نہیں دیا البتہ اونٹنی لرز رہی تھی پھر سوگیا اور ویسا ہی خواب دیکھا، بیدار ہوا تو اونٹنی کو بے قرار پایا اور ادھر ادھر دیکھا تو خواب والے آدمی کی طرح ایک جوان ہاتھ میں چھوٹا نیزہ لئے نظر آیا اور ایک بوڑھا آدمی جوان کا ہاتھ پکڑے اونٹنی سے اس کو روک رہا تھا وہ دونوں اسی کشاکش میں تھے کہ تین نیل گائے نمودار ہوئیں بوڑھے نے جوان سے کہا

اٹھا اور اس پناہ گیر آدمی کی اونٹنی کے عوض ان میں سے جس کو چاہے پکڑ لے وہ جوان اٹھا اور ایک بڑی نیل گائے کو پکڑ لیا اور واپس چلا گیا، میں نے بوڑھے کی طرف رخ کیا تو اس نے اس سے کہا اے شخص جب تو کسی وادی میں فروکش ہو اور وہاں تجھے کسی دہشت کا خطرہ ہو تو یوں کہا کرو: ''میں اس اللہ کی جو محمد کا رب ہے اس وادی کے خطرے سے پناہ مانگتا ہوں'' کسی جن کی پناہ نہ مانگنا ان کا کام اب تباہ ہو گیا میں نے پوچھا یہ محمد کون ہیں؟ بوڑھے نے کہا! عرب کے رہنے والے ایک نبی ہیں نہ مشرقی ہیں نہ مغربی دوشنبہ کے دن ان کے بعثت ہوئی ہے۔ میں نے پوچھا ان کا مقام سکونت کہاں ہے۔ اس نے کہا نخلستان والا یثرب۔ جب صبح چمکی تو میں اونٹنی پر سوار ہو کر تیز تیز مدینہ پہنچا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھے بغیر ہی میرا ذکر کیا میری سرگزشت بیان فرما دی اور مجھے اسلام کی دعوت دی میں مسلمان ہو گیا۔ (تفسیر مظہری)

(3) سیدہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس شخص نے کسی جگہ پڑاؤ کیا اور یہ دعا پڑھ لی: ﴿اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ﴾ ''میں اللہ کے کامل کلمات کی پناہ پکڑتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی۔'' تو وہاں سے روانہ ہونے تک اسے کوئی چیز ضرر نہیں پہنچائے گی۔'' (مسلم:6878)

﴿وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا﴾

''اور یقیناً اُنہوں نے بھی وہی گمان کیا جیسا کہ تمہارا گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو بھی نہیں اُٹھائے گا'' (7)

سوال: ﴿وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا﴾ ''اور یقیناً اُنہوں نے بھی وہی گمان کیا جیسا کہ تمہارا گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو بھی نہیں اُٹھائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا﴾ ''اور یقیناً اُنہوں نے بھی وہی گمان کیا جیسا کہ تمہارا گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو بھی نہیں اُٹھائے گا'' یعنی جنوں کی طرح انسانوں کا بھی یہی خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی رسول نہیں بھیجے گا اور یہ کہ موت کے بعد کی زندگی کوئی چیز نہیں۔

(2) یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ جنوں میں بھی مشرک، یہودی، عیسائی اور بعث کا انکار کرنے والے ہوتے ہیں۔

﴿وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا﴾

''اور یقیناً ہم نے آسمان کو ہاتھ لگایا ہم نے اسے اس طرح پایا کہ وہ سخت پہرے اور چمکدار شعلوں سے بھر دیا گیا'' (8)

سوال: ﴿وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا﴾ ''اور یقیناً ہم نے آسمان کو ہاتھ لگایا ہم نے اسے اس طرح پایا کہ وہ سخت پہرے اور چمکدار شعلوں سے بھر دیا گیا۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ﴾ ''اور یقیناً ہم نے آسمان کو ہاتھ لگایا'' یعنی جب آسمان پر گئے اور وہاں کے حالات کی خبر لینے کی

کوشش کی۔

(2)﴿فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا﴾ ہم نے اسے اس طرح پایا کہ وہ سخت پہرے سے بھر دیا گیا''یعنی ہم آسمان کے کناروں تک پہنچے اور اس کے قریب آنے سے حفاظت کے لیے آسمان کو سخت پہرے داروں سے بھرا ہوا پایا۔

(3)﴿وَّشُهُبًا﴾ ''اور چمکدار شعلوں سے''یعنی ایسے انگاروں سے آسمان بھرا ہوا پایا جن کو جنات پر پھینکا جاتا ہے کیونکہ وہ سن گن لینے کی کوشش کرتے تھے۔

(4)محمد ﷺ کی بعثت سے پہلے جنات آسمان تک پہنچ جاتے تھے پھر جگہ جگہ بیٹھ کر فرشتوں کی باتیں سنا کرتے تھے اگر ان کے کان میں کوئی بھنک پڑ جاتی تو کاہنوں سے کہہ دیتے کاہن ایک بات میں سو جھوٹ ملا کر لوگوں سے کہہ دیتے پھر جب نبی ﷺ کو مبعوث کیا گیا اور قرآن نازل کرنے کا اہتمام کیا گیا تو آسمان کی حفاظت کی گئی اور سخت پہرے دار مقرر کیے گئے۔شیاطین بھگادیے گئے تاکہ وہ قرآن نہ چرا سکیں اللہ رب العزت نے اس معزز کلام کی حفاظت فرمائی اسی وجہ سے جن کہہ رہے تھے کہ ہم نے آسمان کا کونا کونا چھان مارا، جہاں بھی گئے پہرے داروں اور خوفناک شعلوں اور انگاروں سے آسمان کو بھرا ہوا پایا۔

(5)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جن آسمان کی طرف چڑھ کر وحی سننے جایا کرتے تھے،اور جب وہ ایک بات سن لیتے تو اس میں اور بڑھا لیتے،تو جو بات وہ سنتے وہ تو حق ہوتی لیکن جو بات وہ اس کے ساتھ بڑھا دیتے وہ باطل ہوتی،اور جب رسول اللہ ﷺ مبعوث فرما دیئے گئے تو انہیں (جنوں کو) ان کی نشست گاہوں سے روک دیا گیا تو انہوں نے اس بات کا ذکر ابلیس سے کیا: اس سے پہلے انہیں تارے پھینک پھینک کر نہ مارا جاتا تھا، ابلیس نے کہا: زمین میں کوئی نیا حادثہ وقوع پذیر ہوا ہے جبھی ایسا ہوا ہے، اس نے پتہ لگانے کے لیے اپنے لشکر کو بھیجا، انہیں رسول اللہ ﷺ دو پہاڑوں کے درمیان کھڑے نماز پڑھتے ہوئے ملے۔راوی کہتے ہیں: میرا خیال ہے سیدنا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: یہ واقعہ مکہ میں پیش آیا، وہ لوگ آپ سے ملے اور جا کر اسے بتایا، پھر اس نے کہا یہی وہ حادثہ ہے جو زمین پر ظہور پذیر ہوا۔(جامع ترمذی:3324)

﴿وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۭ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا﴾

''اور یقیناً ہم اُس کی کئی جگہوں میں باتیں سننے بیٹھا کرتے تھے تو اب جو کوئی بھی کان لگاتا ہے وہ اپنے لیے ایک چمکدار شعلہ گھات میں پاتا ہے''(9)

سوال:﴿وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۭ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا﴾''اور یقیناً ہم اُس کی کئی جگہوں میں باتیں سننے بیٹھا کرتے تھے تو اب جو کوئی بھی کان لگاتا ہے وہ اپنے لیے ایک چمکدار شعلہ گھات میں پاتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ﴾ ''اور یقیناً ہم اُس کی کئی جگہوں میں باتیں سننے بیٹھا کرتے تھے'' یعنی پہلے تو ہم اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق فرشتوں کی باتیں سننے اور نئی تازی خبریں سننے کے لیے آسمان پر جگہ جگہ بیٹھ جایا کرتے تھے لیکن اب آسمان تک گزر بھی ممکن نہیں۔

(2) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ کسی بات کا فیصلہ کرتا ہے تو فرشتے اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو سن کر عاجزی کرتے ہوئے اپنے پر پھڑ پھڑاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان انہیں اس طرح سنائی دیتا ہے جیسے صاف چکنے پتھر پر زنجیر چلنے کی آواز پیدا ہوتی ہے پھر جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو وہ آپس میں پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا،؟ تو وہ کہتے ہیں حق بات کا حکم فرمایا اور وہ بہت اونچا سب سے بڑا ہے پھر ان کی یہی گفتگو چوری چھپے سننے والے شیطان سن بھاگتے ہیں، شیطان آسمان کے نیچے یوں نیچے اوپر ہوتے ہیں، سفیان نے اس موقع پر ہتھیلی موڑ کر انگلیاں الگ الگ کر کے شیاطین کے جمع ہونے کی کیفیت بتائی کہ اس طرح شیطان ایک کے اوپر ایک رہتے ہیں، پھر وہ شیاطین کوئی ایک کلمہ سن لیتے ہیں اور اپنے نیچے والے کو بتاتے ہیں۔ اس طرح وہ کلمہ ساحر یا کاہن تک پہنچتا ہے۔ کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ اس سے پہلے کہ وہ یہ کلمہ اپنے نیچے والے کو بتائیں آگ کا گولہ انہیں آدبوچتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جب بتا لیتے ہیں تو آگ کا انگارا انہیں آپڑتا ہے، اس کے بعد کاہن اس میں جھوٹ ملا کر اس میں لوگوں سے بیان کرتا ہے ایک بات جب اس کاہن کی صحیح ہو جاتی ہے تو ان کے ماننے والوں کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ کیا اس طرح سے ہم سے فلاں دن کاہن نے نہیں کہا تھا، اسی کلمے کی وجہ سے جو آسمان پر شیاطین نے سنا تھا کاہنوں اور ساحروں کی بات کو لوگ سچا جاننے لگتے ہیں۔'' (صحیح بخاری: 4800)

(3) ایک دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ کاہنوں کے بارے میں آپ ﷺ کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا: ان کی باتیں محض لغو ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: کبھی تو ان کی بات سچ بھی نکل آتی ہے۔ فرمایا: یہ وہ بات ہوتی ہے جو کاہن کو شیطان کے ذریعہ معلوم ہوتی ہے اور شیطان یہ خبر ملاء اعلیٰ سے اڑا لیتا ہے، پھر کاہن اس خبر میں سو جھوٹ ملا لیتا ہے۔ (بخاری باب الکھانۃ)

(4)﴿فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا﴾ ''تو اب جو کوئی بھی کان لگاتا ہے وہ اپنے لیے ایک چمکدار شعلہ گھات میں پاتا ہے'' اب جو کوئی فرشتوں کی باتیں سننے اور آسمانی خبریں لینے کی کوشش کرتا ہے تو شہاب ثاقب کو گھات میں لگا ہوا پاتا ہے جو اس کو جلا کر تباہ کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے۔ یہ عظیم معاملہ دیکھ کر ہمیں یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر کوئی بڑا واقعہ وقوع پذیر کرنے کا ارادہ فرما لیا ہے۔

﴿وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا﴾

''اور یقیناً ہم نہیں جانتے کہ جو زمین میں ہیں ان کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا اُن کے رب نے اُن کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے'' (10)

سوال:﴿وَّ اَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا﴾''اور یقیناً ہم نہیں جانتے کہ جو زمین میں ہیں ان کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا اُن کے رب نے اُن کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّ اَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا﴾''اور یقیناً ہم نہیں جانتے کہ جو زمین میں ہیں ان کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا گیا ہے یا اُن کے رب نے اُن کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے۔''یعنی ہم نہیں جانتے، اللہ ہی جانتا ہے کہ اس نے مخلوق کے بارے میں خیر کا ارادہ کیا ہے یا شر کا۔ ان سخت انتظامات سے کوئی عذاب آنے والا ہے یا کوئی نعمت ظاہر ہونے والی ہے۔

(2) جنات نے برائی (شر) کا فاعل بیان نہیں کیا اور بھلائی کا فاعل (اللہ تعالیٰ) ظاہر کر دیا۔

(3) سیدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو جو دعا کیا کرتے تھے اس میں یہ الفاظ بھی کہا کرتے تھے: ﴿وَالشَّرُّ لَيْسَ اِلَيْكَ﴾''اور (اے اللہ!) شر کی نسبت آپ کی طرف نہیں ہے۔''(مسلم:1812)

﴿وَّ اَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ۭ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا﴾

''اور یقیناً ہم میں سے کچھ لوگ نیک ہیں اور کچھ اس کے علاوہ ہیں، ہم مختلف گروہوں میں تقسیم ہیں''(11)

سوال:﴿وَّ اَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ۭ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا﴾''اور یقیناً ہم میں سے کچھ لوگ نیک ہیں اور کچھ اس کے علاوہ ہیں، ہم مختلف گروہوں میں تقسیم ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّ اَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ﴾''اور یقیناً ہم میں سے کچھ لوگ نیک ہیں''یعنی ہم میں سے کچھ لوگ مسلمان ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔(جامع البیان:118/29)

(2)﴿وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ﴾''اور کچھ اس کے علاوہ ہیں''یعنی کچھ جنوں کا ایمان کمزور اور اطاعت میں کمی ہے۔

(3)﴿كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا﴾''ہم مختلف گروہوں میں تقسیم ہیں''یعنی لوگوں کے مذاہب اور خواہشات مختلف ہیں۔(ایسر التفاسیر:687/1)

(4) یعنی کچھ جن مسلمان اور کچھ کافر ہیں۔

(5) امام سعید رحمۃ اللہ علیہ بن المسیب اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ آدمیوں کی طرح جنوں کے بھی مختلف گروہ تھے۔ چنانچہ کوئی مسلمان تھا، کوئی یہودی، کوئی نصرانی اور کوئی مجوسی۔(قرطبی)

(6) رب العزت نے انسانوں کے بارے میں فرمایا:﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ﴾''پھر ہم نے اس کتاب کا وارث اُن لوگوں کو بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب فرمایا چنانچہ اُن میں سے کوئی اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے، اور ان میں

سے کوئی میانہ رو ہے اور کوئی اللہ تعالیٰ کے حکم سے نیکیوں میں آگے نکل جانے والا ہے، یہی بہت بڑا فضل ہے۔'' (فاطر:32)

(7)﴿وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۡ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ ''اور ہم نے اُن کو زمین میں گروہوں میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، ان میں سے کچھ نیک اور کچھ ان کے علاوہ تھے اور ہم نے اُنہیں اچھے اور بُرے حالات سے آزمایا تا کہ وہ پلٹ آئیں۔'' (الاعراف:168)

﴿وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا﴾

''اور یقیناً ہم نے یقین کر لیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کو زمین میں ہرگز عاجز نہیں کر سکیں گے اور نہ ہی بھاگ کر اُسے عاجز کر سکیں گے'' (12)

سوال:﴿وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا﴾ ''اور یقیناً ہم نے یقین کر لیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کو زمین میں ہرگز عاجز نہیں کر سکیں گے اور نہ ہی بھاگ کر اُسے عاجز کر سکیں گے'' جن اللہ تعالیٰ کی ہمہ گیر قدرت کے قائل ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور یقیناً ہم نے یقین کر لیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کو زمین میں ہرگز عاجز نہیں کر سکیں گے'' یعنی ہمیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کامل قدرت کا مالک ہے اور ہم مکمل طور پر بے بس ہیں۔

(2)﴿وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا﴾ ''اور نہ ہی بھاگ کر اُسے عاجز کر سکیں گے'' ہم اللہ تعالیٰ سے بھاگ نہیں سکتے۔ بھاگنے کے اسباب اختیار کرنے کی کوشش کی تو ہم نے جان لیا کہ اس سے بھاگ کر کوئی ٹھکانا، کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔

(3) یعنی ہمارا عقیدہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی قدرت کے اندر ہیں اسے ہرا نہیں سکتے، اگر بھاگ کر جانا چاہیں تو اس کی قدرت کے دائرے میں رہیں گے کیونکہ یہ دائرہ غیر متناہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم پر قادر ہے، پکڑ لائے گا۔ (مختصر ابن کثیر:2138/2)

﴿وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا﴾

''اور یقیناً ہم نے ہدایت کو سُنا، ہم اُس پر ایمان لے آئے پھر جو کوئی اپنے رب پر ایمان لائے گا تو اُسے نہ نقصان کا خوف ہوگا اور نہ زیادتی کا'' (13)

سوال:﴿وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا﴾ ''اور یقیناً ہم نے ہدایت کو سُنا، ہم اُس پر ایمان لے آئے پھر جو کوئی اپنے رب پر ایمان لائے گا تو اُسے نہ نقصان کا خوف ہوگا اور نہ زیادتی کا'' مومن کو ایمان لا کر کمی یا زیادتی کا ڈر نہیں ہوتا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى اٰمَنَّا بِهٖ﴾ ''اور یقیناً ہم نے ہدایت کو سُنا، ہم اُس پر ایمان لے آئے'' یعنی جب ہم نے ہدایت

کی کتاب قرآن مجید کو سنا تو ہم ایمان لے آئے۔(2) ہم نے ہدایت کو پہچان لیا، اس نے ہمارے دلوں پر گہرا اثر کیا۔
(3)﴿فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا﴾ ''اور جو کوئی اپنے رب پر ایمان لائے گا تو اُسے نہ نقصان کا خوف ہوگا اور نہ زیادتی کا'' یعنی جو کوئی رب پر ایمان لے آیا اسے ایمان لا کر کمی یا زیادتی کا ڈر نہیں رہتا، یعنی نہ نیکیوں میں کمی کا ڈر رہتا ہے نہ یہ ڈر رہتا ہے کہ کسی کی برائیاں اس کے اوپر ڈال دی جائیں گی۔(4) جب وہ شر سے محفوظ ہو گیا تو اسے بھلائی حاصل ہوگئی۔
(5) رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا﴾ ''اور جو نیک عمل کرے گا اور وہ مومن بھی ہو تو نہ وہ کسی ناانصافی سے ڈرے گا اور نہ کسی حق تلفی سے۔'' (طٰہٰ:112)

﴿وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا﴾

''اور ہم میں سے کچھ فرماں بردار ہیں اور کچھ بے انصاف ہیں، چنانچہ جو فرماں بردار ہوا تو انہوں نے بھلائی کا ارادہ کیا'' (14)

سوال:﴿وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا﴾ ''اور ہم میں سے کچھ فرماں بردار ہیں اور کچھ بے انصاف ہیں، چنانچہ جو فرماں بردار ہوا تو انہوں نے بھلائی کا ارادہ کیا'' اسلام ہی بھلائی کا راستہ ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ﴾ ''اور ہم میں سے کچھ فرماں بردار ہیں اور کچھ بے انصاف ہیں'' یعنی ہم میں سے کچھ فرماں بردار ہیں او کچھ ظالم ہیں جو صراط مستقیم کو چھوڑنے والے ہیں۔
(2)﴿فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا﴾ ''چنانچہ جو فرماں بردار ہوا تو انہوں نے بھلائی کا ارادہ کیا'' جو فرماں بردار ہوئے انہوں نے اسلام لا کر نجات کا راستہ ڈھونڈ لیا۔ انہوں نے ہدایت کا راستہ پا لیا جو جنت اور اس کی نعمتوں تک پہنچانے والا ہے۔
(3)﴿تَحَرَّوْا﴾ احریٰ بمعنی لائق تر اور تَحَرّیٰ بمعنی زیادہ مناسب اور لائق تر چیز کو طلب کرنا۔ دو چیزوں میں سے زیادہ بہتر کو طلب کرنا۔ یعنی ایمان لانے والے جن اپنی قوم میں واپس آ کر انہیں سمجھا رہے ہیں کہ بلاشبہ ہم میں سے کچھ فرمانبردار ہیں اور کچھ نافرمان اور بے راہ رو بھی ہیں۔ (تیسیر القرآن:4/534)

﴿وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا﴾

''اور جو بے انصاف ہیں تو وہ جہنم کا ایندھن ہیں'' (15)

سوال:﴿وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا﴾ ''اور جو بے انصاف ہیں تو وہ جہنم کا ایندھن ہیں'' ظالم ہی جہنم کا ایندھن ہیں، واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا﴾''اور جو بے انصاف ہیں تو وہ جہنم کا ایندھن ہیں'' ظالموں سے ہی جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی، اللہ تعالیٰ انہیں ظلم کی پاداش میں جہنم رسید کرے گا۔(2) یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ظلم نہیں،ان کے اپنے اعمال کا بدلہ ہے۔

﴿وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا﴾

''اور یہ کہ اگر لوگ راہِ ہدایت پر ثابت قدم رہتے تو ہم اُنہیں ضرور بہت وافر پانی سے پلاتے''(16)

سوال:﴿وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا﴾''اور یہ کہ اگر لوگ راہِ ہدایت پر ثابت قدم رہتے تو ہم اُنہیں ضرور بہت وافر پانی سے پلاتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ﴾''اور یہ کہ اگر لوگ راہِ ہدایت پر ثابت قدم رہتے''یعنی اگر وہ سیدھے راستے یعنی اسلام پر جمے رہتے اور اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرتے۔

(2)﴿لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا﴾''تو ہم اُنہیں ضرور بہت وافر پانی سے پلاتے''یعنی انہیں کثیر مال اور وسعت والا رزق اور کثیر بھلائیاں دیتے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾''اور اگر یقیناً بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہتے تو ہم ضرور اُن پر آسمان اور زمین سے بہت سی برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے جھٹلایا تو ہم نے اُس کی وجہ سے اُنہیں پکڑ لیا جو وہ کمایا کرتے تھے۔''
(الاعراف:96)

(3)﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ﴾''اور اگر واقعتاً وہ تورات اور انجیل کو قائم کرتے اور جو اُن کے رب کی جانب سے اُن پر نازل کیا گیا ہے تو وہ اپنے اوپر سے بھی اور اپنے قدموں کے نیچے سے بھی رزق کھاتے۔ اِن میں سے ایک گروہ درمیانی روش پر ہے اور ان میں سے زیادہ تر لوگ بہت ہی بُرا عمل کر رہے ہیں۔'' (المائدہ:66)

﴿لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا﴾

''تاکہ ہم اُس میں اُن کو آزمائیں اور جو اپنے رب کے ذکر سے منہ موڑے گا وہ اُسے سخت عذاب میں داخل کرے گا''(17)

سوال:﴿لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا﴾''تاکہ ہم اُس میں اُن کو آزمائیں اور جو اپنے رب کے ذکر سے منہ موڑے گا وہ اُسے سخت عذاب میں داخل کرے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ﴾''تاکہ ہم اُس میں اُن کو آزمائیں''یعنی ہم انہیں وسعت اور تنگی سے آزماتے ہیں کہ کون فراخی میں ہدایت

پر جما رہتا ہے اور کون شیطان کا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔(2) آزمائش اس لیے ضروری ہے کہ سچے اور جھوٹے کا فرق واضح ہو جائے۔

(3)﴿وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا﴾ ''اور جو اپنے رب کے ذکر سے منہ موڑے گا وہ اُسے سخت عذاب میں داخل کرے گا'' یعنی جو کوئی اللہ تعالیٰ کے ذکر جو کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے سے روگردانی کرے، اس کی اتباع کرے نہ اس کی اطاعت کرے بلکہ اس کے بارے میں غافل رہے۔(تفسیر سعدی:2855/3)

(4) جو قرآن سے منہ موڑے گا اور ایمان اور عمل صالح سے منہ موڑے گا جس کی طرف قرآن دعوت دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں بھی سخت تکلیف دہ عذاب میں مبتلا کرے گا اور آخرت میں جہنم رسید کرے گا۔

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى﴾ ''اور جو میرے ذکر سے منہ موڑے گا تو اس کے لیے یقیناً زندگی تنگ ہوگی اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔'' (طٰہٰ:124)

﴿وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾

''اور یقیناً مسجدیں اللہ تعالیٰ ہی کی ہیں چنانچہ اُن میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ پکارو'' (18)

سوال:﴿وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ ''اور یقیناً مسجدیں اللہ تعالیٰ ہی کی ہیں چنانچہ اُن میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ پکارو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ ''اور یقیناً مسجدیں اللہ تعالیٰ ہی کی ہیں چنانچہ اُن میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ پکارو'' یعنی مساجد میں دعائے عبادت یا دعائے مسئلہ غرضیکہ کوئی سی بھی دعا اللہ کے سوا کسی سے نہ کی جائے کیونکہ مساجد اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے سب سے بڑا مقام و محل ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص، اس کی عظمت کے سامنے خضوع اور اس کے غلبے کے سامنے فروتنی کی بنیاد پر تعمیر کی گئی ہیں۔(تفسیر سعدی:2855/3)

(2) بعض علماء کہتے ہیں کہ امت مسلمہ کے لیے تو ساری زمین ہی مسجد بنا دی گئی ہے لہٰذا کسی جگہ بھی اللہ کے ساتھ دوسروں کو پکارنا جائز نہیں۔ اور بعض علماء کے نزدیک مساجد سے مراد وہ اعضاء ہیں جن پر سجدہ کیا جاتا ہے۔ یہ اعضاء تو اللہ کی عبادت اور بندگی کے لیے بنائے گئے ہیں۔ لہٰذا اللہ کے ساتھ دوسروں کو پکار کر ان کا غلط استعمال کرنا جائز نہیں۔(تیسیر القرآن:535/4)

(3) مسجدیں اللہ ہی کی ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی غیر کو نہ پکارو۔(4) یعنی اللہ کی مسجدوں کو شرک سے پاک رکھو اور اللہ کی عبادت کرو۔

﴿وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا﴾

''اور یقیناً جب اللہ تعالیٰ کا بندہ اُس کو پکارنے کے لیے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ لوگ تہ بہ تہ اس پر جمع ہو جائیں'' (19)

سوال: ﴿وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبۡدُ اللّٰهِ یَدۡعُوۡهُ كَادُوۡا یَكُوۡنُوۡنَ عَلَیۡهِ لِبَدًا﴾ ''اور یقیناً جب اللہ تعالیٰ کا بندہ اُس کو پکارنے کے لیے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ لوگ تہ بہ تہ اس پر جمع ہو جائیں'' قرآن سنتے ہی کافر بیخ پا ہو جاتے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبۡدُ اللّٰهِ یَدۡعُوۡهُ﴾ ''اور یقیناً جب اللہ تعالیٰ کا بندہ اُس کو پکارنے کے لیے کھڑا ہوا'' یعنی جب نبی لوگوں میں توحید کا اعلان کرتے ہیں تو وہ آپ ﷺ پر دانت پیستے ہیں، آپ ﷺ سے الجھتے ہیں اور آپ ﷺ کے دین کو مٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ (2) یعنی جب اللہ کا بندہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے، اس کی عبادت کرتا ہے اور قرآن پڑھتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2855/3)

(3) ﴿كَادُوۡا یَكُوۡنُوۡنَ عَلَیۡهِ لِبَدًا﴾ ''قریب تھا کہ لوگ تہ بہ تہ اس پر جمع ہو جائیں'' یعنی جب توحید کی آواز کافروں نے سنی تو مخالفت پر کمر کس لی۔ ایذا رسانی کی حد کر دی، مذاق، چوٹیں، پھبتیاں اسلام کو کچل دینے کے لیے ہی تھیں۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ میں تو اپنے رب کی عبادت کرتا رہوں گا۔ اس کی پناہ میں رہوں گا۔ اسی پر میرا بھروسہ ہے اور وہی میرا سہارا ہے۔ مجھ سے امید نہ رکھو کہ میں اپنی مقدس پیشانی غیر اللہ کے آگے جھکا دوں۔ (مختصر ابن کثیر: 2139/2)

رکوع نمبر 12

﴿قُلۡ اِنَّمَاۤ اَدۡعُوۡا رَبِّیۡ وَلَاۤ اُشۡرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا﴾

''کہہ دو کہ میں اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں اور میں اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا'' (20)

سوال: ﴿قُلۡ اِنَّمَاۤ اَدۡعُوۡا رَبِّیۡ وَلَاۤ اُشۡرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا﴾ ''کہہ دو کہ میں اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں اور میں اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلۡ﴾ ''کہہ دو'' یعنی اے محمد ﷺ جس چیز کی طرف آپ ﷺ بلا رہے ہیں اس کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے کہہ دیں۔

(2) ﴿اِنَّمَاۤ اَدۡعُوۡا رَبِّیۡ وَلَاۤ اُشۡرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا﴾ ''کہ میں اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں اور میں اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا'' یعنی میں اللہ تعالیٰ کو ایک مانتا ہوں اور یہ کہ اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کے سوا جتنے معبود پوجے جاتے ہیں سب سے برأت کا اظہار کرتا ہوں۔

﴿قُلۡ اِنِّیۡ لَاۤ اَمۡلِكُ لَكُمۡ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا﴾

''کہہ دو بلاشبہ میں نہ تمہارے کسی نقصان کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ کسی بھلائی کا'' (21)

سوال: ﴿قُلۡ اِنِّیۡ لَاۤ اَمۡلِكُ لَكُمۡ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا﴾ ''کہہ دو بلاشبہ میں نہ تمہارے کسی نقصان کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ کسی بھلائی کا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلۡ اِنِّیۡ لَاۤ اَمۡلِكُ لَكُمۡ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا﴾ ''کہہ دو بلاشبہ میں نہ تمہارے کسی نقصان کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ کسی بھلائی

کا۔" رسول اکرم ﷺ کو کہا جارہا ہے کہ آپ انہیں اس بات کی وضاحت کر دیں کہ میں تو ایک بندہ ہوں، معاملے اور تصرف میں مجھے کوئی اختیار نہیں۔ (تفسیر سعدی:2856/3)

(2) یعنی میں عاجز بندہ ہوں میرے اختیار میں کچھ نہیں۔ میں نہ تو تمہیں ہدایت دے سکتا ہوں نہ ہٹا سکتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہی کو ہر چیز کا اختیار ہے۔

﴿قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ۬ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا﴾

"کہہ دو کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے ہرگز کوئی نہیں بچائے گا اور میں اُس کے سوا ہرگز کوئی جائے پناہ نہیں پا سکتا" (22)

سوال: ﴿قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ۬ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا﴾ "کہہ دو کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے ہرگز کوئی نہیں بچائے گا اور میں اُس کے سوا ہرگز کوئی جائے پناہ نہیں پا سکتا" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ﴾ "کہہ دو کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے ہرگز کوئی نہیں بچائے گا" ابن جریر نے حضرمی کی روایت میں بیان کیا ہے کہ جنات کے کسی سردار نے اپنے گروہ سے کہا تھا کہ محمد ہم سے چاہتے ہیں کہ ہم ان کو پناہ عطا کریں اس لئے میں ان کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں۔ اس پر یہ آیت قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ الخ نازل ہوئی۔ (تفسیر مظہری:94)

(2) یعنی میں کسی سے فریادرسی نہیں چاہتا جو مجھے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچائے۔ جب رسول اللہ ﷺ جو مخلوق میں کامل ترین ہستی ہیں، کسی نقصان اور رشد و ہدایت کا اختیار نہیں رکھتے اگر اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرے تو آپ اپنے آپ کو اس سے بچا نہیں سکتے تو پھر مخلوق میں سے دیگر لوگوں کا اپنے آپ کو بچانے پر قادر نہ ہونا اولیٰ و احریٰ ہے۔ (تفسیر سعدی:2856/3)

(3) ﴿وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا﴾ "اور میں اُس کے سوا ہرگز کوئی جائے پناہ نہیں پاؤں گا" یعنی میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کروں تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے چھڑانے والی کوئی طاقت نہیں۔ اس کے سوا میرے لیے کوئی جائے پناہ نہیں۔ اس کے سوا میرا کوئی حمایتی نہیں۔

﴿اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ؕ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا﴾

"مگر اللہ تعالیٰ کی بات اور اس کے پیغامات پہنچا دینا ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو اُس کے لیے بلاشبہ جہنم کی آگ ہے، وہ اُس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں" (23)

سوال: ﴿اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ؕ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا﴾ "مگر اللہ تعالیٰ کی بات اور اس کے پیغامات پہنچا دینا ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو اُس کے لیے بلاشبہ جہنم کی آگ ہے، وہ اُس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ﴾ ''مگر اللہ تعالیٰ کی بات اور اس کے پیغامات پہنچا دینا ہے''یعنی لوگوں پر مجھے کوئی اختیار نہیں نہ کسی کی ہدایت اور گمراہی میرے بس میں ہے۔میں تو ایک رسول ہوں میرا فرض پیغام پہنچانا ہے۔مجھے یہی حکم دیا گیا ہے۔﴿یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ﴾ ''اے رسول! جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اُسے پہنچا دو اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچالے گا۔بے شک اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''(المائدہ:67)

(2)﴿وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا﴾ ''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو اُس کے لیے بلاشبہ جہنم کی آگ ہے، وہ اُس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں''یعنی جو شرک کر کے اللہ کی نافرمانی کرے گا اور اس کے رسول کو جھٹلائے گا اور جو رسول لے کر آیا اس کی پیروی نہیں کرے گا تو اس کے شرک اور نافرمانی کی جزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

﴿حَتّٰۤی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا﴾

''حتیٰ کہ جب وہ دیکھیں گے جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا ہے تو جلد ہی وہ جان لیں گے کہ کس کے مددگار زیادہ کمزور اور تعداد میں زیادہ کم ہیں؟''(24)

سوال:﴿حَتّٰۤی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا﴾ ''حتیٰ کہ جب وہ دیکھیں گے جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا ہے تو جلد ہی وہ جان لیں گے کہ کس کے مددگار زیادہ کمزور اور تعداد میں زیادہ کم ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿حَتّٰۤی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ﴾ ''حتیٰ کہ جب وہ دیکھیں گے جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا ہے''یعنی جب مشرک جن اور انسان اللہ تعالیٰ کے عذاب کی ہولناکیاں دیکھیں گے۔(2)﴿فَسَیَعْلَمُوْنَ﴾ ''تو جلد ہی وہ جان لیں گے''اس وقت انہیں علم ہو جائے گا۔

(3)﴿مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا﴾ ''کہ کس کے مددگار زیادہ کمزور اور تعداد میں زیادہ کم ہیں؟''اس دن پتہ لگ جائے گا کہ کس کی مدد ہوگی۔کوئی دوسرا ان کی مدد نہیں کر سکے گا اور انہیں اکیلے اکیلے اٹھایا جائے گا جیسے پہلی مرتبہ اکیلے پیدا کیے گئے۔

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿اَمْ یَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِیْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿۴۴﴾ سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰی وَاَمَرُّ ﴿۴۶﴾ اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۴۷﴾ یَوْمَ یُسْحَبُوْنَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ ؕ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ﴿۴۸﴾﴾ ''کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم غلبہ پانے والی جماعت ہیں؟ جلد ہی اُس جماعت کو شکست دی جائے گی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوں گے۔بلکہ قیامت اُن کے وعدے کا وقت ہے اور قیامت زیادہ بڑی آفت اور زیادہ تلخ ہے۔بلاشبہ مجرم لوگ گمراہی اور دیوانگی

میں ہیں۔جس دن اُنہیں چہروں کے بل آگ میں گھسیٹا جائے گا،چکھو آگ کا چھونا۔'' (القمر:44,48)

(5) جب کوئی ان کی مدد نہیں کر سکے گا اور انہیں اکیلے اکیلے اٹھایا جائے گا تو انہیں علم ہو جائے گا کہ وہ کتنے کمزور ہیں اور تعداد میں کتنے کم۔

﴿قُلْ اِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْٓ اَمَدًا﴾

''کہہ دو کہ میں نہیں جانتا کہ وہ قریب ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے یا میرا رب اُس کے لیے کوئی مدت رکھے گا'' (25)

سوال:﴿قُلْ اِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْٓ اَمَدًا﴾ ''کہہ دو کہ میں نہیں جانتا کہ وہ قریب ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے یا میرا رب اُس کے لیے کوئی مدت رکھے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ﴾ ''کہہ دو'' رب العزت نے فرمایا کہ آپ ان سے کہہ دیں جو عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں۔

(2)﴿اِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْٓ اَمَدًا﴾ ''کہ میں نہیں جانتا کہ وہ قریب ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے یا میرا رب اُس کے لیے کوئی مدت رکھے گا'' یعنی آپ ﷺ انہیں بتا دیں کہ مجھے قیامت کا علم نہیں۔نہ ہی یہ علم ہے کہ وہ قریب ہے یا دور۔نبی ﷺ سے جب قیامت کے بارے میں پوچھا جاتا تھا۔آپ ﷺ خاموش رہتے تھے۔

(3)﴿یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ ۚ لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ یَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (۱۸۷) قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ ۛۚ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ۛۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (۱۸۸)﴾ ''وہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کا قیام کب ہوگا؟ آپ کہہ دیں:''یقیناً اس کا علم میرے رب ہی کے پاس ہے اس کے وقت پر اس کے سوا اسے کوئی ظاہر نہیں کرے گا،وہ (حادثہ) آسمانوں اور زمین میں بھاری ہے،تم پر وہ اچانک ہی آئے گی۔وہ آپ سے سوال کرتے ہیں گویا آپ اس کی پوری تحقیق کرنے والے ہیں۔آپ کہہ دیں:''بلاشبہ اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' آپ کہہ دیں:''میں اپنی جان کے لیے کسی نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں،مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے اور اگر میں غیب جانتا ہوتا تو میں ضرور بھلائیوں میں سے بہت زیادہ حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف تک نہ چھوتی،نہیں ہوں میں مگر ایک ڈرانے والا اور خوش خبری دینے والا ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔'' (الاعراف:187,188)

(4)﴿یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰىهَا (۴۲) فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا (۴۳) اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا (۴۴) اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ یَّخْشٰىهَا (۴۵)﴾ ''وہ لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اُس کا وقوع کب ہوگا؟ آپ کو اس کے بتانے سے کیا تعلق؟ تیرے رب کے پاس اُس (کے علم) کی انتہا ہے۔یقیناً جو اس سے ڈرتا ہے آپ اس کو ڈرانے والے ہیں۔'' (النازعات:42,45)

(5) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ لوگوں میں تشریف فرما تھے کہ آپ کے پاس ایک شخص آیا اور پوچھنے لگا کہ ایمان کسے کہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پاک کے وجود اور اس کی وحدانیت پر ایمان لاؤ اور اس کے فرشتوں کے وجود پر اور اس کی ملاقات کے برحق ہونے پر اور اس کے رسولوں کے برحق ہونے پر اور مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے پر ایمان لاؤ۔ پھر اس نے پوچھا اسلام کیا ہے؟ آپ نے پھر یہی جواب دیا کہ ''اسلام یہ ہے کہ تم خالص اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور نماز قائم کرو اور زکوۃ فرض ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔ پھر اس نے احسان کے متعلق سوال کیا آپ ﷺ نے فرمایا احسان یہ کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر یہ درجہ حاصل نہ ہو تو پھر تم یہ سمجھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے پھر اس نے پوچھا قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے بارے میں جواب دینے والا پوچھنے والے سے کچھ زیادہ نہیں جانتا۔ (صحیح بخاری:50)

(6) سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صاحب (ابوموسیٰ یا ذوالخویصرہ) نے رسول اللہ ﷺ سے قیامت کے بارے میں پوچھا کہ قیامت کب قائم ہوگی؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: کچھ بھی نہیں سوا اس کے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پھر تمہارا حشر انہیں کے ساتھ ہوگا جن سے تمہیں محبت ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہمیں کبھی اتنی خوشی کسی بات کی نہیں ہوئی جتنی آپ ﷺ کی یہ حدیث سن کر ہوئی ہے کہ تمہارا حشر انہیں کے ساتھ ہوگا جن کے ساتھ تمہیں محبت ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں بھی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتا ہوں اور ان سے اپنی محبت کی وجہ سے امید رکھتا ہوں کہ میرا حشر انہیں کے ساتھ ہوگا اگرچہ میں ان جیسے عمل نہ کر سکا۔ (صحیح بخاری:3688)

﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا﴾

''غیب کا جاننے والا وہی ہے، پس وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا'' (26)

سوال: ﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا﴾ ''غیب کا جاننے والا وہی ہے، پس وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ﴾ ''غیب کا جاننے والا وہی ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ ہی غیب کا علم رکھتا ہے۔

(2) ﴿فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا﴾ ''پس وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا'' اللہ تعالیٰ مخلوق میں سے کسی پر اپنا غیب ظاہر نہیں کرتے۔ وہ اکیلا ہی ہر غیب کو جانتا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کے علم میں سے وہ کسی چیز کو گھیر نہیں سکتے مگر جتنا وہ چاہے۔ نبی ﷺ بھی غیب کے بارے میں اتنا ہی جانتے تھے جتنا اللہ تعالیٰ نے بتا دیا تھا۔

﴿اِلَّا مَنِ ارۡتَضٰی مِنۡ رَّسُوۡلٍ فَاِنَّهٗ یَسۡلُکُ مِنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡهِ وَ مِنۡ خَلۡفِهٖ رَصَدًا﴾

"مگر کوئی رسول، جسے اس نے پسند کرلیا،تو یقیناوہ اُس کے آگے پیچھے پہرا لگا دیتا ہے" (27)

سوال: ﴿اِلَّا مَنِ ارۡتَضٰی مِنۡ رَّسُوۡلٍ فَاِنَّهٗ یَسۡلُکُ مِنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡهِ وَ مِنۡ خَلۡفِهٖ رَصَدًا﴾ "مگر کوئی رسول، جسے اس نے پسند کرلیا،تو یقیناوہ اُس کے آگے پیچھے پہرا لگا دیتا ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَّا مَنِ ارۡتَضٰی مِنۡ رَّسُوۡلٍ﴾ "مگر کوئی رسول، جسے اس نے پسند کرلیا" یعنی جس رسول کو وہ پسند کرتا اسے غیب سے آگاہ کرتا ہے اور جتنا اس کی حکمت تقاضا کرتی ہے۔

(2) رسولوں کو غیب میں سے جتنا رب چاہے، اس لیے دیتا ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے خاص تائید سے نوازا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کی طرف وحی کی، اس کی حفاظت بھی کی، اس طرح رسول وحی کی حقیقت کو پہنچ گئے۔ شیاطین ان کے قریب آکر کمی بیشی نہیں کرسکتے۔

(3) ﴿فَاِنَّهٗ یَسۡلُکُ مِنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡهِ وَ مِنۡ خَلۡفِهٖ رَصَدًا﴾ "تو یقیناوہ اُس کے آگے پیچھے پہرا لگا دیتا ہے" یعنی رسول اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی وحی کی حفاظت کرتے ہیں۔

(4) اللہ تعالیٰ وحی کی حفاظت اور اشاعت کے لیے رسولوں کے آس پاس ہر وقت پہرے دار اور فرشتے مقرر کیے رکھتے ہیں۔

﴿لِّیَعۡلَمَ اَنۡ قَدۡ اَبۡلَغُوۡا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمۡ وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَیۡهِمۡ وَ اَحۡصٰی کُلَّ شَیۡءٍ عَدَدًا﴾

"تاکہ وہ جان لے کہ اُنہوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچادیے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کا احاطہ کررکھا ہے جو ان کے پاس ہیں اور اُس نے ہر شے کو شمار کررکھا ہے" (28)

سوال1: ﴿لِّیَعۡلَمَ اَنۡ قَدۡ اَبۡلَغُوۡا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمۡ وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَیۡهِمۡ وَ اَحۡصٰی کُلَّ شَیۡءٍ عَدَدًا﴾ "تاکہ وہ جان لے کہ اُنہوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچادیے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کا احاطہ کررکھا ہے جو ان کے پاس ہیں اور اُس نے ہر شے کو شمار کررکھا ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لِّیَعۡلَمَ﴾ "تاکہ وہ جان لے" یعنی تاکہ رسول جان لے۔

(2) ﴿اَنۡ قَدۡ اَبۡلَغُوۡا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمۡ﴾ "کہ اُنہوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچادیے ہیں" یعنی رسول نے اطمینان سے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرشتے بھیج کر انبیاء کی حفاظت کرتا ہے تاکہ وہ اطمینان سے اس کا پیغام پہنچاسکیں اور وحی کی حفاظت کریں اور اللہ تعالیٰ جان لے کہ انبیاء نے وحی کا حق ادا کردیا۔

(3) ﴿وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَیۡهِمۡ﴾ "اور اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کا احاطہ کررکھا ہے جو ان کے پاس ہیں" یعنی جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور ظاہر

کرتے ہیں۔

(4)﴿وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا﴾ ''اور اُس نے ہر شے کو شمار کر رکھا ہے'' اللہ تعالیٰ سے زمین اور آسمانوں میں کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں۔ ہر چیز کی تعداد اس کے علم کے دائرے میں ہے۔

سوال 2: اس سورت سے جنات کے بارے میں کیا علم ہوتا ہے؟

جواب: (1) اس سورت سے جنات کا وجود ثابت ہوتا ہے، نیز یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جنات امر و نہی کے مکلف ہیں، ان کو ان کے اعمال کی جزا دی جائے گی جیسا کہ یہ اس سورت میں صریح طور پر مذکور ہے۔

(2) اس سورہ کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس طرح انسانوں کی طرف مبعوث کیے گئے تھے، اسی طرح جنات کی طرف بھی مبعوث تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف بھیجا تاکہ وہ قرآن کو غور سے سنیں جو آپ کی طرف وحی کیا جاتا ہے اور پھر اسے اپنی قوم تک پہنچائیں۔

(3) اس سورہ مبارکہ سے جنات کی ذہانت اور ان کی معرفت حق کا اثبات ہوتا ہے اور جس چیز نے انہیں ایمان لانے پر آمادہ کیا وہ یہ ہے کہ ہدایت قرآن ان پر متحقق ہوگئی، نیز اپنے خطاب میں قرآن کے حسن ادب کی بنا پر (ایمان لانے پر آمادہ ہوئے)۔

(4) اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اپنے رسول ﷺ پر کامل عنایت تھی اور وہ قرآن اس کی حفاظت میں تھا جسے رسول اللہ ﷺ لے کر تشریف لائے۔ پس جب آپ کی نبوت کی بشارتیں شروع ہوئیں، ستاروں کے ذریعے سے آسمان محفوظ ہوئے، شیاطین اپنی اپنی جگہیں چھوڑ کر بھاگ گئے اور گھبرا کر اپنی گھاتوں سے نکل گئے۔ اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اہل زمین پر اس قدر رحم فرمایا جس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ ان کے رب نے ان کو رشد و ہدایت سے بہرہ ور کرنے کا ارادہ کیا، پس اس نے ارادہ فرمایا کہ اپنے دین و شریعت اور اپنی معرفت کو زمین پر ظاہر کرے جس سے دلوں کو بہت وسرور حاصل ہو، خردمند لوگ خوش ہوں، شعائر اسلام ظاہر ہوں اور اہل اصنام اور اہل اوثان کا قلع قمع ہو۔

(5) اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ جنات میں رسول اللہ ﷺ (سے قرآن) کو سننے اور آپ کے پاس اکٹھے ہونے کی شدید خواہش تھی۔ (تفسیر سعدی: 2858/3)

سوال 2: اس سورت سے توحید کے حکم اور شرک کے بارے میں کیا وضاحت ملتی ہے؟

جواب: (1) یہ سورہ کریمہ توحید کے حکم اور شرک کی ممانعت پر مشتمل ہے، نیز اس میں مخلوق کی حالت بیان کی گئی ہے کہ ان میں سے کوئی بھی ذرہ بھر عبادت کا مستحق نہیں کیونکہ جب رسول مصطفیٰ محمد ﷺ جو مخلوق میں افضل اور کامل ترین ہستی ہیں، کسی کو نفع اور نقصان پہنچانے کا اختیار نہیں رکھتے بلکہ خود اپنی ذات کو نفع نقصان نہیں پہنچا سکتے تو معلوم ہوا کہ اسی طرح تمام مخلوق بھی کسی کو نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتی، پس جس مخلوق کا یہ وصف ہو اس کو معبود بنانا خطا اور ظلم ہے۔

(2)اس سورہ مبارکہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ علوم غیب کا علم رکھنے میں اللہ تعالیٰ منفرد ہے مخلوق میں سے کوئی ہستی غیب کا علم نہیں جانتی، سوائے اس کے جس پر اللہ تعالیٰ راضی ہو اور کسی چیز کا علم عطا کرنے کے لیے اسے مختص کرے۔ (تفسیر سعدی:3/2857,2859)

ایاتھا ٢٠ | ٧٣ سُوْرَۃُ الْمُزَّمِّلِ مَكِّيَّةٌ ٣ | رکوعاتھا ٢

سوال1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے۔ اس کے 2 رکوع اور 20 آیات ہیں۔

سوال2: مصحف میں ترتیب اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس سورت کا کون سا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 73 ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا نمبر 3 ہے۔

سوال3: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: یہ نزول وحی کے اعتبار سے تیسری سورت ہے۔

رکوع نمبر 13

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ﴾

''اے چادر اوڑھنے والے!''(1)

سوال: ﴿يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ﴾ ''اے چادر اوڑھنے والے!'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ﴾ ''اے چادر اوڑھنے والے!'' اللہ رب العزت نے اپنے نبی محمد ﷺ کو اس سعید گھڑی میں ندا دی ہے جب آپ ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو آپ ﷺ کانپتے ہوئے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور انہیں کہا زملونی زملونی مجھے کچھ اوڑھا دو، مجھے کچھ اوڑھا دو۔

(2)(i) جس وقت یہ آیات نازل ہوئیں رسول اللہ ﷺ چادر اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کی اسی حالت کو سامنے رکھتے ہوئے آپ ﷺ سے خطاب کیا گیا۔ (ii) یہ تذکرہ اس لئے بھی کیا گیا کہ اب چادر اوڑھ کر سونے کا وقت گیا۔

(3) ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ پر وحی کا ابتدائی دور اچھے سچے پاکیزہ خوابوں سے شروع ہوا۔ آپ ﷺ

خواب میں جو کچھ دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح صحیح اور سچا ثابت ہوتا۔ پھر من جانب قدرت آپ ﷺ تنہائی پسند ہو گئے اور آپ ﷺ نے غار حرا میں خلوت نشینی اختیار فرمائی اور کئی کئی دن اور رات وہاں مسلسل عبادت اور یاد الٰہی وذکر وفکر میں مشغول رہتے۔ جب تک گھر آنے کو دل نہ چاہتا توشہ ہمراہ لیے ہوئے وہاں رہتے۔ توشہ ختم ہونے پر ہی اہلیہ محترمہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے اور کچھ توشہ ہمراہ لے کر پھر وہاں جا کر خلوت گزیں ہو جاتے، یہی طریقہ جاری رہا یہاں تک کہ آپ ﷺ پر حق منکشف ہو گیا اور آپ ﷺ غار حرا ہی میں قیام پذیر تھے کہ اچانک جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ اے محمد! پڑھو۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں پڑھنا نہیں جانتا، آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ فرشتے نے مجھے پکڑ کر اتنے زور سے بھینچا کہ میری طاقت جواب دے گئی، پھر مجھے چھوڑ کر کہا کہ پڑھو، میں نے پھر وہی جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس فرشتے نے مجھ کو نہایت ہی زور سے بھینچا کہ مجھ کو سخت تکلیف محسوس ہوئی، پھر اس نے کہا کہ پڑھ! میں نے کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ فرشتے نے تیسری بار مجھ کو پکڑا اور تیسری مرتبہ پھر مجھ کو بھینچا پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہنے لگا کہ ”پڑھو اپنے رب کے نام کی مدد سے جس نے پیدا کیا اور انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا، پڑھو اور آپ کا رب بہت ہی مہربانیاں کرنے والا ہے۔“ پس یہی آیتیں آپ ﷺ جبرائیل علیہ السلام سے سن کر اس حال میں غار حرا سے واپس ہوئے کہ آپ ﷺ کا دل اس انوکھے واقعہ سے کانپ رہا تھا۔ آپ ﷺ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے کمبل اڑھا دو، مجھے کمبل اڑھا دو۔ انہوں نے آپ ﷺ کو کمبل اڑھا دیا۔ جب آپ ﷺ کا ڈر جاتا رہا۔ تو آپ ﷺ نے اپنی زوجہ محترمہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو تفصیل کے ساتھ یہ واقعہ سنایا اور فرمانے لگے کہ مجھ کو اب اپنی جان کا خوف ہو گیا ہے۔ آپ ﷺ کی اہلیہ محترمہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی ڈھارس بندھائی اور کہا کہ آپ کا خیال صحیح نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! آپ کو اللہ کبھی رسوا نہیں کرے گا، آپ تو اخلاق فاضلہ کے مالک ہیں، آپ تو کنبہ پرور ہیں، بے کسوں کا بوجھ اپنے سر پر رکھ لیتے ہیں، مفلسوں کے لیے آپ کماتے ہیں، مہمان نوازی میں آپ بے مثال ہیں اور مشکل وقت میں آپ امر حق کا ساتھ دیتے ہیں۔ ایسے اوصاف حسنہ والا انسان یوں بے وقت ذلت وخواری کی موت نہیں پا سکتا۔ پھر مزید تسلی کے لیے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، جو ان کے چچا زاد بھائی تھے اور زمانہ جاہلیت میں نصرانی مذہب اختیار کر چکے تھے اور عبرانی زبان کے کاتب تھے، چنانچہ انجیل کو بھی حسب منشائے خداوندی عبرانی زبان میں لکھا کرتے تھے۔ (انجیل سریانی زبان میں نازل ہوئی تھی پھر اس کا ترجمہ عبرانی زبان میں ہوا۔ ورقہ اسی کو لکھتے تھے) وہ بہت بوڑھے ہو گئے تھے یہاں تک کہ ان کی بینائی بھی رخصت ہو چکی تھی۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کے سامنے آپ ﷺ کے حالات بیان کیے اور کہا کہ اے چچا زاد بھائی! اپنے بھتیجے (محمد ﷺ) کی زبانی ذرا ان کی کیفیت سن لیجیے وہ بولے کہ بھتیجے آپ نے جو کچھ دیکھا ہے، اس کی تفصیل سناؤ۔ چنانچہ آپ ﷺ نے از اول تا آخر پورا واقعہ سنایا، جسے سن کر ورقہ بے اختیار ہو کر بول اٹھے کہ یہ تو وہی ناموس (معزز راز دان فرشتہ) ہے جسے اللہ نے موسیٰ علیہ السلام پر وحی دے کر بھیجا تھا۔ کاش، میں آپ کے اس عہد نبوت کے شروع ہونے پر جوان عمر ہوتا۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب کہ آپ کی قوم آپ کو اس شہر سے نکال دے گی۔ رسول

اللہ ﷺ نے یہ سن کر تعجب سے پوچھا کہ کیا وہ لوگ مجھ کو نکال دیں گے؟ (حالانکہ میں تو ان میں صادق و امین و مقبول ہوں) ورقہ بولا ہاں یہ سب کچھ سچ ہے۔ مگر جو شخص بھی آپ کی طرح امر حق لے کر آیا لوگ اس کے دشمن ہی ہو گئے ہیں۔ اگر مجھے آپ کی نبوت کا وہ زمانہ مل جائے تو میں آپ کی پوری پوری مدد کروں گا۔ مگر ورقہ کچھ دنوں کے بعد انتقال کر گئے۔ پھر کچھ عرصہ تک وحی کی آمد موقوف رہی۔ (بخاری:3)

(4) نبی ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ رات میں کمبل لپیٹ کر سونا چھوڑ دیں اور عزت و جلال والے رب کے سامنے شب بیدار رہیں۔ (مختصر ابن کثیر:2/2142)

﴿قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾

''رات کو قیام کرو مگر کم'' (2)

سوال: ﴿قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''رات کو قیام کرو مگر کم'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُمِ الَّيْلَ﴾ ''رات کو قیام کرو'' یعنی نماز پڑھیں۔ (2) ﴿اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''مگر کم'' یعنی آدھی رات۔

(3) نبی ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ رب العزت نے آپ ﷺ کو رات کو قیام کرنے کا حکم دیا ہے۔ ﴿قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''رات کو قیام کرو مگر کم۔''

(4) ﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ ''اور رات کے کچھ حصے میں پھر اس کے ساتھ بے دار رہیں یہ آپ کے لیے زائد عبادت ہے، قریب ہے آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز کر دے۔'' (بنی اسرائیل:79)

(5) ﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۡ وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾ ''اُن کے پہلو بستروں سے الگ ہی رہتے ہیں وہ اپنے رب کو خوف اور اُمید سے پکارتے ہیں اور جو ہم نے انہیں رزق دیا اُس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔'' (السجدہ:16)

(6) ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ رات کو نبی ﷺ کی نماز کس طرح ہوتی تھی؟ تو انہوں نے کہا کہ'' آپ ﷺ شروع رات میں سوتے تھے اور اخیر رات میں اٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔ نماز کے بعد پھر اپنے بستر کی طرف لوٹ آتے تھے پھر جب موذن اذان دیتا تو آپ اٹھتے پس اگر آپ کو ضرورت ہوتی تو غسل کرتے ورنہ وضو کر کے باہر تشریف لے جاتے۔'' (بخاری:1146)

(7) سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ اس قدر قیام فرماتے تھے کہ آپ ﷺ کے دونوں پاؤں یا (یہ کہا کہ) آپ ﷺ کی دونوں پنڈلیوں پر ورم آجاتا تھا۔ (بخاری:1130)

(8) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو تمام نمازوں سے زیادہ پسند داؤد علیہ السلام کی نماز جیسی نماز ہے اور تمام روزوں میں زیادہ پسند اللہ تعالیٰ کو داؤد علیہ السلام کے روزے جیسا روزہ ہے اور وہ نصب شب سوتے تھے اور تہائی رات

میں نماز پڑھتے تھے اور پھر رات کے چھٹے حصے میں سو رہتے تھے اور ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن نہ رکھتے تھے۔'' (بخاری:1131)

﴿نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا﴾

''آدھی رات یا اُس سے تھوڑا کم کرلو'' (3)

سوال:﴿نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا﴾''آدھی رات یا اُس سے تھوڑا کم کرلو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) رب العزت نے نبی ﷺ کے رات کے قیام کا اندازہ مقرر کیا اور فرمایا:(2)﴿نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ﴾''آدھی رات یا اُس سے تھوڑا کم کرلو۔'' آدھی رات یا آدھی میں سے بھی﴿قَلِيْلًا﴾''تھوڑا'' کچھ کم کردیں یعنی ایک تہائی کے لگ بھگ حصے میں تہجد ادا کریں۔

﴿اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا﴾

''یا اُس پر کچھ اضافہ کرلو اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو'' (4)

سوال:﴿اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا﴾''یا اُس پر کچھ اضافہ کرلو اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو'' نبی اکرم ﷺ کو تلاوت قرآن کا طریقہ سکھایا گیا وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَوْ زِدْ عَلَيْهِ﴾''یا اُس پر کچھ اضافہ کرلو'' یہ آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ رات کا کچھ حصہ نماز تہجد ادا کرنے کا حکم دیا، تمام رات قیام کرنے کا حکم نہیں دیا۔

(2) ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی رمضان کی نماز کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نماز نہ پڑھتے تھے۔(پہلے) چار رکعت پڑھتے تھے پس تم ان کی خوبی اور ان کے طول کی کیفیت نہ پوچھو، اس کے بعد پھر آپ ﷺ چار رکعت نماز پڑھتے تھے پس تم ان کی خوبی اور ان کے طول کی کیفیت نہ پوچھو، اس کے بعد تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔(بخاری:1147)

(3)﴿وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا﴾''اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو'' رَتَل کسی چیز کی خوبی، آرائش اور بھلائی کو کہتے ہیں اور رتل کے معنی سہولت اور حسن تناسب کے ساتھ کسی کلمہ کو ادا کرنا ہے۔(تیسیر القرآن:4/ 539)

(4) کیونکہ ترتیل قرآن سے تدبر اور تفکر حاصل ہوتا ہے، اس سے دلوں میں تحریک پیدا ہوتی ہے، اس کی آیات کے ساتھ تعبد ہوتا ہے اور اس پر عمل کے لیے مکمل استعداد اور آمادگی پیدا ہوتی ہے۔(تفسیر سعدی:3/2860)

(5) سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سورت کو اس قدر ترتیل کے ساتھ پڑھا کرتے تھے کہ وہ لمبی سے لمبی ہو جاتی تھی۔(مسلم:1712)

(6) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ نبی ﷺ کی قراءت کیسی تھی؟ انہوں نے کہا کہ کھینچ کر پڑھتے تھے پھر (سیدنا انس ؓ نے) بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی (اس میں) بسم اللہ کو کھینچا اور الرحمن اور الرحیم کو بھی کھینچ کر (لمبا کر کے) پڑھا۔ (بخاری:5046)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرمارہے تھے: اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز اتنی توجہ سے نہیں سنی جتنی توجہ سے اپنے نبی کریم ﷺ کو بہترین آواز کے ساتھ قرآن مجید پڑھتے سنا ہے۔ (بخاری:5024)

(8) سیدنا براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو عشاء کی نماز میں سورۃ ﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ﴾ پڑھتے ہوئے سنا اور میں نے آپ سے اچھی آواز یا اچھی تلاوت کسی کی نہیں سنی۔ (بخاری:769)

(9) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قرآن کو اپنی آوازوں کے ساتھ مزین کرو۔'' (بخاری:7544)

(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو اچھی آواز کے ساتھ قرآن نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔'' (بخاری، کتاب التوحید:7527)

(11) سیدنا ابن الہاد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نافع بن جبیر بن مطعم نے مجھ سے دریافت کیا کہ آپ کتنے روز میں قرآن کریم ختم کرتے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ میں (قرآن کے) حصے نہیں کرتا۔ نافع نے کہا ایسا نہ کرو۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا میں نے قرآن کریم کا ایک حصہ تلاوت کیا۔ (ابوداؤد:1392)

(12) سیدنا عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ فتح مکہ والے سال اپنی سواری پر سورہ الفتح پڑھتے جارہے تھے اور آپ ﷺ اپنی قرأت کو دہراتے تھے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کبھی لوگوں سے یہ ڈر نہ ہوتا کہ مجھے گھیر لیں گے تو میں آپ ﷺ کی قرأت بیان کرتا۔ (مسلم:1853)

(13) سیدنا یعلی بن مملک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی بیوی سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز اور قرأت کیسی تھی؟ ام المؤمنین نے فرمایا کہ تم کو ان کی نماز سے کیا نسبت یعنی تم ویسے کہاں ادا کر سکتے ہو، پھر فرمایا! کہ آپ ﷺ کی عادت تھی کہ نماز پڑھتے یعنی شب کو پھر سو جاتے اس قدر کہ جتنی دیر نماز پڑھی تھی پھر نماز پڑھتے اس قدر کہ جتنا سوتے تھے پھر سوتے اس قدر کہ جتنی دیر نماز پڑھی تھی یہاں تک کہ صبح ہو جاتی پھر ان کی قرأت کی کیفیت بیان کی وہ کہتی تھیں کہ قرأت ان کی جدا جدا تھی حرف حرف۔ (ترمذی:2923)

﴿اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا﴾

''یقیناً ہم جلد ہی آپ پر ایک بھاری کلام نازل کریں گے'' (5)

سوال: ﴿اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا﴾ ''یقیناً ہم جلد ہی آپ پر ایک بھاری کلام نازل کریں گے'' رب العزت نے قرآن کی عظمت بیان کی، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا﴾ ''یقیناً ہم جلد ہی آپ پر ایک بھاری کلام نازل کریں گے''۔ یعنی ہم آپ کی طرف بھاری قرآن وحی کریں گے یعنی وہ معنیٰ عظیمہ اور اوصاف جلیلہ کا حامل ہے۔ قرآن جس کا وصف یہ ہو اس بات کا مستحق ہے کہ اس کے لئے تیاری کی جائے۔ اس کو ترتیل کے ساتھ پڑھا جائے اور جن مضامین پر مشتمل ہے اس پر غور کیا جائے۔ (تفسیر سعدی:2860/3)

(2) قرآن مجید کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ؕ وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ﴾ ''اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کر دیتے تو یقیناً آپ اسے اللہ تعالیٰ کے خوف سے پست ہونے والا ٹکڑے ٹکڑے ہونے والا دیکھتے اور یہ مثالیں ہم انہیں لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور و فکر کریں۔'' (الحشر:21)

(3) بھاری قول یعنی عمل میں بھاری یا اترتے وقت عظمت میں بھاری جیسا کہ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ران میری ران پر تھی کہ اچانک وحی آ گئی مجھے اتنا بوجھ محسوس ہوا کہ ران ٹوٹ جانے کا ڈر پیدا ہوا۔ (مختصر ابن کثیر:2142/2)

(4) ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ بے شک میں نے سخت سردی والے دن آپ ﷺ پر وحی اترتے ہوئے دیکھی اور سلسلہ منقطع ہونے پر (یہ دیکھا کہ اس وقت) آپ ﷺ کی (مقدس) پیشانی سے پسینہ بہنے لگتا تھا۔ (بخاری:2)

(5) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا، اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ وحی (کے نزول) کو محسوس کرتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں، میں گھنٹی کی سی آواز سنتا ہوں اور پھر اس وقت میں خاموش ہو جاتا ہوں اور جب بھی مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے گویا میری جان نکل جائے گی۔'' (مسند احمد:7089)

﴿اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِیْلًا﴾

''بلاشبہ رات کا اُٹھنا نفس کو زیادہ پامال کرنے والا اور بات کو زیادہ درست بنانے والا ہے'' (6)

سوال: ﴿اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِیْلًا﴾ ''بلاشبہ رات کا اُٹھنا نفس کو زیادہ پامال کرنے والا اور بات کو زیادہ درست بنانے والا ہے'' شب بیداری کی خوبیوں کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ﴾ ''بلاشبہ رات کا اُٹھنا'' یعنی رات کو سو کر اٹھنے کے بعد تہجد پڑھنا۔ ساری رات یا عشاء کے بعد والی رات یا رات کی ہر ساعت کو ناشئۃ کہتے ہیں کیونکہ رات کی ہر ساعت میں تہجد کے لئے اٹھ سکتے ہیں۔

(2)﴿هِیَ اَشَدُّ وَطْاً﴾ ''نفس کو زیادہ پامال کرنے والا'' وَطْاً بمعنی روندنا اور پامال کرنا، سب کس بل نکال دینا۔ یعنی رات کو جاگ کر اپنے نفس کو اللہ کی عبادت پر آمادہ کرنا نفس کی سرکشی کو دور کرنے اور اس کے کس بل نکالنے کے لیے بہت موثر علاج ہے۔ البتہ اس سے نفس کو کوفت

بہت ہوتی ہے۔اور ﴿وَطْأً عَلَى الْاَمْرِ﴾ کا دوسرا معنی کسی کام کو اپنی مرضی کے موافق آسان بنالینا بھی ہے۔(تفسیر تیسیر القرآن:540.541/4)

(3) رات کو سو کر اٹھنے کے بعد نماز پڑھنا نفس پر قابو پانے کے لئے بہت کارگر اور قرآن کے مقاصد کے حصول کے زیادہ قریب ہے۔ قلب ولسان اس سے مطابقت رکھتے ہیں، اس وقت مشاغل کم ہوتے ہیں اور جو کچھ وہ پڑھتا ہے اس کا فہم حاصل ہوتا ہے اور اس کا معاملہ درست ہو جاتا ہے۔ یہ دن کے اوقات کے برعکس ہے کیونکہ دن کے اوقات میں یہ مقاصد حاصل نہیں ہو سکتے۔(تفسیر سعدی:2860/3)

(4) ﴿وَّاَقْوَمُ قِيْلًا﴾ ''اور بات کو زیادہ درست بنانے والا ہے'' دن کی قرأت کی نسبت رات کی قرأت میں سکون ہوتا ہے۔

(5) ﴿وَّاَقْوَمُ قِيْلًا﴾ یعنی بات کو زیادہ درست بنانے والا۔ یعنی شب بیداری کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس وقت دل ودماغ تازہ ہوتے ہیں۔ شور وغل نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس وقت جو قرآن پڑھا جائے گا۔ طبیعت پوری توجہ سے اس میں غور وفکر کرے گی۔ گویا قرآن کا مطالب سمجھنے اور اس سے اثر پذیری کے لیے یہ وقت موزوں ہے۔(تیسیر القرآن:540.541/4)

(6) ابن زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ رات کے وقت نماز کے لئے اٹھنا قلب، نگاہ، کان اور زبان سب میں باہمی موافقت پیدا کرنے میں اشد ہے یعنی بہت زیادہ مؤثر ہے۔(تفسیر معارف القرآن:593/8)

(7) رات کے قیام سے دل اور زبان میں کمال موافقت اور تلاوت میں کمال یکسوئی پیدا ہوگی دل زیادہ تر حاضر رہتا ہے اور فہم قرآن کے دروازے کھل جاتے ہیں، دن کے قیام میں یہ خوبیاں نہیں۔(السراج المنیر:2442/2)

(8) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو تہجد کے لیے کھڑے ہوتے تو یہ دعا پڑھتے: ''اے میرے اللہ! ہر طرح کی تعریف تیرے ہی لیے ہے، تو آسمان اور زمین اور اس میں رہنے والی تمام مخلوق کا سنبھالنے والا ہے اور حمد تمام کی تمام بس تیرے ہی لیے مناسب ہے۔ آسمان اور زمین اور ان کی تمام مخلوقات پر حکومت صرف تیرے ہی لیے ہے اور تعریف تیرے ہی لیے ہے۔ تو آسمان اور زمین کا نور ہے اور تعریف تیرے ہی لیے ہے۔ تو سچا ہے، تیرا وعدہ سچا، تیری ملاقات سچی، تیرا فرمان سچا ہے، جنت سچ ہے، دوزخ سچ ہے، انبیاء علیہم السلام سچے ہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں اور قیامت کا ہونا سچ ہے۔''(بخاری:1120)

﴿اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا﴾

''یقیناً دن میں آپ کے لمبے کام ہیں''(7)

سوال: ﴿اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا﴾ ''یقیناً دن میں آپ کے لمبے کام ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا﴾ ''یقیناً دن میں آپ کے لمبے کام ہیں'' یعنی دن میں آپ ضروریات بھی پوری کر سکتے ہیں، نوافل بھی پڑھ سکتے ہیں اور آرام بھی کر سکتے ہیں۔

(2) دن میں آپ کو معاشی ضروریات کے لئے بار بار آنا جانا پڑتا ہے۔ جو دل کے مشغول ہونے اور مکمل طور پر فارغ نہ ہونے کا سبب بنتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2861/3)

﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا﴾

''اور اپنے رب کا نام یاد کرو اور ہر طرف سے منقطع ہو کر اسی کی طرف متوجہ رہو'' (8)

سوال: ﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا﴾ ''اور اپنے رب کا نام یاد کرو اور ہر طرف سے منقطع ہو کر اسی کی طرف متوجہ رہو'' اللہ تعالیٰ نے ذکر کی کثرت کا حکم دیا اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ﴾ ''اور اپنے رب کا نام یاد کرو'' پھر اس میں ہر طرح کا ذکر الٰہی شامل ہے۔

(2) یعنی آپ اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کریں یعنی رات دن، تسبیح تہلیل اور تحمید کریں۔

(3) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے تمام اوقات میں اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ (مسلم: 826)

(4) ﴿وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا﴾ ''اور ہر طرف سے منقطع ہو کر اسی کی طرف متوجہ رہو۔'' یعنی دنیا سے کٹ کر اللہ تعالیٰ کا دھیان رکھیں اور ضروریات سے فراغت پا کر اللہ تعالیٰ کی توجہ سے عبادت کریں۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ﴾ ''تو جب آپ فارغ ہو جائیں تو محنت کریں۔'' (الم نشرح: 7)

(5) اللہ تعالیٰ کے لئے تبتیل سے مراد عبادت میں اخلاص پیدا کرنا اور سب سے منقطع ہو کر اس کی عبادت کرنا۔

(6) یعنی اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کیجئے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے تعلق اور اس کی طرف انابت، قلب کے خلائق سے علیحدہ اور لاتعلق ہونے، اللہ تعالیٰ کی محبت اور ان اوصاف سے متصف ہونے کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقرب بناتے ہیں اور اس کی رضا کے قریب کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2861/3)

﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا﴾

''وہ مشرق و مغرب کا رب ہے۔ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں چنانچہ اُسی کو اپنا وکیل بناؤ'' (9)

سوال: ﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا﴾ ''وہ مشرق و مغرب کا رب ہے۔ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں چنانچہ اُسی کو اپنا وکیل بناؤ'' عبادت اور توکل اللہ تعالیٰ ہی کے لئے مخصوص ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ﴾ ''وہ مشرق و مغرب کا رب ہے۔'' یہ اسم جنس ہے اس میں سارے مشرق اور سارے مغرب شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کا رب ہے ان کا خالق اور مدبر ہے۔ یعنی ساری کائنات کا مختار کل اور مالک اللہ تعالیٰ ہے۔

(2) ﴿لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ﴾ ''اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور حقیقی معبود نہیں، اور اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں۔

(3) اس بالا و بلند تر ہستی کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اس بات کا مستحق ہے کہ اس کو محبت و تعظیم اور اجلال و تکریم سے مختص کیا جائے۔

(تفسیر سعدی:2861/3)

(4) ﴿فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا﴾ ''چنانچہ اُسی کو اپنا وکیل بناؤ'' یعنی اپنے سارے امور اس کو سونپ دو وہ ان کے لئے کافی ہوگا۔ (ایسر التفاسیر:1691)

(5) یعنی جس طرح وہ عبادت میں تنہا ہے وہ توکل میں بھی تنہا ہے۔ لہٰذا اسی کو اپنا کارساز بناؤ جیسا کہ فرمایا: ﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ ''سو آپ اسی کی عبادت کریں اور اسی پر بھروسہ رکھیں۔'' (ہود:123) ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ ''ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔'' (الفاتحہ:4) یعنی اللہ تعالیٰ ہی عبادت اور اطاعت کے ساتھ تنہا ہے اور توکل اسی کے ساتھ مخصوص ہے۔ (مختصر ابن کثیر:2143/2)

(6) اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو کیونکہ دعوت کے کام کے لئے قوت، طاقت اور سبھی کچھ اُسی سے ملتا ہے۔

﴿وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا﴾

''اور جو کچھ لوگ کہتے ہیں اُس پر صبر کرو اور انہیں چھوڑ دو، اچھے طریقے سے چھوڑنا'' (10)

سوال: ﴿وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا﴾ ''اور جو کچھ لوگ کہتے ہیں اُس پر صبر کرو اور انہیں چھوڑ دو، اچھے طریقے سے چھوڑنا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ﴾ ''اور جو کچھ لوگ کہتے ہیں اُس پر صبر کرو'' جب اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر نماز اور عمومی طور پر ذکر الٰہی کا حکم دیا۔ جس سے بندہ مومن میں بھاری بوجھ اٹھانے اور پر مشقت اعمال بجالانے کا ملکہ پیدا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان باتوں پر صبر کرنے کا حکم دیا ہے جو آپ کے معاندین آپ کو کہتے ہیں اور آپ کو اور جو کچھ آپ لے کر آئے ہیں اسے سب وشتم کرتے ہیں، نیز یہ کہ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق چلتے رہیں کوئی روکنے والا آپ کی راہ کھوٹی کر سکے نہ کوئی آپ کو لوٹا سکے۔ (تفسیر سعدی:2861/3)

(2) کفار مکہ نے آپ ﷺ کو شاعر، ساحر اور کاذب کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس ایذاء کے مقابلے میں صبر کرنے کے لئے کہا ہے۔

(3) (i) دعوت کے میدان میں لوگوں کی بہت زیادہ باتیں برداشت کرنا پڑتی ہیں۔ اس لئے ردِّ عمل کی نفسیات سے بچانے کے لئے مثبت طرف رخ موڑ دیا گیا کہ صبر اور درگزر سے کام لو۔ (ii) صبر بہترین ڈھال اور بہترین اُسلحہ ہے۔ صبر بہترین قلعہ ہے۔

(4) ﴿وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا﴾ ''اور انہیں چھوڑ دو، اچھے طریقے سے چھوڑنا'' اور یہ کنارہ کشی وہاں ہے جہاں مصلحت کنارہ کشی کا تقاضا کرتی ہے جس میں کوئی اذیت نہ ہو بلکہ ان کی تکلیف دہ باتوں سے اعراض کرتے ہوئے، ان سے کنارہ کشی کا معاملہ کریں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ ان سے اس طریقے سے بحث کریں جو احسن ہو۔ (تفسیر سعدی:2861/3)

(5) یعنی انہیں خوب صورتی سے چھوڑ دیں جن میں عتاب کی جھلک نہ ہو۔

﴿وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا﴾

''اور مجھے اور جھٹلانے والے خوش حال لوگوں کو چھوڑ دو اور اُنہیں تھوڑی سی مہلت دے دو'' (11)

سوال: ﴿وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا﴾ ''اور مجھے اور جھٹلانے والے خوش حال لوگوں کو چھوڑ دو اور اُنہیں تھوڑی سی مہلت دے دو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''اور مجھے اور جھٹلانے والے کو چھوڑ دو'' مجھے اور ان جھٹلانے والوں کو چھوڑ دیجئے، میں ان سے انتقام لوں گا، میں نے اگرچہ ان کو مہلت دی ہے مگر میں ان کو مہمل نہیں چھوڑوں گا۔

(2) ﴿اُولِي النَّعْمَةِ﴾ ''خوش حال لوگوں کو'' یعنی نعمتوں سے بہرہ منداور دولت مند لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے جب اپنے رزق سے فراخی عطا کی اور اپنے فضل سے ان کو نوازا تو انہوں نے سرکشی کا رویہ اختیار کیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى (6) اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى (7)﴾ ''ہرگز نہیں! بلاشبہ یقیناً انسان سرکش ہو جاتا ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے کہ وہ مستغنی ہو گیا۔'' (العلق: 6,7) (تفسیر سعدی: 2861/3)

(3) ﴿وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا﴾ ''اور اُنہیں تھوڑی سی مہلت دے دو۔'' اللہ تعالیٰ نے سرکشی اختیار کرنے والوں کو عذاب کی وعید سنائی۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ﴾ ''ہم انہیں بہت تھوڑا سامان دے رہے ہیں، پھر ہم انہیں ایک بہت سخت عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔'' (لقمان: 24)

(5) ﴿فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ۭ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ (44) وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۭ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ﴾ ''چنانچہ مجھے اور اس کو چھوڑ دو جو اس کلام کو جھٹلاتا ہے ہم ضرور انہیں آہستہ آہستہ لے جائیں گے جہاں سے وہ نہیں جانیں گے۔ اور میں اُن کو مہلت دوں گا، یقیناً میری خفیہ تدبیر بہت مضبوط ہے۔ یا آپ اُن سے کوئی اجرت مانگتے ہیں کہ وہ تاوان سے بوجھل ہیں؟'' (القلم: 44,45)

(6) ﴿اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ (95) الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ (96) وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ (97) فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ (98) وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (99)﴾ ''بلاشبہ آپ کی جانب سے ہم مذاق اڑانے والوں کے لیے کافی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبود بناتے ہیں سو جلد ہی وہ جان لیں گے۔ اور بلاشبہ یقیناً ہم جانتے ہیں آپ کا سینہ بے شک اس سے تنگ ہوتا ہے جو وہ کہتے ہیں۔ چنانچہ آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جائیں۔ اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کے پاس یقین آ جائے۔'' (الحجر: 95,99)

﴿اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا﴾

''یقیناً ہمارے پاس بھاری بیڑیاں اور سخت بھڑکتی ہوئی آگ ہے'' (12)

سوال: ﴿اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا﴾ ''یقیناً ہمارے پاس بھاری بیڑیاں اور سخت بھڑکتی ہوئی آگ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا﴾ ''یقیناً ہمارے پاس بھاری بیڑیاں'' یعنی ہمارے پاس سخت عذاب ہے، اسے ہم نے اس شخص کے لیے عبرتناک سزا بنایا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والے کاموں پر جما ہوا ہے۔

(2) ﴿وَّجَحِيْمًا﴾ ''اور سخت بھڑکتی ہوئی آگ ہے'' جھٹلانے والوں کے لیے دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ اور دردناک عذاب ہے۔

﴿وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا﴾

''اور حلق میں اٹکنے والا کھانا اور دردناک عذاب ہے'' (13)

سوال: ﴿وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا﴾ ''اور حلق میں اٹکنے والا کھانا اور دردناک عذاب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ﴾ ''اور حلق میں اٹکنے والا کھانا'' یہ حلق میں پھنسنے والا کھانا اس کی تلخی اور ذائقے کی کراہت والا ہوگا۔

(2) ﴿وَّعَذَابًا اَلِيْمًا﴾ ''اور دردناک عذاب ہے'' جھٹلانے والوں کے لیے دردناک اور تکلیف دہ عذاب ہوگا۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ (٦) لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ (٧)﴾ ''سوکھی خاردار جھاڑی کے سوا اُن کے لیے کوئی کھانا نہ ہوگا۔ جو نہ موٹا کرے گا اور نہ بھوک میں کافی ہوگا۔'' (الغاشیہ 7,6)

(4) ﴿اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ (٤٣) طَعَامُ الْاَثِيْمِ (٤٤)﴾ ''یقیناً زقوم کا درخت۔ گناہ گار کا کھانا ہے۔'' (الدخان: 43,44)

(5) امام احمد ابن ابی داود ابن عدی اور بیہقی کی روایت ہے کہ ایک شخص نے قرآن کی یہ آیت سنی تو خوف سے بیہوش ہوگیا۔

(6) حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ایک دن روزہ سے تھے افطار کے وقت کھانا سامنے آیا تو اس آیت کا دھیان آ گیا، کھانا نہ کھا سکے اٹھوا دیا اگلے روز پھر شام کو ایسا ہی ہوا کھانا اٹھوا دیا، تیسرے روز پھر ایسا ہوا تو ان کے صاحبزادے سیدنا ثابت بنانی اور یزید ضبی اور یحییٰ بکاء کے پاس گئے اور حال سنایا، یہ تینوں حضرات آئے اور سیدنا حسن کو کھانے کا بہت اصرار کرتے رہے پھر مجبور ہو کر کچھ تناول فرمایا۔ (روح المعانی)(معارف القرآن)

﴿يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا﴾

''جس دن زمین اور پہاڑ کانپیں گے اور پہاڑ بھربھری ریت کے ٹیلے ہو جائیں گے'' (14)

سوال: ﴿يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا﴾ ''جس دن زمین اور پہاڑ کانپیں گے اور پہاڑ بھربھری ریت کے ٹیلے ہو جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ﴾ ''جس دن زمین اور پہاڑ کانپیں گے'' جس دن سخت زلزلہ آئے گا پہاڑ اور زمین

سخت زور زور سے ہلا دیے جائیں گے۔

(2)﴿وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا﴾ ''اور پہاڑ بھر بھری ریت کے ٹیلے ہوجائیں گے'' اور پہاڑوں کے سخت پتھر اور بھاری بھاری چٹانیں ٹکرا ٹکرا کر چور چور ہوجائیں گی۔ اور ان کے ذرات ادھر اُدھر بکھر جائیں گے۔ پہاڑوں کا نام ونشان تک نہ رہے گا اور زمین ایک چٹیل اور صاف میدان کی طرح رہ جائی گی۔ نہ اس میں کوئی وادی ہوگی اور نہ نشیب وفراز۔ (سراج المنیر :2144/2)

(3) پہاڑ بکھری ہوئی ریت کی مانند ہونگے۔ اس کے بعد یہ ریت آہستہ آہستہ اڑتا ہوا غبار بن جائے گی۔

﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا﴾

''بلاشبہ ہم نے تمہاری جانب ایک رسول بھیجا ہے جو تم پر گواہی دینے والا ہے جیسے ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا'' (15)

سوال:﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا﴾ ''بلاشبہ ہم نے تمہاری جانب ایک رسول بھیجا ہے جو تم پر گواہی دینے والا ہے جیسے ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ﴾ ''بلاشبہ ہم نے تمہاری جانب ایک رسول بھیجا ہے جو تم پر گواہی دینے والا ہے'' اللہ رب العزت نے قریش سے خصوصاً اور تمام مسلمانوں سے عموماً مخاطب ہوکر فرمایا ہے کہ ہم نے تمہارے پاس رسول بھیجا ہے جو تمہارے اعمال پر شاہد ہے۔

(2) یعنی امت پر ان کے اعمال کے ذریعے سے گواہ ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد ادا کرو اور اس عظیم نعمت پر اس کا شکر ادا کرو ان کی نافرمانی کرنے سے بچو۔

(3)﴿كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا﴾ ''جیسے ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا'' یعنی ایسا نہ ہو جیسے فرعون کے پاس سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی تو اس نے اس دعوت کو جادو قرار دے کر ان کا جادوگروں سے مقابلہ کروایا۔ آخر رب العزت نے اسے سمندر میں غرق کر دیا۔

(4) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور فرمایا: ''اے لوگو! تم اللہ کے پاس جمع کیے جاؤ گے، ننگے پاؤں، ننگے جسم اور بغیر ختنہ کے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ''جس طرح ہم نے اول بار پیدا کرنے کے وقت ابتدا کی تھی، اسی طرح اسے دوبارہ زندہ کر دیں گے، ہمارے ذمہ وعدہ ہے، ہم ضرور اسے کر کے ہی رہیں گے۔'' آخر آیت تک۔ پھر فرمایا قیامت کے دن تمام مخلوق میں سب سے پہلے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو کپڑا پہنایا جائے گا۔ ہاں اور میری امت کے کچھ لوگوں کو لایا جائے گا اور انہیں جہنم کی بائیں طرف لے جایا جائے گا۔ میں عرض کروں گا، میرے رب! یہ تو میرے امتی ہیں؟ مجھ سے کہا جائے گا، آپ کو نہیں معلوم ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد نئی نئی باتیں

شریعت میں نکالی تھیں۔ اس وقت بھی وہی کہوں گا جو عبد صالح سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے کہا ہوگا کہ" میں ان کا حال دیکھتا رہا جب تک میں ان کے درمیان رہا، پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا (جب سے) تو ہی ان پر نگران ہے" مجھے بتایا جائے گا کہ آپ کی جدائی کے بعد یہ لوگ دین سے پھر گئے تھے۔ (بخاری:4625)

(5) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا، وہ کہیں گے: لبیك وسعدیك یارب! اللہ رب العزت فرمائے گا: کیا تم نے میرا پیغام پہنچادیا تھا؟ نوح علیہ السلام عرض کریں گے کہ میں نے پہنچادیا تھا۔ پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا کیا انہوں نے میرا پیغام تمہیں پہنچایا تھا؟ وہ لوگ کہیں گے کہ ہمارے یہاں کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا (نوح علیہ السلام سے) کہ" آپ علیہ السلام کے حق میں کوئی گواہی بھی دے سکتا ہے؟ وہ کہیں گے کہ محمد ﷺ اور ان کی امت میری گواہ ہے۔ چنانچہ محمد ﷺ کی امت ان کے حق میں گواہی دے گی کہ انہوں نے پیغام پہنچادیا تھا اور رسول (یعنی محمد ﷺ) اپنی امت کے حق میں گواہی دیں گے (کہ انہوں نے سچی گواہی دی ہے)۔ یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے کہ" اور اسی طرح ہم نے تم کو امتِ وسط بنایا تا کہ تم لوگوں کے لیے گواہی دو اور رسول تمہارے لیے گواہی دیں۔" (آیت میں) لفظ وسط کے معنی عادل، منصف اور بہتر کے ہیں۔ (بخاری:4487)

﴿فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا﴾

"سو فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اسے پکڑ لیا، نہایت سخت پکڑنا" (16)

سوال: ﴿فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا﴾ "سو فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اسے پکڑ لیا، نہایت سخت پکڑنا" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ﴾ "سو فرعون نے اس رسول کی نافرمانی کی" فرعون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق نہیں کی بلکہ ان کی نافرمانی کی۔

(2) ﴿فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا﴾ "تو ہم نے اسے پکڑ لیا، نہایت سخت پکڑنا" اللہ تعالیٰ نے فرعون کو بڑے وبال یعنی انتہا کی شدت کے عذاب میں پکڑ لیا۔

(3) فرعون کو سخت گرفت میں لے لیا لہٰذا اے نافرمانی کرنے والو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے ڈر جاؤ اور رسول ﷺ کی نافرمانی نہ کرو ورنہ تمہارا حشر بھی فرعون جیسا ہی ہوگا جس کو ایک غالب، اقتدار والے کی طرح پکڑ لیا۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ﴾ "تو ہم نے اُسے اور اُس کے لشکروں کو پکڑ لیا، پھر اُن کو سمندر میں پھینک دیا سو آپ دیکھیں ظالموں کا کیسا انجام تھا۔" (القصص:40)

(5)﴿وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى (۷۷) فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ (۷۸)﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ رات کے وقت میرے بندوں کو لے کر نکلو پھر ان کے لیے سمندر میں خشک راستہ بناؤ، نہ تم تعاقب کا خوف کھاؤ گے اور نہ ہی تم ڈرو گے۔ پھر فرعون نے اپنے لشکروں کے ساتھ اُن کا پیچھا کیا تو اُن کو سمندر نے ڈھانپ لیا اس چیز نے جس نے انہیں ڈھانپا۔'' (طٰہٰ:77,78)

(6) یہ بات اہلِ مکہ کو اس لئے کہی گئی ہے کہ وہ متنبہ ہو جائیں کہ اگر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلانے کی وجہ سے فرعون کا یہ حال ہو سکتا ہے تو تمہارا بھی وہی حشر ہو سکتا ہے۔

(7)﴿فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى﴾ ''تو اللہ تعالیٰ نے اُسے آخرت اور دنیا کے عذاب میں پکڑ لیا۔'' (النازعات:25)

﴿فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا﴾

''پھر اگر تم نے کفر کیا تو اُس دن تم کیسے بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا'' (17)

سوال: ﴿فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا﴾ ''پھر اگر تم نے کفر کیا تو اُس دن تم کیسے بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا﴾ ''پھر اگر تم نے کفر کیا تو اُس دن تم کیسے بچو گے'' یعنی تمہیں کفر کے ساتھ قیامت کے دن کیسے نجات مل سکتی ہے؟

(2)﴿يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا﴾ ''جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا'' اگر تم نے اللہ تعالیٰ کو نہ مانا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق نہ کی تو اس دن کی گھبراہٹوں سے کیسے نجات پاؤ گے وہ دن جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔ یعنی اس کے اندوہناک زلزلوں کی زد میں اگر بچے بھی آئیں گے تو بوڑھے ہو جائیں گے۔

(3) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ'' اللہ پاک قیامت کے دن سیدنا آدم علیہ السلام سے فرمائے گا اے آدم! وہ عرض کریں گے، میں حاضر ہوں اے رب! تیری فرمانبرداری کے لیے، پروردگار آواز سے پکارے گا (یا فرشتہ پروردگار کی طرف سے آواز دے گا) اللہ حکم دیتا ہے کہ اپنی اولاد میں سے دوزخ کا جتھہ نکالو، وہ عرض کریں گے اے پروردگار! دوزخ کا جتھا کتنا نکالوں۔ حکم ہوگا (راوی نے کہا میں سمجھتا ہوں) ہر ہزار آدمیوں میں سے نو سو ننانوے (گویا ہزار میں ایک جنتی ہوگا) یہ ایسا سخت وقت ہوگا کہ پیٹ والی کا حمل گر جائے گا اور بچہ (فکر کے مارے) بوڑھا ہو جائے گا (یعنی جو بچپن میں پڑا ہو) اور تو قیامت کے دن لوگوں کو ایسا دیکھے گا جیسے وہ نشہ میں متوالے ہو رہے ہیں حالانکہ ان کو نشہ نہ ہوگا بلکہ اللہ کا عذاب ایسا سخت ہوگا (یہ حدیث جو صحابہ حاضر تھے ان پر سخت

گزری، ان کے چہرے ڈر کے مارے) بدل گئے۔ (بخاری:4741)

(4) ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ ۚ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ﴿١﴾ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَىٰ وَمَا هُم بِسُكَارَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ﴿٢﴾﴾ ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، یقیناً قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ جس دن تم اُسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اس سے غافل ہو جائے گی جسے اس نے دودھ پلایا اور ہر حاملہ اپنا حمل ڈال دے گی اور آپ لوگوں کو مدہوش دیکھیں گے حالانکہ وہ مدہوش نہ ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہی بڑا سخت ہوگا۔'' (الحج:1,2)

﴿السَّمَاءُ مُنفَطِرٌ بِهِ ۚ كَانَ وَعْدُهُ مَفْعُولًا﴾

''آسمان اس میں پھٹ جانے والا ہے، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہمیشہ سے پورا ہو کر ہی رہنے والا ہے'' (18)

سوال: ﴿السَّمَاءُ مُنفَطِرٌ بِهِ ۚ كَانَ وَعْدُهُ مَفْعُولًا﴾ ''آسمان اس میں پھٹ جانے والا ہے، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہمیشہ سے پورا ہو کر ہی رہنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿السَّمَاءُ مُنفَطِرٌ بِهِ﴾ ''آسمان اس میں پھٹ جانے والا ہے'' اس دن آسمان پھٹ جائے گا اس دن کی دہشت ایسی ہو گی کہ آسمان بھی پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔

(2) ﴿كَانَ وَعْدُهُ مَفْعُولًا﴾ ''اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہمیشہ سے پورا ہو کر ہی رہنے والا ہے۔'' وہ دن یعنی قیامت آ کر رہے گی۔ کوئی اسے روکنے والا نہیں۔ اس کا وقوع لازم ہے کوئی اس کے راستے میں حائل نہیں ہو سکتا۔

﴿إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَن شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا﴾

''بلاشبہ یہ ایک نصیحت ہے تو جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف راستہ بنا لے'' (19)

سوال: ﴿إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَن شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا﴾ ''بلاشبہ یہ ایک نصیحت ہے تو جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف راستہ بنا لے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ﴾ ''بلاشبہ یہ ایک نصیحت ہے'' یہ آیات جس میں قیامت کا ذکر کیا گیا ہے اور اس کی ہولناکیوں کی خبر دی گئی ہے۔ یہ ایک یاددہانی ہے جس سے اہل تقویٰ نصیحت پکڑتے ہیں اور ایمان والے برائیوں سے رک جاتے ہیں۔

(2) ﴿فَمَن شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا﴾ ''تو جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف راستہ بنا لے'' یعنی وہ راستہ جو اسے اس کے رب تک پہنچاتا ہے۔ وہ راستہ اللہ کی شریعت کی اتباع کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کھول کھول کر بیان کیا اور پوری طرح واضح

کر دیا ہے۔اس آیت کریمہ میں اس امر کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ان کے افعال پر قدرت اور اختیار عطا کیا ہے، ایسے نہیں جیسے "جبریہ" کہتے ہیں کہ بندوں کے افعال ان کی مشیت کے بغیر واقع ہوتے ہیں کیونکہ یہ نقل اور عقل دونوں کے خلاف ہے۔(تفسیر سعدی:2863/3)

(3) جو اپنے رب کا راستہ اختیار کرنا چاہتا ہے۔ وہ ایمان لائے اور اس پر عمل پیرا ہو اور اس کی مرضی کے راستے پر چلے۔

رکوع نمبر 14

﴿اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ۭ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۭ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ۭ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ڮ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ۭ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

"یقیناً آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ دو تہائی رات کے قریب یا اس کا آدھا یا اس کا ایک تہائی حصہ قیام کرتے ہیں اور اُن لوگوں میں سے ایک گروہ بھی جو آپ کے ساتھ ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی رات اور دن کا اندازہ رکھتا ہے اس نے جان لیا کہ تم اس کو ہرگز ٹھیک شمار نہیں کرسکو گے، سو اس نے تم پر مہربانی کی تو آسانی سے جتنا ہو سکے قرآن پڑھ لیا کرو اس نے جان لیا کہ تم میں سے کچھ مریض بھی ہوں گے اور کچھ دوسرے لوگ جو زمین میں سفر کریں گے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل میں سے تلاش کریں گے اور کچھ دوسرے لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑیں گے، چنانچہ آسانی سے جتنا ہو سکے پڑھ لیا کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کو قرض دو، اچھا قرض، اور جو نیکی تم اپنے لیے آگے بھیجو گے اُسے اللہ تعالیٰ کے ہاں موجود پاؤ گے کہ وہ بہتر اور ثواب میں زیادہ بڑی ہے، اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے" (20)

سوال 1: ﴿اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ﴾ "یقیناً آپ کا رب جانتا ہے کہ آپ دو تہائی رات کے قریب یا اس کا آدھا یا اس کا ایک تہائی حصہ قیام کرتے ہیں اور اُن لوگوں میں سے ایک گروہ بھی جو آپ کے ساتھ ہیں" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ﴾ "یقیناً آپ

کا رب جانتا ہے کہ آپ دو تہائی رات کے قریب یا اس کا آدھا یا اس کا ایک تہائی حصہ قیام کرتے ہیں اور اُن لوگوں میں سے ایک گروہ بھی جو آپ کے ساتھ ہیں'' اللہ رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کو نصف رات یا ایک تہائی یا دو تہائی رات قیام کرنے کا حکم دیا اور آپ ﷺ کے ساتھ اہل ایمان کی ایک جماعت نے بھی اس حکم کی تعمیل کی۔

(2) ﴿وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ﴾ ''اور اُن لوگوں میں سے ایک گروہ بھی جو آپ کے ساتھ ہیں'' اس سے مراد اصحاب رسول ﷺ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے۔ سب پر قیام اللیل اس وقت فرض تھا۔ (جامع البیان 148/29)

(3) سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رات کی نماز دو دو رکعت پڑھا کرو، پھر جب تم نماز سے فارغ ہونا چاہو، تو ایک رکعت وتر پڑھ لیا کرو، یہ ایک رکعت جتنی نماز تم پڑھ چکے ہو اسے وتر بنا دے گی۔'' (بخاری: 990)

(4) سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص دس آیات کے ساتھ قیام کرے وہ غافلوں میں شمار نہیں ہوتا، جو سو آیات کے ساتھ قیام کرے وہ ''قانتین'' (عبادت گزاروں) میں لکھا جاتا ہے۔ اور جو ہزار آیات کے ساتھ قیام کرے وہ ''مقنطرین'' (یعنی بے انتہا ثواب جمع کرنے والوں) میں لکھا جاتا ہے۔ (ابوداود: 1398)

(5) سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا: پانچ نمازیں دن رات میں فرض ہیں۔ اس نے پوچھا، کیا اس کے سوا بھی کوئی نماز مجھ پر فرض ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں ہیں! الا یہ کہ تو کوئی نفل نماز پڑھنا چاہے۔ (بخاری: 46)

سوال 2: ﴿وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۭ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی رات اور دن کا اندازہ رکھتا ہے اس نے جان لیا کہ تم اس کو ہرگز ٹھیک شمار نہیں کر سکو گے، سو اس نے تم پر مہربانی کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی رات اور دن کا اندازہ رکھتا ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ دن اور رات، گھنٹوں اور اوقات کا علم رکھتا ہے۔ وہ ان کی مقدار کو بھی جانتا ہے اور یہ بھی کہ کتنا وقت گزر گیا ہے اور کتنا باقی ہے۔

(2) ﴿عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ﴾ ''اس نے جان لیا کہ تم اس کو ہرگز ٹھیک شمار نہیں کر سکو گے'' یعنی وہ جانتا ہے کہ کسی کمی بیشی کے بغیر تم اس کی مقدار معلوم نہیں کر سکو گے کیونکہ اس کی مقدار کی معرفت کا حصول، واقفیت اور مزید مشقت کا تقاضا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تخفیف کر دی ہے اور تمھیں صرف اسی چیز کا حکم دیا ہے جو تمہارے لیے آسان ہے، خواہ وہ مقدار سے زیادہ ہو یا کم۔ (تفسیر سعدی: 2864/3)

(3) یعنی تمہارا رب جانتا ہے کہ تم پر قیام اللیل فرض کیا گیا ہے اور تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔

(4) ﴿فَتَابَ عَلَيْكُمْ﴾ ''سو اُس نے تم پر مہربانی کی'' اس لیے اس نے تم سے تخفیف فرما دی ہے۔

سوال 3: ﴿فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ﴾ ''تو آسانی سے جتنا ہو سکے قرآن پڑھ لیا کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ﴾ ''تو آسانی سے جتنا ہو سکے قرآن پڑھ لیا کرو'' یعنی جتنی قرأت تم پر گراں نہیں گزرتی اتنی

تلاوت کرو۔(2)جس کی تمہیں معرفت حاصل ہے۔

(3)قیام اللیل کرنے والانمازی صرف اس وقت تک نماز پڑھے جب تک دل کی خوشی شامل ہو۔اکتاہٹ یاسستی آئے تواسے آرام کرنا چاہیے۔(4)راحت اور طمانیت کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے۔

سوال4:﴿عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ﴾ ''اس نے جان لیا کہ تم میں سے کچھ مریض بھی ہوں گے اور کچھ دوسرے لوگ جو زمین میں سفر کریں گے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل میں سے تلاش کریں گے اور کچھ دوسرے لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑیں گے، چنانچہ آسانی سے جتنا ہو سکے پڑھ لیا کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى﴾ ''اس نے جان لیا کہ تم میں سے کچھ مریض بھی ہوں گے''یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں سے کچھ لوگ بیمار ہوں گے اور دو تہائی، نصف یا ایک تہائی رات کی نماز ان پر گراں گزرے گی۔اس لئے مریض اتنی ہی نماز پڑھے جو اس کے لئے آسان ہے۔(2)مشقت کی صورت میں کھڑے ہو کر بھی نماز پڑھنے کا پابند نہیں ہے۔

(3)اگر بیماری میں نفل نماز پڑھنے میں اس کے لئے مشقت ہے تو وہ اسے چھوڑ دے، اسے اسی طرح نماز پڑھنے کا اجر ملے گا جیسے صحت مندی کی حالت میں پڑھتا تھا۔

(4)﴿وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ﴾ ''اور کچھ دوسرے لوگ جو زمین میں سفر کریں گے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل میں سے تلاش کریں گے''یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں مسافر بھی ہیں جو تجارتی سفر کرتے ہیں تاکہ اپنے اہل وعیال کی معاشی کفالت کا حق ادا کر سکیں، مسافر کے لئے فرض نماز میں بھی تخفیف کر دی گئی ہے اور دو نمازوں کو جمع کرنے اور چار میں قصر کو مباح کر دیا گیا ہے۔تو نفل نمازوں میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسانی دی گئی ہے۔

(5)سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا:''جہاد فی سبیل اللہ کے بعد اگر کسی حالت میں جان دینا مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے تو وہ یہ حالت ہے کہ میں اللہ کا فضل تلاش کرتے ہوئے کسی پہاڑی درے سے گزر رہا ہوں اور وہاں مجھ کو موت آجائے، پھر انہوں نے یہی آیت پڑھی۔''(بیہقی)

(6)﴿وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''اور کچھ دوسرے لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑیں گے''سفر کا ایک سلسلہ رزق کے لئے سفر ہے، دوسرا حج کے لئے، تیسرا جہاد فی سبیل اللہ کے لئے، وہ اتنی مقدار میں نماز پڑھ سکتا ہے جو اسے تکلیف نہ دے۔

(7)﴿فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ﴾ ''چنانچہ آسانی سے جتنا ہو سکے پڑھ لیا کرو''اللہ تعالیٰ نے دو امور میں بیماری اور سفر میں تخفیف کے بعد ایسے شخص کا ذکر کیا ہے جو صحت مند ہے اور اپنے گھر میں مقیم ہے۔رات کا قیام کرتا ہے، اس کے لئے بھی دین میں تنگی نہیں رکھی۔الحمد للہ رب العزت نے شریعت کو آسان بنایا ہے۔

(8) یعنی جس قدر آسانی سے قرآن پڑھ سکتے ہو پڑھو۔ رات کی حد بندی نہ کرو۔ رات میں جتنی آسانی کے ساتھ نماز پڑھ سکو پڑھ لو۔

(9) یہاں قرأت سے مراد نماز ہے۔

(10) یعنی جس قدر قرأت یعنی نماز آسان ہو پڑھ لو۔ جس قدر قیام آسانی سے کر سکو کر لو۔ (مختصر ابن کثیر:2/2146)

(11) قیام اللیل اس سے پہلے واجب تھا اور اس آیت سے اسے امت کے لئے نفل کر دیا گیا۔ (ایسر التفاسیر 1694)

(12) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ (فرض) نماز پڑھتے پھر واپس جا کر اپنی قوم کے لوگوں کو (وہی) نماز پڑھایا کرتے تھے۔ ایک بار عشاء میں انہوں نے سورہ البقرہ شروع کی (مقتدیوں میں سے) ایک شخص نماز توڑ کر چل دیا۔ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ ان کو برا کہنے لگے یہ خبر نبی ﷺ کو پہنچی (اس نے جا کر معاذ کی شکایت کی) آپ ﷺ نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو فرمایا: تو بلا میں ڈالنے والا ہے، بلا میں ڈالنے والا ہے، بلا میں ڈالنے والا ہے، تین بار فرمایا۔ یا یوں فرمایا: تو فسادی ہے، فسادی ہے، فسادی ہے، پھر آپ نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ مفصل کی بیچ کی دو سورتیں پڑھا کرے۔ عمرو بن دینار نے کہا کہ مجھے یاد نہ رہیں (کہ کون سی سورتوں کا آپ نے نام لیا)۔ (بخاری:701) (13) ابن عباس نے کہا ﴿فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ﴾ سے مراد 100 آیات ہیں۔ (مجمع الزوائد:7/276)

سوال 5: ﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا﴾ ''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کو قرض دو، اچھا قرض'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ ''اور نماز قائم کرو'' یعنی نماز کو اس کے ارکان، اس کی حدود، اس کی شرائط اور اس کی تکمیل کرنے والے تمام امور کے ساتھ قائم کرو۔ (تفسیر سعدی:3/2865)

(2) ﴿وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾ ''اور زکوٰۃ ادا کرو'' یعنی فرض صدقہ دو۔ دل کی سچائی اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے پاک مال میں سے خرچ کرو۔

(3) جتنی زیادہ نیت سچی ہوگی اور دل کے ثبات سے دو گے اتنا ہی زیادہ اجر پاؤ گے۔

(4) ﴿وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کو قرض دو، اچھا قرض'' یعنی اپنے زائد مال میں سے صدقہ کر کے اپنے نفسوں کو پاک کرو، یہ قرض حسنہ ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرو اور وہ جہاد ہے۔ اس راستے میں خرچ کیا گیا مال سات سو گنا تک اجر دے گا۔ (ایسر التفاسیر:1694،1693)

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ﴾ ''اگر تم اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دو گے تو وہ اُسے تمہارے لیے کئی گنا بڑھا دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا قدردان، بے حد بردبار ہے۔'' (التغابن:17)

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ۭ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۠ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''کون ہے وہ جو اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دے؟ سو وہ اس کو بڑھا چڑھا کر اس کے لیے کئی گنا کر دے اور

اللہ تعالیٰ ہی تنگی اور کشادگی پیدا کرتا ہے اور اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔'' (البقرہ:245)

(8)﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِیْمٌ﴾ ''کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دے؟ تو وہ اُسے کئی گنا تک اُس کے لئے بڑھادے اور اُسی کے لیے باعزت اجر ہے۔'' (الحدید:11)

(9) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: ''یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے ہر شخص کو اپنا مال ہی سب سے زیادہ محبوب ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''پس انسان کا مال تو وہی ہے جو اس نے (صدقہ وخیرات) کر کے آگے بھیجا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو وہ پیچھے چھوڑ گیا۔'' (سلسلہ احادیث صحیحہ:1486)

سوال 6: اللہ تعالیٰ نے تہجد کو فرض سے نفل قرار دیتے ہوئے دو عبادات نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا اس کی حکمت واضح کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے تہجد جیسی فضیلت والی نماز کی فرضیت کو ساقط کیا تو نیکی کے بڑے کاموں کا حکم دیا اور یہ راہ نمائی کی کہ دین کی درستگی کے لیے کون سے فرائض ہیں جن کی درست ادائیگی آپ کے لئے نفع مند ہوگی۔

(2) رب العزت نے فرائض کی حفاظت کرنے کا حکم دیا ہے۔ (3) اللہ تعالیٰ نے دو عبادتوں کا ذکر فرمایا جو ام العبادات اور ان کا ستون ہیں، یعنی نماز قائم کرنا جس کے بغیر دین درست نہیں رہتا اور زکوٰۃ ادا کرنا جو ایمان کی دلیل ہے اور اس سے حاجت مندوں اور مساکین کے لیے ہمدردی حاصل ہوتی ہے۔ (تفسیر سعدی:2865/3) (4) زکوٰۃ مکہ میں فرض ہوئی پھر مدینہ میں نصاب مقرر ہوا۔

سوال 7: ﴿وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَیْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا﴾ ''اور جو نیکی تم اپنے لیے آگے بھیجو گے اُسے اللہ تعالیٰ کے ہاں موجود پاؤ گے کہ وہ بہتر اور ثواب میں زیادہ بڑی ہے'' نیکیاں مال سے بہتر ہیں، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَیْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا﴾ ''اور جو نیکی تم اپنے لیے آگے بھیجو گے اُسے اللہ تعالیٰ کے ہاں موجود پاؤ گے کہ وہ بہتر اور ثواب میں زیادہ بڑی ہے'' تم جو نیکیاں کرو گے تمہارے لئے اس مال سے بہتر ہیں جو تم پیچھے چھوڑ جاؤ گے۔

(2) نیکی کا اجر دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک بلکہ بے شمار گنا ملتا ہے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ اس دنیا میں کی ہوئی ذرہ بھر بھلائی کے مقابلے میں ہمیشہ رہنے والی نعمتوں کے گھر میں دنیا کی لذتوں سے کئی گنا زیادہ لذتیں اور شہوات ہیں، اس دنیا میں کی ہوئی بھلائی اور نیکی، آخرت کے دائمی گھر میں بھلائی اور نیکی کی بنیاد، اس کا بیج، اس کی اصل اور اساس ہے۔ (تفسیر سعدی:2865/3)

سوال 8: ﴿وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت

رحم والا ہے'' بھلائی اور نیکی کے کاموں کا حکم دینے کے بعد استغفار کے حکم کی حکمت واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو'' بھلائی اور نیکی کے کاموں کی ترغیب دینے کے بعد، استغفار کا حکم دیا جس میں بہت بڑا فائدہ ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ بندہ ان کاموں میں کوتاہی سے پاک نہیں جن کا اسے حکم دیا گیا ہے یا تو وہ ان کاموں کو سرے سے کرتا ہی نہیں یا انہیں ناقص طریقے سے کرتا ہے، پس اسے استغفار کے ذریعے سے اس کی تلافی کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ بندہ دن رات گناہ کرتا ہے اگر اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت اور مغفرت سے ڈھانپ نہ لے تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔ (تفسیر سعدی:2865,2866/3)

(2) یعنی نیکیوں میں کمی اور برائیوں کے سرزد ہونے کے لئے استغفار کرو۔

(3) رب العزت نے اہل ایمان کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ (١٧) وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (١٨)﴾ ''رات کو وہ بہت کم سویا کرتے تھے۔ اور سحری کے اوقات میں وہ بخشش مانگا کرتے تھے۔'' (الذاریات:17,18)

(4) سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے سلام پھیرتے تو تین دفعہ استغفار کرتے۔ (مسلم:1334)

(5) ﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کے گناہ بخش دیتے ہیں، اس پر رحم فرماتے ہیں، اس سے ایسے گناہ پر مواخذہ نہیں کرتے جس سے اس نے توبہ کر لی ہو۔

(6) اللہ تعالیٰ مجبوریوں کی وجہ سے تخفیف کرتے ہیں۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا شعور دلایا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجبوریوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے اپنی مغفرت کا شعور دلایا ہے۔

(7) دل سے یقین رکھو اور گناہوں کی معافی مانگتے رہو۔ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی معاف کرنے والا نہیں۔ جو بھی نادم ہو کر اس سے معافی مانگتا ہے وہ اسے معاف کر دیتا ہے۔

(8) رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کے سب گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ یقیناً وہی بڑا بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (الزمر:53) ﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ﴾ ''اے ہمارے رب مجھے اور میرے والدین کو اور تمام مومنوں کو بخش دینا جس دن حساب قائم ہو گا۔'' (ابراہیم:41)

ایاتها ٥٦ — ٧٤ سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ مَكِّيَّةٌ ٤ — رکوعاتها ٢

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے۔اس میں دو رکوع اور 56 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 74 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے چوتھی سورت ہے۔

سوال 3: اس سورت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ''شہاب سے منقول ہے کہ مجھے ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے خبر دی جابر بن عبداللہ الانصاری فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فترۃ الوحی (وحی منقطع ہوجانے والے عرصہ) کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا: میں چل رہا تھا کہ اچانک آسمان پر آواز سنی میں نے اپنا سر اٹھایا تو دیکھا کہ وہی فرشتہ جو غار حرا میں پہلی بار وحی لے کر آیا تھا آسمان وزمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے جس سے مجھ پر خوف ساطاری ہو گیا، میں اپنے گھر آ گیا اور گھر والوں کو کہا مجھے کپڑا اوڑھا دو چنانچہ انہوں نے میرے جسم پر کپڑا ڈال دیا اسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے یہ وحی نازل کردی: ﴿یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ﴾ سے ﴿وَالرُّجْزَ فَاھْجُرْ﴾ تک۔اس قصے کے بعد مسلسل وحی آنا شروع ہوگئی۔

رکوع نمبر 15

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ﴾

''اے کمبل میں لپٹنے والے!'' (1)

سوال: ﴿یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ﴾ ''اے کمبل میں لپٹنے والے!'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ﴾ ''اے کمبل میں لپٹنے والے!'' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے کپڑا اوڑھنے والے یعنی اے اپنی نیند کے وقت کپڑے میں لپٹنے والے۔ (جامع البیان: 151/29)

(2) یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کپڑے سے مراد خلعت نبوت ورسالت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تقویٰ کے لباس سے سرفراز کیا تھا اور انہیں علم کی چادر سے مزین کیا تھا۔ (تفسیر القاسمی: 330/16)

﴿قُمْ فَاَنْذِرْ﴾

''اُٹھو پھر خبردار کرو'' (2)

سوال: ﴿قُمْ فَاَنْذِرْ﴾ ''اُٹھو پھر خبردار کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قُمْ فَاَنْذِرْ﴾ ''اُٹھو پھر خبردار کرو'' یہاں اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کو یہ حکم دے رہے ہیں کہ اپنی نیند سے کھڑے ہوں اور غیر اللہ کی عبادت کرنے والی اپنی مشرک قوم کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں۔ (جامع البیان:153/29)

(2) سیدنا قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اپنی قوم کو اللہ کے عذاب، پہلی امتوں کے انجام اور سخت انتقام الٰہی سے ڈرائیں۔'' (جامع البیان:153/29)

(3) یعنی اٹھ کھڑے ہوں اہل مکہ کو ڈرائیں اور اسلام نہ لانے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید سنائیں یا اس کا معنی ہے کہ اپنے بستر سے اٹھ کھڑے ہوں یا اس کا معنی ہے کہ عزم مصمم اور پختہ ارادہ لے کر اٹھ کھڑے ہوں۔ یہ بھی معنی کہا گیا کہ ان کے درمیان اپنی نبوت کا اعلان کر دیں، یہ بھی معنی کیا گیا ہے کہ ان کے درمیان توحید کا اعلان کر دیں۔ فراء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی ہے آپ کھڑے ہوں اور نماز پڑھیں اور لوگوں کو نماز کا حکم دیں۔ (فتح القدیر:397/5)

(4)﴿قُمْ﴾ ''اُٹھو'' یعنی کوشش اور نشاط کے ساتھ کھڑے ہوں۔ ﴿فَاَنْذِرْ﴾ ''پھر خبردار کرو'' یعنی لوگوں کو ایسے اقوال وافعال کے ذریعے سے تنبیہ کیجیے جن سے مقصد حاصل ہو، ان امور کا حال بیان کر کے ڈرایے جن سے متنبہ کرنا مطلوب ہے تاکہ وہ ان کو ان کے ترک کرنے پر زیادہ آمادہ کرے۔ (تفسیر سعدی:2866/3) (5) پھر کیا تھا؟ آپ ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے اور اس زمین پر امانت کا بار اٹھایا۔

﴿وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ﴾

''اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو'' (3)

سوال:﴿وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ﴾ ''اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ﴾ ''اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو'' یعنی غیر اللہ کو چھوڑ کر اپنی جملہ حاجات کو اللہ تعالیٰ کے حضور ہی پیش کرو اور اس کی تعظیم کرو۔ (جامع البیان:153/29)

(2) یعنی تیری سرداری ملکیت اور جمیع امور کو تکبیر کے ساتھ خاص کر دیا گیا ہے یہ (تکبیر) اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور عظمت والی صفت ہے یعنی (اللہ اکبر) اللہ تعالیٰ اس امر سے بڑا ہے کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس امر سے بلند ہے کہ اس کی بیوی یا اولاد ہو۔ ابن عربی فرماتے ہیں گویا کہ تکبیر سے مراد اللہ تعالیٰ کی تقدیس اور جملہ عیوب ونقائص سے پاکیزگی بیان کرنا ہے۔ نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنایا جائے اور نہ ہی اس کے سوا کسی کی عبادت کی جائے اور اس امر کا عقیدہ رکھا جائے کہ تمام تصرفات کا اختیار صرف اس کے پاس ہے اور تمام نعمتیں اس کے پاس موجود ہیں۔'' (فتح القدیر:397/5)

(3) یعنی توحید کے ذریعے سے اس کی عظمت بیان کیجیے۔ اپنے انذار اور تنبیہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقصد بنائیں نیز اس بات کو مدنظر

رکھیں کہ بندے اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کی عبادت کریں۔ (تفسیر سعدی:2866/3)

﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾

''اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو'' (4)

سوال: ﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ ''اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ ''اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو'' اس آیت کریمہ کی تاویل (تفسیر) میں اہل تاویل (مفسرین) نے اختلاف کیا ہے بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے کہ اپنے کپڑوں کو نافرمانی اور دھوکہ فریب سے پاک وصاف رکھو۔'' (جامع البیان)

(2) انہوں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ساعت فرمایا وہ فرماتے ہیں: ﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ اس سے مراد ہے گناہوں سے پاک صاف ہونا۔ پھر فرمایا: کپڑوں کی پاکیزگی عرب میں محاورے کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔'' (جامع البیان:153/29)

(3) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ گناہوں سے پاکیزگی اور طہارت مراد ہے۔'' (جامع البیان:154/29)

(4) قتادہ رحمہ اللہ سے مروی ہے: اس سے نافرمانیوں سے پاکیزگی اختیار کرنا مراد ہے۔ عرب لوگ وعدہ خلاف کو کہتے ہیں: دنس ثیاب کہ اس نے اپنے کپڑوں کو میلا کر دیا ہے (یعنی ان کو پاک نہیں رکھ سکا) اور جب کوئی آدمی وعدہ پورا کرتا ہے اور اپنی اصلاح کرتا ہے تو اسے عرب لوگ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اپنے کپڑوں کو پاک رکھا ہے (یعنی یہ پاک باز ہے)'' (جامع البیان:154/29)

(5) سیدنا ضحاک رحمہ اللہ سے سنا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ کے بارے میں وہ فرماتے ہیں کہ نافرمانی کرتے ہوئے اپنے کپڑوں کو مت پہنو۔

(6) سیدنا عامر رحمہ اللہ اور عطاء رحمہ اللہ دونوں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد غلطیوں اور خطاؤں سے اپنے آپ کو پاک رکھو۔ دوسرے کہتے ہیں بلکہ اس کا معنی ہے کہ اپنے اوپر اپنی حلال کمائی کے علاوہ کوئی کپڑا نہ اوڑھو۔'' (جامع البیان:154/29)

(7) ''دوسرے مفسرین کا قول ہے بلکہ اس کا معنی ہے کہ اپنے عملوں کی اصلاح کرو۔'' (جامع البیان:154/29)

(8) ''ابوزرین اللہ کے اس فرمان ﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اپنے عمل کو درست کرلو۔ جب کوئی برے اور خبیث اعمال کا ارتکاب کرتا تھا تو لوگ اسے کہتے تھے کہ یہ شخص برے اور خبیث کپڑوں کا حامل ہے اور جب کوئی شخص اچھے اور صالح اعمال کو بجالاتا تھا تو اسے لوگ کہتے تھے کہ فلاں شخص پاک کپڑوں کو زیب تن کرنے والا ہے۔'' (جامع البیان:155/29)

(9) مجاہد تابعی رحمہ اللہ اللہ کے اس فرمان ﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ نہ تو نجومی ہے نہ تو جادوگر ہے پس تو اس سے اعراض کر جو وہ کہتے ہیں۔'' (جامع البیان:155/29)

(10) دوسرے مفسرین کا قول ہے کہ بلکہ اس (چادر اور کپڑا) کو پانی سے دھو ڈال اور اس کو نجاست اور پلیدگی سے پاک کر لے۔"
(جامع البیان:155/29) (11) اس آیت میں ان راہبانہ تصورات کا پورا رد موجود ہے۔ (تیسیر القرآن:547/4)

(12) اس آیت کریمہ میں یہ احتمال ہے کہ (ثِیَاب) "کپڑے" سے مراد تمام اعمال ہوں اور ان کی تطہیر سے مراد ہے ان کی تخلیص، ان کے ذریعے سے خیر خواہی، ان کو کامل ترین طریقے پر بجالانا اور ان کو تمام مبطلات، مفسدات اور ان میں نقص پیدا کرنے والے امور، یعنی شرک، ریا، نفاق، خود پسندی، تکبر، غفلت وغیرہ سے پاک کرنا ہو، جن کے بارے میں بندہ مومن کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی عبادات میں ان سے اجتناب کرے۔ اس میں کپڑوں کی نجاست سے تطہیر بھی داخل ہے کیونکہ یہ تطہیر، اعمال کی تطہیر کی تکمیل ہے، خاص طور پر نماز کے اندر جس کے بارے میں بہت سے علماء کا قول ہے کہ نجاست کو زائل کرنا، نماز کا حق اور اس کی شرائط میں سے ایک شرط ہے، یعنی طہارت اس کی صحت کی شرائط میں سے ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ (ثِیَاب) سے مراد معروف لباس ہو اور آپ کو ان کپڑوں کی تمام اوقات میں تمام نجاستوں سے تطہیر کا حکم دیا گیا ہے، خاص طور پر نماز میں داخل ہوتے وقت۔ جب آپ ظاہری طہارت پر مامور ہیں کیونکہ ظاہری طہارت، باطنی طہارت کی تکمیل کرتی ہے۔ (تفسیر سعدی:2866,2867/3)

﴿وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾

"اور ناپاکی سے دُور رہو" (5)

سوال: ﴿وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾ "اور ناپاکی سے دُور رہو" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) سیدنا ابن زید رضی اللہ عنہ اللہ کے اس فرمان ﴿وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾ کی تفسیر کرتے ہیں کہ ﴿الرُّجْزَ﴾ سے مراد وہ الٰہ اور بت ہیں جن کی وہ عبادت کرتے تھے۔ حکم دیا گیا کہ ان کو چھوڑ دو نہ تو ان کے قریب آؤ اور نہ ان کے پاس آؤ۔" (جامع البیان:156/29)

(2) دوسرے مفسرین کا قول ہے بلکہ اس کا معنی ہے کہ گناہوں اور نافرمانیوں کو ترک کر دو۔ (جامع البیان:156/29)

(3) داعی کے عمومی طور پر دو انجام ہوتے ہیں۔ (i) غرور فخر اور عظمت، وہ کہتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو تم پر روکنے والا ہوں اور خیر کو تمہارے اوپر جاری کرنے والا ہوں۔ (ii) اور یہ لوگ اس داعی کو اذیت پہنچاتے ہیں اور اس کے بارے میں گردش زمانہ کا انتظار کرتے ہیں اور اسے ہر جگہ تلاش کرتے ہیں۔ ایسی صورتحال کا سامنا کرنے والے دعات کہتے ہیں کیا ہو گیا ہے اس قوم کو ہماری بات ہی نہیں سنتے لہٰذا ہم ان لوگوں سے دور ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ نعمتوں کی قدر نہیں کرتے اور انعام کرنے والوں کا شکریہ ادا نہیں کرتے۔" (تفسیر المراغی:247/10)

(4) ایک احتمال یہ ہے کہ ﴿الرُّجْزَ﴾ سے مراد بت اور مورتی ہوں جن کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت کی جاتی ہے پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ ان کو ترک کر دیں۔ ان سے برأت کا اعلان کریں۔ نیز ان تمام اقوال وافعال سے بے زار ہوں جو ان کی طرف منسوب

ہیں۔ایک احتمال یہ بھی ہے کہ ﴿الرُّجْزَ﴾ سے مراد تمام اعمال شر اور اقوال شر ہوں۔تب آپ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ تمام چھوٹے اور بڑے، ظاہری اور باطنی گناہ چھوڑ دیں۔اس حکم میں شرک اور اس سے کم تر گناہ داخل ہیں۔(تفسیر سعدی:2867/3)

﴿وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ﴾

''اور احسان نہ کرو کہ تم زیادہ حاصل کرو'' (6)

سوال: ﴿وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ﴾ ''اور احسان نہ کرو کہ تم زیادہ حاصل کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ابراہیم رحمہ اللہ اس آیت مبارکہ ﴿وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: کوئی شے (اس نیت سے) نہ دو تا کہ اس سے زیادہ حاصل کر سکو۔'' (جامع البیان:157/29)

(2) ''دیگر اہل علم کا قول ہے کہ اس کا معنی کچھ یوں ہے اپنے عمل سے اپنے رب پر احسان نہ جتلائیں تا کہ آپ زیادہ لے سکیں۔'' (جامع البیان)

(3) ''سیدنا ربیع بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تیری نگاہ میں تیرا عمل بڑا نہ ہو کیونکہ تیرا بڑے سے بڑا عمل بھی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کے مقابلے میں قلیل ہے۔'' (جامع البیان:158/29)

(4) ''سیدنا ابن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبوت اور ہمارے نازل کردہ قرآن مجید کے ساتھ لوگوں پر احسان نہ جتلاؤ تا کہ ان سے دنیا میں اس کا بہتر بدلہ حاصل کر سکو۔'' (جامع البیان:158/29)

(5) یعنی آپ نے لوگوں پر جو دینی اور دنیاوی احسانات کیے ہیں انہیں جتلائیں نہیں کہ اس احسان کے بدلے زیادہ حاصل کریں اور ان احسانات کی وجہ سے اپنے آپ کو لوگوں سے افضل سمجھیں بلکہ جب بھی آپ کے لیے ممکن ہو آپ لوگوں پر احسان کریں پھر ان پر اپنے اس احسان کو بھول جایئے۔جس پر آپ نے احسان کیا ہے اسے اور دوسروں کو برابر سطح پر رکھیں۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ آپ کسی کو کوئی چیز اس لیے عطا نہ کریں کہ آپ کا ارادہ ہو کہ وہ آپ کو اس سے بڑھ کر بدلہ عطا کرے۔تب یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہے۔(تفسیر سعدی:2867/3)

﴿وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ﴾

''اور اپنے رب کے لیے صبر کرو'' (7)

سوال: ﴿وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ﴾ ''اور اپنے رب کے لیے صبر کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ﴾ ''اور اپنے رب کے لیے صبر کرو'' یعنی اپنے صبر پر اجر کی امید رکھیے اور اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہو۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کے حکم کی اطاعت کی اور اس کی تعمیل کے لیے آگے بڑھے۔پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو انجام بد سے ڈرایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے آیات بینات اور تمام مطالب الٰہیہ کو واضح کیا۔اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان کی اور مخلوق کو اس کی تعظیم کی

طرف بلایا، آپ نے اپنے تمام ظاہری اور باطنی اعمال کو ہر قسم کی برائی سے پاک کیا، آپ نے ہر اس ہستی سے برأت کا اظہار کیا جو اللہ تعالیٰ سے دور کرتی تھی اور اس کی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کی جاتی تھی، یعنی بتوں، بت پرستوں، شر اور شر پسندوں سے بیزاری کا اعلان کیا۔ لوگوں پر اللہ تعالیٰ کے احسان کے بعد آپ کا احسان ہے بغیر اس کے کہ آپ اس پر ان سے کسی جزا یا شکر گزاری کا مطالبہ کریں۔ آپ ﷺ نے اپنے رب کی خاطر کامل ترین صبر کیا۔ پس آپ نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر اور اس کی نافرمانی سے اجتناب پر اور اس کی تکلیف دہ قضا و قدر پر صبر کیا، یہاں تک کہ آپ اولوالعزم انبیاء و مرسلین پر بھی فوقیت لے گئے۔ ﴿صَلَوَاتُ اللهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ﴾

(تفسیر سعدی: 2867/3)

﴿فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ﴾

''پس جب صور میں پھونک ماری جائے گی'' (8)

سوال: ﴿فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ﴾ ''پس جب صور میں پھونک ماری جائے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ﴾ ''پس جب صور میں پھونک ماری جائے گی'' یعنی جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردوں کو قبروں سے کھڑا کرنے اور تمام مخلوقات کو دوبارہ زندہ کر کے حساب کتاب کے لیے جمع کرنے کے لیے صور پھونکا جائے گا۔

(2) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ﴾ ''اور صور میں پھونکا جائے گا تو وہ بے ہوش ہو کر گر جائے گا جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے مگر جسے اللہ تعالیٰ نے چاہا پھر اس میں دوسری بار صور پھونکا جائے گا تو اچانک وہ کھڑے دیکھ رہے ہوں گے۔'' (الزمر: 68)

(3) ﴿فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَاۤ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ (۱۰۱) فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۱۰۲) وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِیْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ (۱۰۳) تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ (۱۰۴)﴾ ''پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو اُس دن اُن کے درمیان کوئی قرابت داریاں نہ رہیں گی اور نہ ہی وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔ پھر وہ شخص جس کے پلڑے بھاری ہوں گے تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔ اور وہ شخص جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا، وہ جہنم میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اُن کے چہروں کو آگ جھلسا دے گی اور اس میں وہ جبڑے نکالنے والے ہوں گے۔'' (المومنون: 101،104)

(4) ﴿وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ (۵۱) قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ سکتہ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ (۵۲) اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ (۵۳)﴾ ''اور صور میں پھونکا جائے گا سو یکا یک وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف تیزی سے دوڑ پڑیں گے۔ وہ کہیں گے: ''ہائے ہماری بدبختی! کس نے ہمیں

ہماری قبروں سے اُٹھایا؟'' یہ وہی ہے جس کا رحمان نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا۔ نہیں ہوگی مگر ایک ہی چیخ تو اچانک وہ سب کے سب ہمارے سامنے حاضر کیے ہوئے ہوں گے۔'' (یٰسین:51,53)

(5) سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کیونکر آرام کروں جب کہ صور والے اسرافیل علیہ السلام منہ میں صور لئے ہوئے اس حکم پر کان لگائے ہوئے ہیں کہ کب پھونکنے کا حکم صادر ہو اور اس میں پھونک ماری جائے۔ یہ امر اصحاب رسول پر سخت گزرا، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم کہو: ﴿حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ عَلَی اللّٰہِ تَوَکَّلْنَا﴾ 'اللہ تعالیٰ ہمارے لیے کافی ہے، کیا ہی اچھا کارساز ہے وہ، اللہ تعالیٰ ہی پر ہم نے توکل کیا۔'' (ترمذی:2431)

﴿فَذٰلِكَ یَوْمَئِذٍ یَّوْمٌ عَسِیْرٌ﴾

''تو وہ دن بڑا ہی مشکل دن ہوگا'' (9)

سوال: ﴿فَذٰلِكَ یَوْمَئِذٍ یَّوْمٌ عَسِیْرٌ﴾ ''تو وہ دن بڑا ہی مشکل دن ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَذٰلِكَ یَوْمَئِذٍ یَّوْمٌ عَسِیْرٌ﴾ ''تو وہ دن بڑا ہی مشکل دن ہوگا'' یعنی وہ دن ہولناک ہوگا اپنی سختیوں کی وجہ سے بڑا سخت ہوگا۔ (2) وہ ایسا دن ہوگا جس کو برداشت کرنے کی کسی میں طاقت نہ ہوگی۔

﴿عَلَی الْکٰفِرِیْنَ غَیْرُ یَسِیْرٍ﴾

''کافروں پر آسان نہ ہوگا'' (10)

سوال: ﴿عَلَی الْکٰفِرِیْنَ غَیْرُ یَسِیْرٍ﴾ ''کافروں پر آسان نہ ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿عَلَی الْکٰفِرِیْنَ غَیْرُ یَسِیْرٍ﴾ ''کافروں پر آسان نہ ہوگا'' کافر اپنی بھلائی سے مایوس ہو چکے ہوں گے اور انہیں اپنی تباہی اور بربادی کا یقین آجائے گا۔ (2) اس دن کافر کہیں گے ﴿ھٰذَا یَوْمٌ عَسِرٌ﴾ 'یہ تو بڑا مشکل دن ہے۔'' (القمر:8)

﴿ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا﴾

''چھوڑ دو مجھے اور اُس کو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا'' (11)

سوال: ﴿ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا﴾ ''چھوڑ دو مجھے اور اُس کو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا﴾ ''چھوڑ دو مجھے اور اُس کو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا'' یہ آیات ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت کی ہے اور ہر وہ شخص جو حق سے دشمنی رکھتا ہے اس کے لیے دنیا اور آخرت کی رسوائی ہے۔

(2) حاکم نے تصحیح کے ساتھ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور ولید بن مغیرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سامنے قرآن کریم پڑھا گویا کہ اس پر قرآن کریم کا اثر ہوا۔ ابو جہل کو اس چیز کی اطلاع ہوئی تو وہ اس کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے چچا تیری قوم چاہتی ہے کہ تیرے لیے مال جمع کر دے، کیونکہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو کچھ ہے اس کو لینے کے لیے جاتا ہے ولید کہنے لگا کہ قریش کو معلوم ہے کہ میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ ابو جہل نے کہا تو اس کے بارے میں کوئی بات کہہ دو جس سے تمہاری قوم کو معلوم ہو جائے کہ تم اس چیز کو پسند نہیں کرتے اور اسے برا سمجھتے ہو۔ ولید کہنے لگے میں کیا کہوں اللہ کی قسم! تم میں کوئی مجھ سے زیادہ شعر جاننے والا نہیں اور نہ مجھ سے زیادہ اس کے رجز اور قصیدے اور اشعار سے واقف ہے اور اللہ کی قسم جو یہ کہتے ہیں اس کے کوئی چیز مشابہ نہیں۔ اللہ کی قسم ان کی باتوں میں مٹھاس ہے اور اس پر رونق ہے اور یہ اپنے اوپر کو روشن کرنے والے ہیں اور مشرق ان کے نیچے ہے اور یہ غالب آئیں گے مغلوب نہیں ہوں گے اور ان کے نیچے جو چیز ہے اس کو ریزہ ریزہ کر دیں گے۔ ابو جہل یہ سن کر کہنے لگا کہ تیری قوم تجھ سے اس وقت تک راضی نہ ہو گی جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کچھ کہے۔ تو ولید کہنے لگا مجھے سوچنے کا موقع دو چنانچہ اس نے سوچا تو کہنے لگا یہ دوسروں سے منقول شدہ جادو ہے۔ اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن عباس:430/3)

(3) اللہ تعالیٰ نے ولید کو دھمکی دی ہے کہ میں نے اسے اکیلا، کسی مال اور اہل و عیال کے بغیر پیدا کیا۔ میں نے اسے نعمتیں دیں۔ مال اور اولاد عطا کی، دولت و ثروت دی۔

﴿وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا﴾

''اور میں نے اُسے لمبا چوڑا مال دیا ہے'' (12)

سوال: ﴿وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا﴾ ''اور میں نے اُسے لمبا چوڑا مال دیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا﴾ ''اور میں نے اُسے لمبا چوڑا مال دیا ہے'' یعنی اسے تجارت میں وسعت دی اور وسیع مال دیا۔
(2) اللہ تعالیٰ نے اسے ہزاروں اشرفیوں کا مالک اور بڑا زمیندار بنا دیا۔ لونڈیاں غلام اور ہر قسم کا مال دے کر رئیس بنا دیا۔ (مختصر ابن کثیر:2149/2)

﴿وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا﴾

''اور حاضر رہنے والے بیٹے دیے'' (13)

سوال: ﴿وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا﴾ ''اور حاضر رہنے والے بیٹے دیے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا﴾ ''اور حاضر رہنے والے بیٹے دیے'' مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں ولید کے دس بیٹے تھے۔ (جامع البیان 163/29)
(2) اس کے بیٹے اس کے پاس موجود رہتے اور اس کی شان و شوکت بڑھاتے تھے۔ (3) اس کے بیٹوں میں سے ایک خالد بن ولید بھی تھے۔

﴿وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا﴾

''اور میں نے اس کے لیے سامان تیار کیا، ہر طرح سامان تیار کرنا'' (14)

سوال: ﴿وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا﴾ ''اور میں نے اس کے لیے سامان تیار کیا، ہر طرح سامان تیار کرنا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا﴾ ''اور میں نے اس کے لیے سامان تیار کیا، ہر طرح سامان تیار کرنا'' یعنی اس کی عمر، بیٹوں اور عزت میں کشادگی عطا کی۔ (2) اور میں نے دنیا اور اس کے اسباب پر اسے اختیار دیا، یہاں تک کہ اس کے تمام مطالب آسان ہو گئے اور اس نے ہر وہ چیز حاصل کر لی جو وہ چاہتا تھا اور جس کی اسے خواہش تھی۔ (تفسیر سعدی: 2869/3)

(3) یعنی طرح طرح کا سامان دے کر کثیر ساز و سامان والا کر دیا۔

﴿ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ﴾

''پھر وہ طمع رکھتا ہے کہ میں اُسے اور زیادہ دوں'' (15)

سوال: ﴿ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ﴾ ''پھر وہ طمع رکھتا ہے کہ میں اُسے اور زیادہ دوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ﴾ ''پھر'' یعنی مال و دولت، بیٹیوں اور بھلائیوں کے باوجود۔

(2) ﴿يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ﴾ ''وہ طمع رکھتا ہے کہ میں اُسے اور زیادہ دوں'' وہ یہ چاہتا ہے کہ دنیا کی طرح اسے آخرت کی نعمتیں بھی حاصل ہوں۔ (3) یعنی اتنا حریص ہے اس کے دل کی حسرت ختم نہیں ہوئی وہ چاہتا ہے کہ اور مال مل جائے۔

(4) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر ابن آدم کے لیے سونے کی ایک وادی ہو تب بھی دوسری وادی کی خواہش کرے گا۔ اور اس کا منہ مٹی ہی بھرے گی اور اللہ تعالیٰ رجوع کرنے والے ہی پر رجوع فرماتے ہیں۔'' (مسلم: 2417)

﴿كَلَّا ۭ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا﴾

''ہرگز نہیں! یقیناً وہ ہماری آیات سے سخت دشمنی رکھنے والا ہے'' (16)

سوال: ﴿كَلَّا ۭ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا﴾ ''ہرگز نہیں! یقیناً وہ ہماری آیات سے سخت دشمنی رکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَلَّا﴾ ''ہرگز نہیں'' یعنی آج کے بعد ایسا نہیں ہوگا۔ (2) معاملہ ایسا نہیں ہوگا جو وہ چاہتا ہے۔

(3) ﴿اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا﴾ ''یقیناً وہ ہماری آیات سے سخت دشمنی رکھنے والا ہے'' یعنی وہ قرآن کی آیات کا دشمن ہے۔

(4) اس نے ان آیات کو پہچان کر ان کا انکار کر دیا، ان آیات نے اسے حق کی طرف دعوت دی مگر اس نے ان کی اطاعت نہ کی۔ اس نے صرف ان سے روگردانی کرنے اور منہ موڑنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کے خلاف جنگ کی اور ان کے ابطال کے لیے بھاگ دوڑ کی۔ (تفسیر سعدی: 2869/3)

﴿سَأُرْهِقُهُ صَعُوْدًا﴾

’’جلد ہی میں اُسے دشوار گزار گھاٹی پر چڑھاؤں گا‘‘ (17)

سوال:﴿سَأُرْهِقُهُ صَعُوْدًا﴾ ’’جلد ہی میں اُسے دشوار گزار گھاٹی پر چڑھاؤں گا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿سَأُرْهِقُهُ صَعُوْدًا﴾ ’’جلد ہی میں اُسے دشوار گزار گھاٹی پر چڑھاؤں گا‘‘ اب ہم اسے صعود پہاڑ پر چڑھائیں گے۔

(2) سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صعود دوزخ میں ایک پہاڑ ہے، دوزخی اس پر ستر برس میں چڑھایا جائے گا اور پھر دھکیل دیا جائے گا یہی عذاب اس پر ہمیشہ ہوتا رہے گا۔ (ترمذی:3326)

﴿اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ﴾

’’اُس نے غور وفکر کیا اور بات بنائی‘‘ (18)

سوال:﴿اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ﴾ ’’اُس نے غور وفکر کیا اور بات بنائی‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّهٗ فَكَّرَ﴾ ’’اُس نے غور وفکر کیا ‘‘یعنی اس نے سوچا اپنے دل میں اندازہ لگایا۔

(2)﴿وَقَدَّرَ﴾ ’’اور بات بنائی‘‘ اور اپنے دل میں غور کیا کہ ایسی بات کہے جس سے قرآن کو غلط ثابت کر سکے۔

﴿فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ﴾

’’پس ہلاک ہو! اُس نے کیسی بات بنائی‘‘ (19)

سوال:﴿فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ﴾ ’’پس ہلاک ہو! اُس نے کیسی بات بنائی‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ﴾ ’’پس ہلاک ہو! اُس نے کیسی بات بنائی‘‘ کیونکہ اس نے ایسی تجویز سوچی جو اس کی حدود میں نہیں، اس نے ایسے معاملے میں ہاتھ ڈالا جو اس کی اور اس جیسے دوسرے لوگوں کی پہنچ میں نہیں۔ (تفسیر سعدی:2869,2870/3)

(2) صاف معلوم ہوتا ہے کہ ولید بن مغیرہ پر قرآن کی حقیقت پوری طرح واضح ہو چکی تھی۔ اب وہ جو کچھ پینترے بدل رہا تھا محض اپنے اقتدار اور جاہ کو محفوظ رکھنے کی خاطر کر رہا تھا۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس کی اسی ہٹ دھرمی اور کج فکری کا نقشہ پیش کیا ہے۔ (تیسیر القرآن:550/4)

﴿ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ﴾

’’وہ پھر ہلاک ہو! اُس نے کیسی بات بنائی؟‘‘ (20)

سوال:﴿ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ﴾ ’’وہ پھر ہلاک ہو! اُس نے کیسی بات بنائی؟‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ﴾ ''وہ پھر ہلاک ہو! اُس نے کیسی بات بنائی'' اللہ تعالیٰ نے اس پر دوبارہ لعنت کی ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کی مار ہو اس نے کیسی بات بنائی؟

﴿ثُمَّ نَظَرَ﴾

''پھر اُس نے دیکھا'' (21)

سوال:﴿ثُمَّ نَظَرَ﴾ ''پھر اُس نے دیکھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ نَظَرَ﴾ ''پھر اُس نے دیکھا'' یعنی اس نے جو کہا اس پر دوبارہ غور و فکر کیا۔(2) اور یہ کہا گیا کہ اس نے لوگوں کی طرف دیکھا۔(البحر المحیط:330/10)

﴿ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ﴾

''پھر تیوری چڑھائی اور برا منہ بنایا'' (22)

سوال:﴿ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ﴾ ''پھر تیوری چڑھائی اور برا منہ بنایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ﴾ ''پھر تیوری چڑھائی اور برا منہ بنایا'' یعنی اس نے تیوری چڑھا کر، چہرے کے تاثرات کو بگاڑ کر حق سے نفرت کا اظہار کیا۔(2) اس نے حق سے ہٹ کر غرور کا اظہار کیا۔

﴿ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ﴾

''پھر اس نے پیٹھ پھیری اور تکبر کیا'' (23)

سوال:﴿ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ﴾ ''پھر اس نے پیٹھ پھیری اور تکبر کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ اَدْبَرَ﴾ ''پھر اس نے پیٹھ پھیری'' یعنی اس نے حق سے منہ موڑا اور اپنے گھر والوں کی طرف چل دیا۔(فتح القدیر:401/5)
(2)﴿وَاسْتَكْبَرَ﴾ ''اور تکبر کیا'' یعنی ایمان اور اتباع رسول ﷺ سے تکبر کا اظہار کیا۔

﴿فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ﴾

''پھر کہا: ''یہ کچھ نہیں مگر ایک جادو ہے جو پہلے نقل کیا جاتا ہے'' (24)

سوال:﴿فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ﴾ ''پھر کہا: ''یہ کچھ نہیں مگر ایک جادو ہے جو پہلے نقل کیا جاتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ﴾ ''پھر کہا: یہ کچھ نہیں مگر ایک جادو ہے جو پہلے نقل کیا جاتا ہے'' ولید نے کہا یہ قرآن تو نقل

کیا ہوا جادو ہے۔(2) یعنی یہ اللہ کا کلام نہیں بلکہ انسانوں میں سے سب سے جھوٹے جادوگر کا کلام ہے۔

﴿اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ﴾

''یہ تو بس ایک انسان کا کلام ہے'' (25)

سوال:﴿اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ﴾ ''یہ تو بس ایک انسان کا کلام ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ﴾ ''یہ تو بس ایک انسان کا کلام ہے'' ولید نے کہا کہ قرآن انسانی کلام ہے اور انسانوں میں سے بھی سب سے جھوٹے اور شریر جادوگر کا کلام ہے۔

(2) کسی انسان کا ضمیر یہ کیسے تصور کر سکتا ہے کہ وہ کلام جو سب سے عظیم ہے، محتاج اور ناقص مخلوق سے ملتا جلتا ہے۔

﴿سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ﴾

''جلد ہی میں اُسے دوزخ میں داخل کروں گا'' (26)

سوال:﴿سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ﴾ ''جلد ہی میں اُسے دوزخ میں داخل کروں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ﴾ ''جلد ہی میں اُسے دوزخ میں داخل کروں گا'' یعنی عنقریب ہم اس کو بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل کرنے والے ہیں۔(2) سقر جہنم کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ﴾

''اور تمہیں کس نے خبر دی کہ وہ دوزخ کیا ہے''؟ (27)

سوال:﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ﴾ ''اور تمہیں کس نے خبر دی کہ وہ دوزخ کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ﴾ ''اور تمہیں کس نے خبر دی کہ وہ دوزخ کیا ہے'' یعنی آپ کو خبر نہیں ہے کہ سقر کیا ہے؟

(2) آپ کو کیا معلوم کہ وہ کتنی عظیم آگ ہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ۭ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُھُمْ بَدَّلْنٰھُمْ جُلُوْدًا غَيْرَھَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ ''بلاشبہ جن لوگوں نے ہماری آیات کا کفر کیا بہت جلد ہم انہیں آگ میں ڈالیں گے، جب کبھی ان کی کھالیں گل سڑ جائیں گی تو ہم انہیں اس کے علاوہ کھالیں بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب چکھیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' (النساء:56)

﴿لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ﴾

''نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وہ چھوڑے گی''(28)

سوال:﴿لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ﴾''نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وہ چھوڑے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ﴾''نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وہ چھوڑے گی''یعنی وہ نہ گوشت چھوڑے نہ پٹھے۔ ہر چیز کو برباد کر دے۔

(2)یعنی نہ زندہ چھوڑے اور نہ مار ڈالے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى﴾''پھر اُس میں نہ وہ مرے گا اور نہ جیے گا''(الاعلیٰ:13)(3)یعنی جہنم کوئی ایسی سختی نہیں چھوڑے گی جو عذاب دیے جانے والے کو نہ پہنچے۔

﴿لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ﴾

''کھال کو جھلسا دینے والی ہے''(29)

سوال:﴿لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ﴾''کھال کو جھلسا دینے والی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ﴾''کھال کو جھلسا دینے والی ہے''یعنی جلد کو پھونک کر رکھ دے گی۔ اندر سے گوشت نظر آئے گا پھر اسے بھی پھونک دے گی یہاں تک کہ ہڈیاں جلا دے گی۔

(2)یا کھال کو جھلس کر رات کی سیاہی کی طرح سیاہ فام کر دے گی، کوئلہ بنا کر چھوڑے گی اور کھال ادھیڑ کر رکھ دے گی۔(مختصر ابن کثیر:2/2150)

﴿عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ﴾

''اُس پر انیس (فرشتے) مقرر ہیں''(30)

سوال:﴿عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ﴾''اُس پر انیس (فرشتے) مقرر ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ﴾''اُس پر انیس (فرشتے) مقرر ہیں''یعنی جہنم پر انیس فرشتے داروغوں کے طور پر متعین ہیں جو نہایت سخت اور درشت خو ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو جو حکم دیتا ہے وہ نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو ان کو حکم دیا جاتا ہے۔(تفسیر سعدی:3/2870)

(2)سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ کچھ یہودیوں نے بعض صحابہ سے پوچھا: کیا تمہارا نبی جانتا ہے کہ جہنم کے نگراں کتنے ہیں؟ انہوں نے کہا: ہم نہیں جانتے مگر پوچھ کر جان لیں گے، اسی دوران ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا، کہا: اے محمد! آج تو تمہارے ساتھی ہار گئے، آپ ﷺ نے پوچھا:''کیسے ہار گئے؟''اس نے کہا: یہود نے ان سے پوچھا کہ کیا تمہارا نبی جانتا ہے کہ جہنم کے نگراں کتنے ہیں؟ آپ ﷺ نے پوچھا:''انہوں نے کیا جواب دیا؟''اس نے کہا: انہوں نے کہا: ہمیں نہیں معلوم، ہم اپنے نبی ﷺ سے پوچھ کر بتا سکتے

ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا وہ قوم ہاری ہوئی مانی جاتی ہے جس سے ایسی چیز پوچھی گئی ہو جسے وہ نہ جانتی ہو اور انہوں نے کہا ہو کہ ہم نہیں جانتے جب تک کہ ہم اپنے نبی سے پوچھ نہ لیں؟ (اس میں ہارنے کی کوئی بات نہیں ہے) البتہ ان لوگوں نے تو اس سے بڑھ کر بے ادبی و گستاخی کی بات کی، جنہوں نے اپنے نبی سے یہ سوال کیا کہ ہمیں اللہ کو کھلے طور پر دکھا دو''، آپ نے فرمایا: ''اللہ کے ان دشمنوں کو ہمارے سامنے لاؤ میں ان سے جنت کی مٹی کے بارے میں پوچھتا ہوں، وہ نرم مٹی ہے''، جب وہ سب یہودی آ گئے تو انہوں نے کہا: اے ابوالقاسم! جہنم کے نگراں لوگوں کی کتنی تعداد ہے؟ آپ نے اس طرح ہاتھ سے اشارہ فرمایا: ''ایک مرتبہ دس (انگلیاں دکھائیں) اور ایک مرتبہ نو (کل ۱۹)'' انہوں نے کہا: ہاں، (آپ نے درست فرمایا) اب آپ نے پلٹ کر ان سے پوچھا: ''جنت کی مٹی کاہے کی ہے؟'' راوی کہتے ہیں: وہ لوگ تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر کہنے لگے: ابوالقاسم! وہ روٹی کی ہے، آپ نے فرمایا: ''روٹی میدہ (نرم مٹی) کی ہے'' (ترمذی:3327)

(3) اس پر 19 داروغہ متعین ہیں جو چوڑے چکلے جسم والے اور بے رحم ہیں۔ نہ عذاب دینے سے تھکیں، نہ کسی پر ترس کھائیں۔

﴿وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ﴾

''اور نہیں بنائے ہم نے جہنم کے نگران مگر فرشتے اور ہم نے اُن کی تعداد کو ان لوگوں کے لیے آزمائش بنایا ہے جنہوں نے کفر کیا، تا کہ وہ یقین کر لیں جن کو کتاب دی گئی اور وہ لوگ جو ایمان لائے ایمان میں بڑھ جائیں اور ایمان والے اور وہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی شک نہ کریں اور تا کہ وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور کفر کرنے والے کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس مثال سے کیا ارادہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ ایسے ہی گمراہ کر دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تیرے رب کے لشکروں کو اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور یہ انسانیت کے لیے سراسر نصیحت ہے'' (31)

سوال 1: ﴿وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً﴾ ''اور نہیں بنائے ہم نے جہنم کے نگران مگر فرشتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً﴾ ''اور نہیں بنائے ہم نے جہنم کے نگران مگر فرشتے'' اللہ تعالیٰ نے جہنم کی دیکھ بال کے لیے فرشتوں کو مقرر کیا ہے جو طاقت ور ہیں۔ (2) اس آیت میں مشرکوں کی مذمت ہے۔

سوال2:﴿وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا﴾ ''اور ہم نے اُن کی تعداد کو ان لوگوں کے لیے آزمائش بنایا ہے جنہوں نے کفر کیا، تا کہ وہ یقین کرلیں جن کو کتاب دی گئی اور وہ لوگ جو ایمان لائے ایمان میں بڑھ جائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً﴾ ''اور ہم نے اُن کی تعداد کو ان لوگوں کے لیے آزمائش بنایا ہے'' یعنی جہنم کے فرشتوں کی تعداد 19 بتائی گئی ہے تا کہ ہم جان لیں کہ کون تصدیق کرتا ہے اور کون تکذیب کرتا ہے۔

(2)﴿لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ﴾ ''تا کہ وہ یقین کرلیں جن کو کتاب دی گئی'' یعنی تا کہ وہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی اپنی کتاب کے ذریعے جان کر یقین کرلیں کہ قرآن ان کتابوں کی موافقت کرتا ہے۔

(3) کیونکہ اہل کتاب کے پاس جو کچھ ہے، جب قرآن اس کی مطابقت کرے گا تو حق کے بارے میں ان کے یقین میں اضافہ ہوگا۔ (تفسیر سعدی:2870/3)

(4)﴿وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا﴾ ''اور وہ لوگ جو ایمان لائے ایمان میں بڑھ جائیں'' یعنی ایمان والے قرآن کریم کو تورات کے موافق پا کر اپنے ایمان میں اضافہ کرلیں۔

(5) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ﴾ ''اور جب بھی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان میں سے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ تم میں سے کس کو ایمان میں اس نے زیادہ کیا؟ چنانچہ جو لوگ ایمان لائے، سو ان کو ایمان میں اس نے زیادہ کیا ہے اور وہ اس سے بہت خوش ہوتے ہیں'' (التوبہ:124)﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ﴾ ''بلاشبہ مومن وہی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیات اُن کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں وہ اُن کو ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر اعتماد کرتے ہیں۔'' (الانفال:2)

سوال3:﴿وَلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور ایمان والے اور وہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی شک نہ کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ﴾ ''اور ایمان والے اور وہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی شک نہ کریں'' یعنی یہاں تک کہ وہ کسی شک میں نہ پڑیں اور جان لیں کہ دونوں کتابیں ایک ہی حقیقت پر مبنی ہیں۔

(2) ان جلیل القدر مقاصد کو خردمند لوگ ہی درخور اعتنا سمجھتے ہیں، یعنی یقین میں کوشش، ایمان میں ہر وقت اضافہ، دین کے مسائل میں سے ہر مسئلہ پر ایمان میں اضافہ اور شکوک واوہام کو دور کرنا جو حق کے بارے میں پیش آتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اپنے رسول پر نازل

کیا ہے، اسے ان مقاصد جلیلہ کو حاصل کرنے کا ذریعہ، سچے اور جھوٹے لوگوں کے درمیان امتیاز کی میزان قرار دیا ہے۔ (تفسیر سعدی:2870,2871/3)

سوال 4: ﴿وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا﴾ ''اور تا کہ وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور کفر کرنے والے کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس مثال سے کیا ارادہ کیا ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا﴾ ''اور تا کہ وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور کفر کرنے والے کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس مثال سے کیا ارادہ کیا ہے'' وہ یہ بات حیرت، شک اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے کفر کی وجہ سے کہتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:2870,2871/3)

(2) منافقوں نے یہ بات کہی تھی کہ فرشتوں کی تعداد بیان کرنے کا یہ کون سا موقع ہے؟

سوال 5: ﴿كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''اللہ تعالیٰ ایسے ہی گمراہ کر دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تیرے رب کے لشکروں کو اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''اللہ تعالیٰ ایسے ہی گمراہ کر دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور تیرے رب کے لشکروں کو اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا'' اللہ تعالیٰ جس شخص کو ہدایت دینا چاہے اسے ہدایت دیتا ہے اور گمراہ وہی ہوتا ہے جسے وہ گمراہ کر دے۔

(2) اس قسم کی باتوں سے کچھ لوگوں کا ایمان مضبوط ہو جاتا ہے اور کچھ لوگ ڈانوا ڈول ہو جاتے ہیں۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ﴾ ''اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے ذریعے بہت سوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہت سوں کو ہدایت دیتا ہے اور وہ اس کے ساتھ فاسقوں کے سوا کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔'' (البقرہ:26)

(4) پس اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت عطا کر دے تو جو کچھ اس نے اپنے رسول پر نازل کیا، اسے اس کے حق میں رحمت اور اس کے دین و ایمان میں اضافے کا باعث بنا دیتا ہے اور جسے گمراہ کر دے تو جو کچھ اس نے اپنے رسول پر نازل کیا ہے اسے اس کے حق میں ظلمت اور اس کے لیے بدبختی اور حیرت کا سبب بنا دیتا ہے۔ واجب ہے کہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے خبر دی ہے اسے اطاعت و تسلیم کے ساتھ قبول کیا جائے۔ (تفسیر سعدی:2870,2871/3)

سوال 6: ﴿وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ﴾ ''اور تیرے رب کے لشکروں کو اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور یہ انسانیت کے لیے سراسر نصیحت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ﴾ ''اور تیرے رب کے لشکروں کو اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا'' یعنی رب کے بے شمار لشکر ہیں، جن کی تعداد وہی جانتا ہے۔ (2) فرشتوں اور انسانوں میں سے کوئی بھی رب کے لشکروں کو نہیں جانتا۔

(3)﴿اِلَّا هُوَ﴾ ''اس کے سوا'' جب تم اللہ کے لشکروں کے بارے میں علم نہیں رکھتے اور اس عظیم علم والے نے تمہیں آگاہ کر دیا ہے تو تم پر واجب ہے کہ تم اس کی خبر کی کسی شک کے بغیر تصدیق کرو۔

(4) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حدیث معراج میں ساتویں آسمان کا ذکر کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر بیت المعمور میرے سامنے ظاہر کیا گیا، میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ یہ بیت المعمور ہے، اس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں اور جو ایک مرتبہ نماز پڑھ کر نکل جاتا ہے تو پھر کبھی دوبارہ داخل نہیں ہوتا۔'' (بخاری:3207)

(5) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: بے شک میں وہ چیزیں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ کچھ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے آسمان اللہ تعالیٰ کے خوف سے چرچرا رہا ہے اور اسے چرچرانا ہی چاہیے اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آسمان میں چار انگل جگہ تقریباً تین انچ ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ اپنی پیشانی اللہ تعالیٰ کے حضور رکھے سجدہ نہ کر رہا ہو اگر تم وہ باتیں جان لو جو میں جانتا ہوں اور تم ہنستے کم اور روتے زیادہ بیویوں سے تم لطف اندوز نہ ہو سکتے اور اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہوئے میدانوں میں نکل جاتے۔ حدیث کے راوی سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کاش میں ایک درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا۔ (ابن ماجہ:4190)

(6)﴿وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ﴾ ''اور یہ انسانیت کے لیے سراسر نصیحت ہے'' یعنی نصیحت کا مقصد یہ ہے کہ لوگ اس سے سبق حاصل کریں اور اس پر عمل کریں جو چیز انہیں فائدہ دے اور اس کو چھوڑ دیں جو انہیں نقصان دے۔

رکوع نمبر 16

﴿كَلَّا وَالْقَمَرِ﴾

''ہرگز نہیں! قسم ہے چاند کی!'' (32)

سوال: ﴿كَلَّا وَالْقَمَرِ﴾ ''ہرگز نہیں! قسم ہے چاند کی!'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿كَلَّا وَالْقَمَرِ﴾ ''ہرگز نہیں! قسم ہے چاند کی!'' اللہ تعالیٰ نے چاند کی قسم اس لئے کھائی ہے کہ چاند کے مناظر انسان کے دل ودماغ پر گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں اور انسان پر کئی راز کھلتے ہیں۔ انسان چاندی کے نور میں نہا لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا احساس اس کو گھیر لیتا ہے۔

(2) چاند اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانیوں میں سے ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی قدرت تامہ، حکمت کاملہ، اس کی بے پایاں رحمت، لامحدود قوت اور اس کے کامل علم پر دلالت کرتا ہے۔

﴿وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ﴾

''اور رات کی! جب وہ جانے لگے'' (33)

سوال:﴿وَالَّيۡلِ اِذۡ اَدۡبَرَ﴾''اور رات کی! جب وہ جانے لگے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿وَالَّيۡلِ اِذۡ اَدۡبَرَ﴾''اور رات کی! جب وہ جانے لگے'' رات کے جانے کا منظر عجیب ہوتا ہے۔صبح طلوع ہوتی ہے۔ایک منظر کا جانا اور دوسرے منظر کا آنا انسان کی توجہ اپنی طرف کھینچتا ہے۔یہ مناظر اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدرت کا احساس دلاتے ہیں۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی قسم کھائی ہے۔

﴿وَالصُّبۡحِ اِذَاۤ اَسۡفَرَ﴾

''اور قسم ہے صبح کی! جب وہ روشن ہو'' (34)

سوال:﴿وَالصُّبۡحِ اِذَاۤ اَسۡفَرَ﴾''اور قسم ہے صبح کی! جب وہ روشن ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿وَالصُّبۡحِ اِذَاۤ اَسۡفَرَ﴾''اور قسم ہے صبح کی! جب وہ روشن ہو'' اللہ تعالیٰ نے یہ قسم اس لئے کھائی ہے کہ روشن ہوتی ہوئی صبح انسان کے شعور کو بیدار کرتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے غفلت میں ڈوبے ہوئے انسانوں کو توجہ دلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو سمجھنے کی کوشش کرو۔

﴿اِنَّهَا لَاِحۡدَى الۡكُبَرِ﴾

''یقیناً وہ (دوزخ) بڑی چیزوں میں سے ایک ہے'' (35)

سوال:﴿اِنَّهَا لَاِحۡدَى الۡكُبَرِ﴾''یقیناً وہ (دوزخ) بڑی چیزوں میں سے ایک ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّهَا لَاِحۡدَى الۡكُبَرِ﴾''یقیناً وہ (دوزخ) بڑی چیزوں میں سے ایک ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کی قسم کھا کر دوزخ کی بڑائی اور ہولناکی کو بیان کیا ہے اور ان کائناتی مناظر کی طرف توجہ کرنے سے انسان کے دل میں دوزخ کے بارے میں شک نہیں رہ جاتا۔(2) اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ کے بارے میں واضح فرمایا ہے کہ اس کی آگ بڑی عظیم ہے۔

(3) یعنی بے شک جہنم کی آگ ایک بہت بڑی مصیبت اور غم میں مبتلا کردینے والا معاملہ ہے۔پس جب ہم نے تمھیں اس کے بارے میں خبردار کردیا اور تم اس کے بارے میں پوری بصیرت رکھتے ہو،تب تم میں سے جو چاہے آگے بڑھے اور ایسے عمل کرے جو اسے اللہ تعالیٰ اور اس کی رضا کے قریب کرتے ہیں اور اس کے اکرام وتکریم کے گھر تک پہنچاتے ہیں یا وہ اس مقصد سے پیچھے ہٹ جائے جس کے لیے اس کو تخلیق کیا گیا ہے،جس کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور اس سے راضی ہے اور نافرمانی کے کام کرے جو جہنم کے قریب کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:﴿وَقُلِ الۡحَـقُّ مِنۡ رَّبِّكُمۡ‌ فَمَنۡ شَآءَ فَلۡيُؤۡمِنۡ وَّمَنۡ شَآءَ فَلۡيَكۡفُرۡ﴾''اور کہہ دو کہ یہ حق ہے تمہارے ربّ کی طرف سے۔پھر جو چاہے تو وہ ایمان لے آئے اور جو چاہے تو وہ کفر کرے۔'' (سورہ الکہف:29)(تفسیر سعدی:2872،2873/3)

﴿نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ﴾

''بشر کے لیے ڈرانے والی ہے''(36)

سوال:﴿نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ﴾''بشر کے لیے ڈرانے والی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ﴾''بشر کے لیے ڈرانے والی ہے''یعنی انسان کو چوکنا کرنے والی آگ ہے۔

﴿لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ﴾

''تم میں سے ہر اُس شخص کے لیے جو آگے بڑھے یا پیچھے ہٹے''(37)

سوال:﴿لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ﴾''تم میں سے ہر اُس شخص کے لیے جو آگے بڑھے یا پیچھے ہٹے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ﴾''تم میں سے ہر اُس شخص کے لیے''یعنی اے لوگوں جو تم میں سے چاہے۔

(2)﴿اَنْ يَّتَقَدَّمَ﴾''کہ آگے بڑھے''یعنی اطاعت کرے۔(3)﴿اَوْ يَتَاَخَّرَ﴾''یا پیچھے ہٹے''یا نافرمانی کرے۔(ایسر التفاسیر:1698)

(4)جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا﴾''اور آپ کہہ دیں تمہارے رب کی جناب سے یہی حق ہے پھر جو چاہے سو وہ ایمان لے آئے اور جو چاہے سو وہ کفر کرے۔ یقیناً ہم نے ظالموں کے لیے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی لپٹیں انہیں گھیرے میں لے چکی ہیں اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو انہیں پگھلے ہوئے تانبے جیسا پانی دیا جائے گا جو چہروں کو بھون ڈالے گا، بڑا ہی بُرا مشروب ہے اور بہت ہی بری آرام گاہ ہے۔''(الکھف:29)

(5)﴿وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ﴾''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے جان لیا جو تم میں سے بہت آگے جانے والے ہیں اور بلاشبہ یقیناً ہم نے جان لیا جو بہت پیچھے آنے والے ہیں''(الحجر:24) جو شخص اس ڈراوے کو قبول کر کے حق کے راستے میں چلنا چاہے چلے اور جو حق سے پیٹھ موڑنا چاہے موڑ لے۔

﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ﴾

''ہر شخص اس کے بدلے میں گروی ہے جو اس نے کمایا''(38)

سوال:﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ﴾''ہر شخص اس کے بدلے میں گروی ہے جو اس نے کمایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كُلُّ نَفْسٍۭ﴾ ''ہر شخص'' یعنی قیامت کے دن ہر شخص۔
(2)﴿بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ﴾ ''اس کے بدلے میں گروی ہے جو اس نے کمایا۔'' اپنے اعمال شر اور برے اعمال کے بدلے گروی ہے۔
(3) یعنی اس کی گردن جکڑی ہوئی ہے اور اس کی گردن میں طوق ڈالا ہوا ہے جس کی وجہ سے عذاب اس پر واجب ہو گیا ہے۔
(4) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ كُلُّ امْرِیٍٔۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ﴾ ''اور جو لوگ ایمان لائے اور اُن کی اولاد جو ایمان کے ساتھ ان کے پیچھے چلی، ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملا دیں گے اور اُن کے عمل میں سے کچھ بھی کمی نہ کریں گے۔ ہر شخص اس کے بدلے جو اس نے کمایا گروی رکھا ہوا ہے۔'' (الطور:21)
(5) سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:''طہارت نصف ایمان کے برابر ہے اور الحمد للہ میزان عدل کو بھر دے گا۔ اور سبحان اللہ اور الحمد للہ سے زمین و آسمان کی درمیانی فضا بھر جائے گی اور نماز نور ہے اور صدقہ دلیل ہے اور صبر روشنی ہے اور قرآن تیرے لیے حجت ہو گا یا تیرے خلاف ہو گا ہر شخص صبح کو اُٹھتا ہے اپنے نفس کو فروخت کرنے والا ہے یا اس کو آزاد کرنے والا ہے۔'' (مسلم:534)

﴿اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ﴾

''مگر دائیں بازو والے'' (39)

سوال:﴿اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ﴾ ''مگر دائیں بازو والے'' کی وضاحت کریں؟
جواب:(1)﴿اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ﴾ ''مگر دائیں بازو والے'' یعنی مومن آگ سے نجات پائیں گے اور وہ نعمت بھری جنتوں میں ہوں گے کیونکہ وہ اپنے اعمال کے بدلے میں گروی نہیں ہوں گے بلکہ خوش و خرم اور شاداں و فرحاں ہوں گے۔
(2) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ڏ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ (٢٧) فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ (٢٨) وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ (٢٩) وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ (٣٠) وَّمَاۗءٍ مَّسْكُوْبٍ (٣١) وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ (٣٢) لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ (٣٣) وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ (٣٤) اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَاۗءً (٣٥) فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا (٣٦) عُرُبًا اَتْرَابًا (٣٧) لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ (٣٨) ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ (٣٩) وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ (٤٠)﴾ ''اور دائیں ہاتھ والے، کیا ہی خوب ہیں دائیں ہاتھ والے! وہ بیریوں میں ہوں گے جن کے کانٹے دور کیے گئے ہیں۔ اور تہ بہ تہ لگے ہوئے کیلوں میں ہوں گے۔ اور پھیلی ہوئی چھاؤں میں۔ اور ایسے پانی میں جو گرایا جا رہا ہے۔ اور کثیر پھلوں میں۔ نہ ختم ہونے والے اور نہ روک دیے جانے والے۔ اور بلند مسندوں میں۔ بلاشبہ ہم نے انہیں نئے سرے سے پیدا کیا ہے۔ پس ہم نے انہیں کنواریاں بنایا ہے۔ شوہر کی محبوب، ان کی ہم عمر ہیں۔ دائیں ہاتھ والوں کے لیے ہوں گی۔ پہلے لوگوں میں سے ایک بڑا گروہ ہے۔ اور پچھلے لوگوں میں سے بھی ایک

بڑا گروہ ہے۔'' (الواقعہ:27,40)

﴿فِیْ جَنّٰتٍ ۛ یَتَسَآءَلُوْنَ﴾

''جنتوں میں سوال کریں گے'' (40)

سوال:﴿فِیْ جَنّٰتٍ ۛ یَتَسَآءَلُوْنَ﴾ ''جنتوں میں سوال کریں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فِیْ جَنّٰتٍ ۛ یَتَسَآءَلُوْنَ﴾ ''جنتوں میں سوال کریں گے'' اصحاب الیمین کو جنت میں تمام نعمتیں حاصل ہوں گی۔ وہ جنت کے بالا خانوں میں ہوں گے اور وہاں سے جہنمیوں کو عذاب میں مبتلا دیکھ کر پوچھیں گے۔

(2) یعنی جنت کے اندر ان کو تمام چیزیں حاصل ہوں گی جن کی وہ طلب کریں گے، ان کے لیے کامل راحت واطمینان ہوگا، وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر سوال کریں گے، وہ آپس کی بات چیت میں مجرموں کے بارے میں پوچھیں گے کہ وہ کس حال کو پہنچے ہیں، کیا انھوں نے وہ کچھ پا لیا جس کا اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ وعدہ کیا تھا؟ (تفسیر سعدی:2873/3)

﴿عَنِ الْمُجْرِمِیْنَ﴾

''مجرموں سے'' (41)

سوال:﴿عَنِ الْمُجْرِمِیْنَ﴾ ''مجرموں سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿عَنِ الْمُجْرِمِیْنَ﴾ ''مجرموں سے'' مجرموں سے مراد دوزخ والے ہیں۔

﴿مَا سَلَکَکُمْ فِیْ سَقَرَ﴾

''تمھیں کس چیز نے دوزخ میں داخل کیا؟'' (42)

سوال:﴿مَا سَلَکَکُمْ فِیْ سَقَرَ﴾ ''تمھیں کس چیز نے دوزخ میں داخل کیا؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿مَا سَلَکَکُمْ فِیْ سَقَرَ﴾ ''تمھیں کس چیز نے دوزخ میں داخل کیا؟'' پھر وہ ایک دوسرے سے کہیں گے کہ کیا تم انھیں جھانک کر دیکھنا چاہتے ہو؟ وہ ان کو جھانک کر دیکھیں گے تو انھیں جہنم کے درمیان اس حال میں پائیں گے کہ انھیں عذاب دیا جارہا ہوگا تو وہ ان سے کہیں گے: یعنی کس چیز نے تمھیں جہنم میں ڈالا ہے اور کس گناہ کے سبب سے تم جہنم کے مستحق قرار پائے ہو؟ (تفسیر سعدی:2873/3)

(2) اس سے مراد ہے کہ کس عمل نے تمھیں دوزخ کا مستحق بنا دیا۔ (3) یعنی تم اس بدترین اور دہشتناک جگہ کیسے آن پہنچے؟

﴿قَالُوْا لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ﴾

”وہ کہیں گے: ”ہم نماز ادا کرنے والوں میں سے نہ تھے“ (43)

سوال: ﴿قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ﴾ ”وہ کہیں گے: ”ہم نماز ادا کرنے والوں میں سے نہ تھے“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ﴾ ”وہ کہیں گے: ”ہم نماز ادا کرنے والوں میں سے نہ تھے۔“ یعنی ہم اپنے پیدا کرنے والے کے لیے بھی مخلص نہیں تھے۔ اس کی عبادت نہیں کرتے تھے۔

(2) وہ جواب دیں گے کہ ہم نے دنیا میں رب کی عبادت سے جی چرایا تھا۔ نماز نہیں پڑھا کرتے تھے۔

(3) سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے سامنے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا گیا جو صبح ہونے تک سویا رہا ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ وہ شخص ہے جس کے کانوں (یا کہا کہ کان) میں شیطان پیشاب کر جاتا ہے۔“ (بخاری:1144)

(4) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان آدمی کے سر کے پیچھے رات میں سوتے وقت تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ پر یہ افسوں پھونک دیتا ہے کہ سو جا ابھی رات بہت باقی ہے پھر اگر کوئی بیدار ہو کر اللہ کو یاد کرنے لگا تو ایک گرہ کھل جاتی ہے پھر جب وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے۔ پھر اگر نماز (فرض یا نفل) پڑھے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے اس طرح صبح کے وقت آدمی چاک و چوبند خوش مزاج رہتا ہے، ورنہ سست اور بدباطن رہتا ہے۔ (بخاری:1142)

(5) سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا، ان سے نبی کریم ﷺ نے خواب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا تھا وہ قرآن کا حافظ تھا مگر وہ قرآن سے غافل ہو گیا تھا اور فرض نماز پڑھے بغیر سو جایا کرتا تھا۔ (بخاری:1143)

(6) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم کی گئی ہے۔ اول گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔ (صحیح بخاری:8)

(7) سیدنا ابن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے تھے کہ نبی ﷺ نے فرمایا مجھے (خدا کا یہ) حکم ہوا ہے کہ لوگوں (کافروں) سے اس وقت تک لڑو جب تک وہ یہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں ہے اور محمد اس کے رسول ہیں اور نماز درستی سے ادا کریں اور زکوٰۃ دیں جب وہ یہ کرنے لگیں تو انہوں نے اپنے جانوں اور اپنے مالوں کو مجھ سے بچا لیا مگر اسلام کے حق سے اور ان (کے دلوں کی باتوں) کا حساب اللہ پر رہے گا۔ (صحیح بخاری:22) (8) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مومن آدمی اور شرک وکفر کے درمیان (فرق) نماز کا چھوڑنا ہے۔“ (مسلم:82)

﴿وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ﴾

’’اور ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے‘‘(44)

سوال:﴿وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ﴾’’اور ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ﴾’’اور ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے‘‘یعنی مالی عبادت سے بھی جی چراتے تھے۔

(2)ہمیں اپنے جیسوں پر ترس نہیں آتا تھا۔ان کے دکھوں کا احساس نہیں ہوتا تھا۔دنیا کی ہر چیز سے زیادہ مال پیارا تھا۔ہم نے کبھی غریبوں کو وہ کھانا کپڑا نہیں دیا تھا اور نہ کبھی ان کی ضروریات کا خیال رکھا تھا۔(مختصر ابن کثیر:2152,2153)

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا (٨) اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا (٩) اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا (١٠) فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا (١١)﴾’’اور وہ باوجود اس (کھانے) کی محبت کے مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔یقیناً ہم صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تمہیں کھلاتے ہیں اور نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ ہی شکریہ بے شک ہم اپنے رب سے اس دن کا خوف رکھتے ہیں جو سخت منہ چڑھانے والا، تیوری چڑھانے والا ہوگا۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُس دن کی مصیبت سے اُنہیں بچایا اور اُنہیں تازگی اور خوشی عطا فرمائی ہے۔‘‘
(الدھر:8,11)

(4)سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ایک آدمی نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ کونسا اسلام بہتر ہے؟ فرمایا یہ کہ تم کھانا کھلاؤ اور جس کو پہچانو اس کو بھی اور جس کو نہ پہچانو اس کو بھی الغرض سب کو سلام کرو۔(بخاری:12)

﴿وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ﴾

’’اور ہم فضول بحث کرنے والوں کے ساتھ فضول بحث کرتے تھے‘‘(45)

سوال:﴿وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ﴾’’اور ہم فضول بحث کرنے والوں کے ساتھ فضول بحث کرتے تھے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ﴾’’اور ہم فضول بحث کرنے والوں کے ساتھ فضول بحث کرتے تھے‘‘یعنی جس سے اللہ تعالیٰ نے نفرت کی وہ کام کرتے رہے۔جو جی میں آتا رہا زبان سے کہتے رہے۔

(2)باطل کے ذریعے سے حق کے خلاف جھگڑے کرتے رہے۔(3)احکام شریعت کا مذاق اڑاتے رہے۔اور ہر گمراہ کے پیچھے لگے رہے۔

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ (٦٥) لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ﴾’’اور یقیناً اگر آپ ان سے پوچھیں تو وہ ضرور کہیں گے کہ درحقیقت بس یونہی ہم ہنس بول رہے تھے اور دل لگی کر رہے تھے۔

آپ کہہ دیں کہ کیا تم اللہ تعالیٰ سے اور اس کی آیات اور اس کے رسول سے مذاق کر رہے تھے؟ بہانے مت بناؤ، بلاشبہ تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا۔ اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف کر بھی دیں تو ایک گروہ کو ہم ضرور عذاب دیں گے، اس وجہ سے کہ یقیناً وہ مجرم تھے۔'' (التوبہ:65,66)

(5) ﴿فَوَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ (11) الَّذِيۡنَ هُمۡ فِيۡ خَوۡضٍ يَّلۡعَبُوۡنَ (12)﴾ ''چنانچہ اُس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی تباہی ہے۔ جو فضول بحث میں اچھل کود رہے ہیں۔'' (الطور:11,12)

﴿وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوۡمِ الدِّيۡنِ﴾

''اور ہم جزا کے دن کو جھٹلاتے تھے'' (46)

سوال: ﴿وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوۡمِ الدِّيۡنِ﴾ ''اور ہم جزا کے دن کو جھٹلاتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوۡمِ الدِّيۡنِ﴾ ''اور ہم جزا کے دن کو جھٹلاتے تھے'' یعنی جزا سزا کے دن کو جھٹلاتے رہے، نہ ثواب کی تصدیق کی، نہ عذاب کی۔

(2) یہ باطل میں مشغول ہونے کا اثر ہے اور وہ ہے تکذیب حق۔ سب سے بڑے حق میں سے قیامت کا دن ہے جو اعمال کی جزا و سزا، اللہ تعالیٰ کے اقتدار اور تمام مخلوق کے لیے اس کے عدل پر مبنی فیصلے کا محل ہے۔ ہمارا عمل اسی باطل نہج پر جاری رہا۔ (تفسیر سعدی:2873/3)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿الَّذِيۡنَ يُكَذِّبُوۡنَ بِيَوۡمِ الدِّيۡنِ (11) وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖۤ اِلَّا كُلُّ مُعۡتَدٍ اَثِيۡمٍ﴾ ''جو جزا کے دن کو جھٹلاتے ہیں۔ اور اُسے نہیں جھٹلاتا مگر ہر وہ شخص جو حد سے گزرنے والا سخت گناہ گار ہے۔'' (المطففین:11,12)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (حدیث جبریل علیہ السلام میں) ایمان کی تعریف یہ فرمائی: ''ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر اور یوم آخرت پر ایمان لاؤ اور تقدیر پر، خواہ اچھی ہو یا بری ایمان لاؤ۔'' (بخاری:50)

(5) ﴿يٰۤاَيُّهَا الۡاِنۡسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الۡكَرِيۡمِ (6) الَّذِيۡ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ (7) فِيۡۤ اَيِّ صُوۡرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ (8) كَلَّا بَلۡ تُكَذِّبُوۡنَ بِالدِّيۡنِ (9)﴾ ''اے انسان! اپنے رب کریم کے بارے میں تجھے کس چیز نے دھوکے میں ڈال دیا؟ جس نے تجھے پیدا کیا۔ پھر تجھے درست بنایا، پھر تجھے برابر کیا۔ جس صورت میں اُس نے چاہا تجھے جوڑ دیا۔ ہرگز نہیں! بلکہ تم جزا کو جھٹلاتے ہو۔'' (الانفطار:6,9)

﴿حَتّٰۤى اَتٰٮنَا الۡيَقِيۡنُ﴾

''حتی کہ ہم پر موت آ گئی'' (47)

سوال: ﴿حَتّٰۤى اَتٰٮنَا الۡيَقِيۡنُ﴾ ''حتی کہ ہم پر موت آ گئی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''حتیٰ کہ ہم پر موت آ گئی'' یہاں تک کہ یقینی موت آ گئی۔

(2) جب کفر کی حالت میں مر گئے تو امید کا دروازہ بند ہو گیا۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتّٰى يَاۡتِيَكَ الۡيَقِيۡنُ﴾''اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کے پاس یقین آ جائے''(الحجر:9)

﴿فَمَا تَنۡفَعُهُمۡ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيۡنَ﴾

''چنانچہ سفارش کرنے والوں کی سفارش اُن کو کوئی نفع نہ دے گی''(48)

سوال:﴿فَمَا تَنۡفَعُهُمۡ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيۡنَ﴾''چنانچہ سفارش کرنے والوں کی سفارش اُن کو کوئی نفع نہ دے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَمَا تَنۡفَعُهُمۡ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيۡنَ﴾''چنانچہ سفارش کرنے والوں کی سفارش اُن کو کوئی نفع نہ دے گی'' گناہ گار اہل توحید کی شفاعت ہوگی۔ ان کو شفاعت فائدہ دے گی۔ مگر وہ ان لوگوں میں سے نہیں ہونگے۔

(2) کیونکہ وہ صرف اسی کی سفارش کریں گے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ راضی ہوگا اور یہ ایسے لوگ ہیں جن کے اعمال سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں۔ (تفسیر سعدی:2873/3)

﴿فَمَا لَهُمۡ عَنِ التَّذۡكِرَةِ مُعۡرِضِيۡنَ﴾

''تو انہیں کیا ہے کہ وہ نصیحت سے منہ موڑنے والے ہیں؟''(49)

سوال:﴿فَمَا لَهُمۡ عَنِ التَّذۡكِرَةِ مُعۡرِضِيۡنَ﴾''تو انہیں کیا ہے کہ وہ نصیحت سے منہ موڑنے والے ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَمَا لَهُمۡ عَنِ التَّذۡكِرَةِ مُعۡرِضِيۡنَ﴾''تو انہیں کیا ہے کہ وہ نصیحت سے منہ موڑنے والے ہیں؟'' یعنی وہ قرآن سے منہ موڑنے والے ہیں۔(2) کافر قرآن اور توحید کی دعوت سے منہ موڑ لیتے ہیں آخر اس کا سبب کیا ہے۔

﴿كَاَنَّهُمۡ حُمُرٌ مُّسۡتَنۡفِرَةٌ﴾

''گویا کہ وہ بدکنے والے جنگلی گدھے ہیں''(50)

سوال:﴿كَاَنَّهُمۡ حُمُرٌ مُّسۡتَنۡفِرَةٌ﴾''گویا کہ وہ بدکنے والے جنگلی گدھے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ﴾ ''گویا کہ وہ بدکنے والے جنگلی گدھے ہیں'' یعنی وہ نصیحت سے اتنی نفرت کرتے ہیں گویا کہ شیر سے بدکے ہوئے جنگلی گدھے ہیں۔(2) ایک دوسرے سے بدکنے کی وجہ سے وہ تیز بھاگنے لگے ہیں۔ یہ حق سے اس کی نصیحت سے اتنی نفرت کرتے ہیں کہ وہ اس سے منہ موڑنے میں گدھوں کی طرح ہو گئے ہیں۔

﴿فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ﴾

''جو شیر سے بھاگے ہیں'' (51)

سوال:﴿فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ﴾ ''جو شیر سے بھاگے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ﴾ ''جو شیر سے بھاگے ہیں'' یعنی حق کی نصیحت سے منہ موڑنے میں ان کے دلوں کی یہ حالت ہے کہ وہ ڈر کر ایسے بھاگتے ہیں جیسے شکاری شیر سے گدھے بھاگتے ہیں۔

(2) جو کسی شکاری یا کسی تیرانداز سے، جوان کو نشانے میں لینے کا ارادہ رکھتا ہو یا کسی شیر وغیرہ سے، ڈر کر بھاگے ہیں۔ (تفسیر سعدی:2874/3)

﴿بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً﴾

''بلکہ اُن میں سے ہر آدمی چاہتا ہے کہ اُسے کھلے ہوئے صحیفے دیے جائیں'' (52)

سوال:﴿بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً﴾ ''بلکہ اُن میں سے ہر آدمی چاہتا ہے کہ اُسے کھلے ہوئے صحیفے دیے جائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) ''بلکہ اُن میں سے ہر آدمی چاہتا ہے کہ اُسے کھلے ہوئے صحیفے دیے جائیں'' یعنی مشرک کی یہ تمنا ہے کہ اسے بھی کتاب دے دی جائے جیسے نبی ﷺ کو دی گئی۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ﴾ ''اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آتی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم ہرگز نہیں مانیں گے یہاں تک کہ ہمیں بھی اُس جیسا دیا جائے جو اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے، جن لوگوں نے جرم کیے جلد ہی اُنہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں سے ذلت اور سخت عذاب پہنچے گا اس وجہ سے کہ وہ مکر وفریب کرتے تھے۔'' (الانعام:124)

(2) یہ حق سے سب سے بڑی نفرت ہے۔ (تفسیر سعدی:2874/3)

(3) یعنی جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی پر ایمان لانے کی دعوت آتی ہے تو نہیں مانتے اور مطالبہ کرتے ہیں کہ ہم پر بھی ایسی کتابیں نازل کی جائیں۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کہاں رکھے۔

﴿كَلَّا ۭ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ﴾

''ہرگز نہیں! بلکہ یہ آخرت کا خوف نہیں رکھتے''(53)

سوال:﴿كَلَّا ۭ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ﴾''ہرگز نہیں! بلکہ یہ آخرت کا خوف نہیں رکھتے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَلَّا﴾ ہرگز نہیں یعنی ان کی آرزو کبھی پوری نہیں ہوگی۔

(2)﴿بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ﴾''ہرگز نہیں! بلکہ یہ آخرت کا خوف نہیں رکھتے''یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف نہیں رکھتے اس لیے کہ وہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔

﴿كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ﴾

''ہرگز نہیں! بلاشبہ یہ تو ایک نصیحت ہے''(54)

سوال:﴿كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ﴾''ہرگز نہیں! بلاشبہ یہ تو ایک نصیحت ہے۔'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)''ہرگز نہیں! بلاشبہ یہ تو ایک نصیحت ہے۔''یعنی وہ تو نصیحت اور عبرت ہے۔

(2)یعنی یہ سورت نصیحت ہے۔(3)ابن کثیر کہتے ہیں حق یہ ہے کہ قرآن نصیحت ہے

﴿فَمَنْ شَاۗءَ ذَكَرَهٗ﴾

''تو جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے''(55)

سوال:﴿فَمَنْ شَاۗءَ ذَكَرَهٗ﴾''تو جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَمَنْ شَاۗءَ ذَكَرَهٗ﴾''تو جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے۔''اب جو چاہے قرآن سے نصیحت حاصل کرلے۔

(2)اللہ تعالیٰ نے اس کے سامنے سیدھے راستے کو کھول کر بیان کردیا اور اس کے سامنے دلیل واضح کردی۔(تفسیر سعدی:2874/3)

﴿وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ ۭ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ﴾

''اور وہ نصیحت حاصل نہیں کریں گے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے، وہی اس کا اہل ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور وہی اس اہل ہے کہ بخش دے''(56)

سوال:﴿وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ ۭ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ﴾''اور وہ نصیحت حاصل نہیں کریں گے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے، وہی اس کا اہل ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور وہی اس اہل ہے کہ بخش دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ﴾ ''اور وہ نصیحت حاصل نہیں کریں گے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے'' جب تک اللہ تعالیٰ نہ چاہے کوئی نصیحت بھی حاصل نہیں کرسکتا۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾ ''اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے۔'' (الدھر: 30)

(2) کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت سب پر نافذ ہے، کوئی قلیل یا کثیر حادث اس کی مشیت سے باہر نہیں۔ اس آیت میں قدریہ کا رد ہے جو بندوں کے افعال کو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت داخل نہیں کرتے، نیز اس میں جبریہ کا بھی رد ہے جن کا زعم ہے کہ بندے کی کوئی مشیت ہے نہ حقیقت میں اس کا کوئی فعل ہے وہ تو اپنے افعال پر مجبور محض ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے مشیت اور فعل کا اثبات کیا ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہے۔ (تفسیر سعدی: 2874/3)

(3) قرآن مجید اسی کے لیے نصیحت بنتا ہے جس کے لئے رب العزت چاہے۔ فرمایا: ﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔'' (التکویر: 29)

(4) ﴿هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى﴾ ''وہی اس کا اہل ہے کہ اس سے ڈرا جائے'' اللہ تعالیٰ کی کتاب سے متقی ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں کیونکہ وہ اس کی عظیم سلطنت اور اس کے عذاب الیم کو جانتے ہیں۔

(5) ﴿وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ﴾ ''اور وہی اس اہل ہے کہ بخش دے'' وہ اپنے توحید پرست بندوں کے گناہ معاف کرتا ہے۔

(6) یعنی وہ اس کا اہل ہے کہ اس سے تقویٰ اختیار کیا جائے اور اس کی عبادت کی جائے کیونکہ وہی معبود ہے، عبادت صرف اسی کے لائق ہے۔ وہ اس کا بھی اہل ہے کہ جو کوئی اس سے ڈرے اور اس کی رضا کی اتباع کرے، وہ اس کو بخش دے۔ (تفسیر سعدی: 2874/3)

(7) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کریمہ ﴿هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ﴾ ''وہی (اللہ) ہے جس سے ڈرنا چاہیے، اور وہی مغفرت کرنے والا ہے'' (المدثر: ۵۶) کے بارے میں فرمایا: اللہ عزوجل کہتا ہے کہ میں اس کا اہل اور سزاوار ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے، تو جو مجھ سے ڈرا اور میرے ساتھ کسی اور کو معبود نہ ٹھہرایا تو مجھے لائق ہے کہ میں اسے بخش دوں۔ (ترمذی: 3328)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا پروردگار بلند برکت والا ہر رات کو اس وقت آسمان دنیا پر آتا ہے جب رات کا آخری تہائی حصہ رہ جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کوئی مجھ سے دعا کرنے والا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں، کوئی مجھ سے مانگنے والا ہے کہ میں اسے دوں کوئی مجھ سے بخشش طلب کرنے والا ہے کہ میں اس کو بخش دوں؟ (بخاری: 1145)

آیاتھا ۴۰ ۷۵ سُوْرَۃُ الْقِيٰمَةِ مَكِّيَّةٌ ۳۱ رکوعاتھا ۲

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ سورت مکہ میں نازل ہوئی اس میں دو رکوع اور 40 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ 75 ویں سورت ہے اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 31 ہے۔

سوال 3: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: (1) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے انہوں نے فرمایا: جو شخص قیامت کے بارے میں سوال کرے یا ارادہ رکھے کہ وہ اس کے واقع ہونے کی حقیقت کو سمجھے تو وہ اس سورت کو پڑھے۔ (المحرر الوجیز: 401/5)

(2) سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگ کہتے ہیں قیامت قیامت۔ بندے کی قیامت تو اس کی موت ہے۔ (المحرر الوجیز: 401/5)

(3) سیدنا ابن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی کا جنازہ لایا گیا تو انہوں نے کہا: اس کی قیامت قائم ہوگئی۔ اسی طرح علقمہ سے روایت ہے۔ (المحرر الوجیز: 401/5)

رکوع نمبر 17

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾

''نہیں میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی!'' (1)

سوال 1: ﴿لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ ''نہیں میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی!'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ ''نہیں میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی!'' رب العزت نے قیامت کی قسم کھائی ہے۔ جب قیامت آئے گی ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ پھر رب العزت کے حکم سے حضرت اسرافیل دوبارہ صور پھونکیں گے تو سب لوگ اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے اور پھر انہیں اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا کیا جائے گا۔ اس وقت سب لوگ اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا انتظار کریں گے۔

﴿وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ﴾

اور میں قسم کھاتا ہوں بہت ملامت کرنے والے نفس کی! (2)

سوال: ﴿وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ﴾ ''اور قسم کھاتا ہوں بہت ملامت کرنے والے نفس کی!'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ﴾ ''اور قسم کھاتا ہوں بہت ملامت کرنے والے نفس کی!'' نفس لوامہ مومن کا نفس ہے

کیونکہ وہ اپنے نفس کو ملامت کرتا ہی رہتا ہے کہ یہ بات کیوں کہی؟ یہ نوالہ کیوں کھایا؟ یہ خیال دل میں کیوں آیا؟اور کافر دردمندانہ اقدام اٹھاتا چلا جاتا ہے وہ کیوں اپنی خواہش کو دبائے؟ (السراج المنیر :2154/2)

(2) اس سے مراد تمام نیک اور بدنفوس ہیں۔نفس کو اس کے کثرت تردد، اسے ملامت کرنے اور اپنے احوال میں سے کسی حال پر بھی اس کے عدم ثبات کی بنا پر (لَوّامَۃ) سے موسوم کیا گیا ہے، نیز اس بنا پر اس کو (لَوّامَۃ) کہا گیا ہے کہ یہ موت کے وقت انسان کو اس کے افعال پر ملامت کرے گا مگر مومن کا نفس اسے دنیا ہی میں اس کوتاہی، تقصیر اور غفلت پر ملامت کرتا ہے جو حقوق میں سے کسی حق کے بارے میں اس سے ہوتی ہے۔ (تفسیر سعدی :2875/3)

﴿اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ﴾

’’کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم اُس کی ہڈیاں ہرگز جمع نہ کریں گے‘‘؟ (3)

سوال 1: ﴿اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ﴾ ’’کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم اُس کی ہڈیاں ہرگز جمع نہ کریں گے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ﴾ ’’کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم اُس کی ہڈیاں ہرگز جمع نہ کریں گے‘‘ یعنی کیا انسان کا یہ خیال ہے کہ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اس کے بکھرے اجزا کو زندہ کرنے اور جمع کرنے پر قدرت نہیں رکھیں گے؟

(2) انسان کا ہر دور میں یہ مسئلہ رہا ہے وہ اپنی جہالت کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اندازہ نہیں لگا پاتا اور دوبارہ زندہ ہونے کو بعید سمجھتا ہے۔

(3) عاص بن وائل السہمی قبر سے ہڈیوں کو نکال کر لایا اور کہنے لگا: محمد ﷺ! تم کہتے ہو کہ موت کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو لو انہیں زندہ کر کے دکھاؤ۔ اس پر رب العزت نے فرمایا: ﴿قَالَ مَنْ یُّحْیِ الْعِظَامَ وَهِیَ رَمِیْمٌ﴾ اس نے کہا کہ اُن ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ بوسیدہ ہوں گی (یس:78)

(4) ہڈیاں بدن کا سہارا ہیں۔ ہڈیوں کے ڈھانچے پر ہی گوشت چڑھایا جائے گا۔ انسان کتنا ظالم ہے! اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کو بعید سمجھتا ہے۔

﴿بَلٰی قٰدِرِیْنَ عَلٰٓی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَهٗ﴾

’’کیوں نہیں! ہم اس پر قادر ہیں کہ اُس کی پور پور تک کو درست کر دیں‘‘ (4)

سوال 1: ﴿بَلٰی قٰدِرِیْنَ عَلٰٓی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَهٗ﴾ ’’کیوں نہیں! ہم اس پر قادر ہیں کہ اُس کی پور پور تک کو درست کر دیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿بَلٰی قٰدِرِیْنَ عَلٰٓی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَهٗ﴾ ’’کیوں نہیں! ہم اس پر قادر ہیں کہ اُس کی پور پور تک کو درست کر دیں‘‘ رب العزت

نے اپنے ارشاد کے ذریعے اپنی قدرت کا غلط اندازہ لگانے والوں کی بات کو رد کیا ہے۔ کیوں نہیں ہم ان اجزاء کو جمع کریں گے اور ہم قدرت رکھتے ہیں کہ جوڑ جوڑ اور ذرے ذرے کو درست کر کے زندہ کریں تو جب چھوٹے اور باریک اعضاء کو درست کرنے پر وہ قدرت رکھتا ہے تو بڑی ہڈیوں کے ساتھ کیا ہوگا؟

(2) جو لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کرتے ہیں وہ کسی دلیل کی بنیاد پر نہیں کرتے ان کا ارادہ محض قیامت کو جھٹلانا ہوتا ہے۔

(3) سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی امتوں میں سے ایک آدمی کا ذکر کیا اور فرمایا: ''اللہ نے اسے مال اور اولاد سب کچھ دیا تھا۔ جب اس کے مرنے کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میں تمھارے لیے کیسا باپ ثابت ہوا؟ انھوں نے کہا کہ بہترین باپ۔ اس پر اس نے کہا، لیکن تمھارے باپ نے اللہ کے ہاں کوئی نیکی نہیں بھیجی، اگر اللہ نے مجھے پکڑ لیا تو سخت عذاب دے گا، تو دیکھو کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا، یہاں تک کہ جب میں کوئلہ ہو جاؤں تو اسے خوب پیس لینا اور جس دن تیز آندھی آئے تو اس میں میری یہ راکھ اڑا دینا۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس پر اس نے اپنے بیٹوں سے پختہ وعدہ لیا اور اللہ کی قسم! ان لڑکوں نے ایسا ہی کیا، پھر انھوں نے اس کی راکھ کو تیز ہوا کے دن اڑا دیا۔ تو اللہ عزوجل نے ''کن'' (ہو جا) کا لفظ فرمایا تو وہ فوراً ایک آدمی بن کر کھڑا ہو گیا۔ اللہ نے فرمایا، اے میرے بندے! تجھے کس بات نے اس پر آمادہ کیا کہ تو نے یہ کام کروایا؟ اس نے کہا، تیرے خوف نے۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو اللہ تعالیٰ نے اسے کوئی سزا نہیں دی، بلکہ اس پر رحم کیا۔'' (بخاری: 7508)

﴿بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ﴾

''بلکہ انسان یہ ارادہ رکھتا ہے کہ وہ آئندہ بھی نافرمانی کرتا رہے'' (5)

سوال 1: ﴿بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ﴾ ''بلکہ انسان یہ ارادہ رکھتا ہے کہ وہ آئندہ بھی نافرمانی کرتا رہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ﴾ ''بلکہ انسان یہ ارادہ رکھتا ہے کہ وہ آئندہ بھی نافرمانی کرتا رہے'' یعنی یہی ایک گناہ نہیں بلکہ انسان آگے بڑھتا ہی چلا جاتا ہے اور گناہ پر گناہ کیے جاتا ہے صرف اس امید پر کہ گناہ کرلوں، مرنے سے پہلے توبہ کرلوں گا لیکن افسوس نادان کو یہ خبر نہیں کہ موت اچانک آجائے گی۔ اس بات کی کون ضمانت دے سکتا ہے کہ مرنے سے پہلے توبہ نصیب ہو جائے گی یا قیامت سے انسان قدم قدم پر فسق و فجور میں مبتلا نظر آتا ہے۔ پھونک پھونک کر قدم نہیں اٹھاتا بڑا سر چڑھا ہے منت منت پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے۔ نفس کی شرارت سے وہی محفوظ رہ سکتا ہے جسے اللہ محفوظ رکھے۔ گناہوں میں جلدی ہے اور توبہ میں لیت و لعل یا کافر قیامت کو جھٹلاتا ہے اور حساب کا قائل نہیں اس لیے دل کھول کر گناہ کرتا ہے۔ (السراج المنیر: 2/2155)

(2) فجور کے معنی جان بوجھ کر جھوٹ بولنا ہے۔ یعنی انسان یہ چاہتا ہے کہ آگے بھی جھوٹی زندگی، گناہوں بھری زندگی اختیار کرتا رہے۔

(3) سیدنا حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وہ گناہوں میں پڑنا چاہتا ہے۔ (4) یعنی کافر چاہتا ہے کہ قیامت کو جھٹلاتا ہی رہے۔ (جامع البیان:188/29)

﴿يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ﴾

''وہ پوچھتا ہے: ''کب ہوگا قیامت کا دن؟'' (6)

سوال: ﴿يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ﴾ ''وہ پوچھتا ہے: ''کب ہوگا قیامت کا دن؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ﴾ ''وہ پوچھتا ہے: ''کب ہوگا قیامت کا دن؟'' یہ سوال انکار، استہزاء اور قیامت کے معاملے کو ہلکا کرنے کے لیے ہے۔ (ایسر التفاسیر:1702)

(2) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو قیامت کے بارے میں سوال کرے وہ یہ سورت پڑھ لے۔ (جامع البیان:189/29)

(3) وہ یہ سوال اس لیے کرتا ہے کہ اپنے قائل نہ ہونے کو ظاہر کردے۔ رب العزت نے بہت سے مقامات پر اس بے دلیل جھٹلانے کا ذکر فرمایا ہے جیسا کہ سورہ یونس میں فرمایا: ﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو؟ (یونس:48)

(4) سورہ المومنون فرمایا: ﴿هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿٣٦﴾ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿٣٧﴾﴾ ''بعید بالکل ہی بعید ہے جو تم وعدہ دیے جاتے ہو۔ نہیں ہے یہ مگر ہماری دنیا کی زندگی، ہم یہیں مرتے اور جیتے ہیں اور ہم ہرگز اُٹھائے جانے والے نہیں ہیں۔'' (36,37)

(5) بنی اسرائیل میں فرمایا: ﴿وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿٤٩﴾ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ﴿٥٠﴾ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ۭ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ۭ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿٥١﴾﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہوجائیں گے تو کیا یقیناً ہم نئی پیدائش پر ضرور اُٹھائے جانے والے ہیں؟ آپ کہہ دیں تم پتھر یا لوہا بھی ہوجاؤ یا کوئی اور مخلوق جو تمہارے دلوں میں اس سے بھی بڑی ہو۔ تو جلد ہی وہ کہیں گے کہ کون ہے جو ہمیں دوبارہ پیدا کرے گا؟ آپ کہہ دیں وہی ذات جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا، تو جلد ہی وہ آپ کے سامنے تعجب سے سر ہلائیں گے اور کہیں گے تو یہ کب ہوگا؟ آپ کہہ دیں امید ہے کہ وہ قریب ہو۔'' (49,51)

(6) سورہ الملک میں فرمایا: ﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٢٥﴾ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۠ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٢٦﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْۗـــــَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿٢٧﴾﴾ ''اور وہ کہتے ہیں اگر تم

سچے ہو تو یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا کہہ دو یقیناً اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور حقیقتاً میں کھلا ڈرانے والا ہوں۔ پس جب وہ اُس کو قریب سے دیکھیں گے تو اُن کے چہرے بگڑ جائیں گے جنہوں نے کفر کیا اور کہا جائے گا کہ یہی ہے وہ جس کو تم مانگا کرتے تھے۔'' (25,27)

﴿فَإِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ﴾

''پھر جب آنکھیں پتھرا جائیں گی'' (7)

سوال: ﴿فَإِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ﴾ ''پھر جب آنکھیں پتھرا جائیں گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَإِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ﴾ ''پھر جب آنکھیں پتھرا جائیں گی'' یعنی جب قیامت برپا ہوگی تو خوف اور دہشت کی وجہ سے آنکھیں پتھرا جائیں گی جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ (٤٢) مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ﴾ ''اور آپ اللہ تعالیٰ کو ہرگز غافل خیال نہ کریں اس سے جو ظالم کرتے ہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کے لیے ڈھیل دے رہا ہے جس میں نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ اس حالت میں کہ تیز دوڑنے والے، اپنے سروں کو اوپر اٹھانے والے ہوں گے ان کی نگاہ ان کی اپنی جانب ہی نہیں لوٹے گی اور ان کے دل خالی ہوں گے۔'' (ابراہیم: 42،43)

(3) عظیم خوف اور دہشت کی وجہ سے دل زور زور سے دھڑک رہے ہوں گے اور لوگوں کی نگاہیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔

﴿وَخَسَفَ الْقَمَرُ﴾

''اور چاند گہنا جائے گا'' (8)

سوال: ﴿وَخَسَفَ الْقَمَرُ﴾ ''اور چاند گہنا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَخَسَفَ الْقَمَرُ﴾ ''اور چاند گہنا جائے گا'' یعنی چاند بے نور ہو جائے گا اور اس کی روشنی اور طاقت زائل ہو جائے گی۔

(2) چاند گہن میں آ جائے گا اور اس کا نور چھن جائے گا۔ (مختصر ابن کثیر: 2/2155)

﴿وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ﴾

''اور سورج اور چاند کو جمع کر دیا جائے گا'' (9)

سوال: ﴿وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ﴾ ''اور سورج اور چاند کو جمع کر دیا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ﴾ ''اور سورج اور چاند کو جمع کر دیا جائے گا'' جب سے اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے، وہ کبھی

اکٹھے نہیں ہوئے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کو جمع کرے گا، چاند گہنا جائے گا اور سورج کو بے نور کر دیا جائے گا اور ان دونوں کو آگ میں پھینک دیا جائے گا تا کہ بندے دیکھ لیں کہ چاند اور سورج بھی اللہ تعالیٰ کے مسخر ہیں تا کہ جو لوگ ان کی عبادت کرتے تھے وہ دیکھ لیں کہ وہ جھوٹے تھے۔ (تفسیر سعدی:2876/3)

(2) سورج اور چاند دونوں کو لپیٹ کر اکٹھا کر دیا جائے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝﴾ ''قسم ہے سورج اور اُس کی دھوپ کی! اور چاند کی جب وہ اُس کے پیچھے آئے!'' (الشمس:1,2) (3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن سورج اور چاند دونوں تاریک (بے نور) ہو جائیں گے۔'' (بخاری:3200)

(4) سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن سورج نزدیک کیا جائے گا، یہاں تک کہ ایک میل پر آ جائے گا۔'' (پھر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگ (اپنے اپنے اعمال کے موافق) پسینے میں ڈوبے ہوں گے، کوئی تو وہ ہوگا جو اپنے پسینے میں ٹخنوں تک ڈوبا ہوگا، کوئی ان میں سے نصف پنڈلی تک، کوئی ان میں سے اپنے گھٹنوں تک، کوئی ان میں سے اپنی سرین تک، کوئی ان میں سے پہلو تک، کوئی ان میں سے اپنے کندھوں تک، کوئی ان میں سے اپنی گردن تک اور کوئی ان میں سے اپنے منہ تک (اپنے پسینے میں ڈوبا ہوا ہوگا)۔'' (مسند احمد:22248)

﴿يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ﴾

''اُس دن انسان کہے گا: ''بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟'' (10)

سوال: ﴿يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ﴾ ''اُس دن انسان کہے گا: ''بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ﴾ ''اُس دن انسان کہے گا: ''بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟'' انسان حیرت اور دہشت سے کہے گا جہنم سے فرار کی کونسی جگہ ہے؟ کیا اس سے کوئی جائے پناہ ہے؟

(2) اسی لیے رب العزت نے فرمایا: ﴿اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ﴾ ''اپنے رب کی پکار پر لبیک کہو قبل اس سے کہ وہ دن آئے جس کے اللہ تعالیٰ سے ٹلنے کی کوئی صورت نہیں۔ اُس دن تمہارے لیے نہ کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ ہی انکار کی کوئی صورت ہوگی۔'' (الشوریٰ:47)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ تین طریق سے لوگوں کا حشر کیا جائے گا۔ ایک (گروہ میں) تو امید رکھنے والے اور ڈرنے والے ہوں گے اور (دوسرا گروہ) ان لوگوں کا ہوگا جو دو دو اور تین تین اور چار چار اور دس دس ایک ایک اونٹ پر (سوار) ہوں گے اور باقی لوگوں کو آگ اکٹھا کرے گی، جہاں وہ آرام لیں گے وہیں وہ بھی آرام لے گی اور جہاں سے وہ رات گزاریں گے وہیں وہ

بھی رات گزارے گی اور جہاں وہ صبح کریں گے وہیں وہ بھی صبح کرے گی اور جہاں وہ شام کریں گے وہیں وہ بھی شام کرے گی۔" (یعنی ان کو میدان حشر میں پہنچادے گی)۔ (بخاری:6522)

﴿كَلَّا لَا وَزَرَ﴾

"ہرگز نہیں، کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے" (11)

سوال:﴿كَلَّا لَا وَزَرَ﴾ "ہرگز نہیں، کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَلَّا لَا وَزَرَ﴾ "ہرگز نہیں، کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے" یعنی یہاں جائے پناہ کا کیا کام! یہاں نجات کی کوئی صورت نہیں۔
(2) یہاں کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں چھپ سکیں، جہاں پہچانے نہ جاسکیں۔

﴿إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ﴾

"اُس دن تیرے رب کے پاس ہی ٹھہرنے کی جگہ ہے" (12)

سوال:﴿إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ﴾ "اُس دن تیرے رب کے پاس ہی ٹھہرنے کی جگہ ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ﴾ "اُس دن تیرے رب کے پاس ہی ٹھہرنے کی جگہ ہے" اس دن تمام بندوں کا ٹھکانا رب ہی کے پاس ہوگا۔ (2) رب کے پاس سب کو ٹھہرایا جائے گا تاکہ سب کے اعمال کا حساب لیا جاسکے۔
(3) ابن زید رحمہ اللہ نے فرمایا: اہل جنت کو جنت میں اور اہل جہنم کو جہنم میں ٹھہرایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کا قول پڑھا:﴿وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ﴾ "اور یقیناً آخرت کا گھر ہی اصلی زندگی ہے، کاش وہ جانتے ہوتے۔" (العنکبوت:64)(جامع البیان:193/29)

﴿يُنَبَّؤُا الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ﴾

"اُس دن انسان کو بتایا جائے گا جو کچھ اُس نے آگے بھیجا اور جو اُس نے پیچھے چھوڑا ہے" (13)

سوال:﴿يُنَبَّؤُا الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ﴾ "اُس دن انسان کو بتایا جائے گا جو کچھ اُس نے آگے بھیجا اور جو اُس نے پیچھے چھوڑا ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿يُنَبَّؤُا الْإِنسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ﴾ "اُس دن انسان کو بتایا جائے گا جو کچھ اُس نے آگے بھیجا اور جو اُس نے پیچھے چھوڑا ہے" قیامت کے دن تمام اعمال انسان کے سامنے ہوں گے۔ انسان کو اس کے پہلے وقت اور آخری وقت کے، چھوٹے بڑے سب اعمال کی خبر دی جائے گی۔

(2) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَوَجَدُوۡا مَا عَمِلُوۡا حَاضِرًا ؕ وَلَا یَظۡلِمُ رَبُّکَ اَحَدًا﴾ ''اور جو بھی انہوں نے کیا تھا وہ سب اس کو سامنے پائیں گے اور آپ کا رب کسی ایک پر ظلم نہیں کرتا۔'' (الکھف:49)

(3) ابن زید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: انسان کو خبر دی جائے گی جو اس نے عمل کرنے چھوڑ دیے اور جو اس نے نہیں کیے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے جو کام اس نے چھوڑے اور جو آگے بھیجے ہر خیر اور شر سے آگاہ کیا جائے گا۔ (جامع البیان:194,195/29)

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ ؕ﴿۷﴾ وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ ﴿۸﴾﴾ ''تو جو ذرّہ برابر نیکی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا۔ اور جو ذرّہ برابر بدی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا'' (الزلزال:7,8)

﴿بَلِ الۡاِنۡسَانُ عَلٰی نَفۡسِہٖ بَصِیۡرَۃٌ﴾

''بلکہ انسان اپنے آپ کو خوب دیکھنے والا ہے'' (14)

سوال:﴿بَلِ الۡاِنۡسَانُ عَلٰی نَفۡسِہٖ بَصِیۡرَۃٌ﴾ ''بلکہ انسان اپنے آپ کو خوب دیکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿بَلِ الۡاِنۡسَانُ عَلٰی نَفۡسِہٖ بَصِیۡرَۃٌ﴾ ''بلکہ انسان اپنے آپ کو خوب دیکھنے والا ہے'' اس دن انسان اپنے اعمال پر خود گواہ ہوگا۔ وہ اپنے اعمال کو خوب پہچانتا ہوگا۔

(2) ابن زید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: انسان اپنے نفس پر گواہ ہوگا اور یہ آیت پڑھی﴿اِقۡرَاۡ کِتٰبَکَ ؕ کَفٰی بِنَفۡسِکَ الۡیَوۡمَ عَلَیۡکَ حَسِیۡبًا﴾ ''پڑھ اپنا نامۂ اعمال! آج کے دن تم اپنے اوپر خود حساب لینے والے کافی ہو۔'' (بنی اسرائیل:14) (جامع البیان:195/29)

﴿وَّلَوۡ اَلۡقٰی مَعَاذِیۡرَہٗ﴾

''اگر چہ وہ اپنی معذرتیں پیش کرے'' (15)

سوال:﴿وَّلَوۡ اَلۡقٰی مَعَاذِیۡرَہٗ﴾ ''اگر چہ وہ اپنی معذرتیں پیش کرے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَّلَوۡ اَلۡقٰی مَعَاذِیۡرَہٗ﴾ ''اگر چہ وہ اپنی معذرتیں پیش کرے'' انسان کو اس کی معذرت فائدہ نہیں دے گی کیونکہ اس کے اعضاء اس کے خلاف گواہی دیں گے۔ رب العزت نے فرمایا:﴿فَیَوۡمَئِذٍ لَّا یَنۡفَعُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا مَعۡذِرَتُہُمۡ وَلَا ہُمۡ یُسۡتَعۡتَبُوۡنَ﴾ ''تو اُس دن جن لوگوں نے ظلم کیا اُن کی معذرت فائدہ نہ دے گی اور نہ ہی اُن سے معافی مانگنے کے لیے کہا جائے گا۔'' (الروم:57)

(2) اس دن انسان اپنے نفس کی طرف کتنا ہی جھگڑا کرے، کتنی ہی دلیلیں دے، سب رد کر دی جائیں گی جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿یَوۡمَ لَا یَنۡفَعُ الظّٰلِمِیۡنَ مَعۡذِرَتُہُمۡ وَلَہُمُ اللَّعۡنَۃُ وَلَہُمۡ سُوۡٓءُ الدَّارِ﴾ ''جس دن ظالموں کو اُن کی معذرت فائدہ نہ دے گی اور اُن کے لیے لعنت ہے اور اُن کے لیے بدترین گھر ہوگا۔'' (غافر:52)

﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ﴾

’’آپ اپنی زبان کو اس کے ساتھ حرکت نہ دیں کہ اُس میں جلدی کریں‘‘ (16)

سوال: ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ﴾ ’’آپ اپنی زبان کو اس کے ساتھ حرکت نہ دیں کہ اُس میں جلدی کریں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ﴾ ’’آپ اپنی زبان کو اس کے ساتھ حرکت نہ دیں کہ اُس میں جلدی کریں‘‘ نبی ﷺ کو وحی سیکھنے کے آداب بتائے جا رہے ہیں۔ نبی ﷺ وحی کو یاد کرنے کے لیے جلدی جلدی پڑھا کرتے تھے۔ جب سیدنا جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر آتے تو ان کے فارغ ہونے سے پہلے، ان کی تلاوت کے ساتھ ساتھ تلاوت شروع کر دیتے۔ رب العزت نے حکم دیا کہ جب فرشتہ وحی لے کر آئے تو پوری توجہ سے سنیں۔ اس وقت یاد کرنے کی کوشش نہ کریں۔

(2) سورہ طٰہٰ میں فرمایا: ﴿فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۫ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا﴾ ’’پس اللہ تعالیٰ بے حد بلند ہے، بادشاہِ حقیقی ہے، اور آپ قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کریں، اس سے پہلے کہ آپ کی طرف اس کی وحی پوری کی جائے اور آپ دُعا کریں اے میرے رب! مجھے علم میں زیادہ کر!‘‘ (طٰہٰ:114)

(3) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نزول قرآن کے وقت بہت سختی محسوس کیا کرتے تھے اور اس (کی علامتوں) میں سے ایک یہ تھی کہ یاد کرنے کے لیے آپ اپنے ہونٹوں کو ہلاتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں: ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ (16) اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ (17) فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ (18)﴾ ’’اپنی زبان کو حرکت نہ دو تا کہ تم اُسے جلدی (یاد) کرلو۔ یقیناً ہم پر ہے اس کا جمع کرنا اور اُس کا پڑھوا دینا۔ پھر جب ہم اُس کو پڑھیں تو اُس کے پڑھنے کی پیروی کرو۔‘‘ چنانچہ ان آیات کے نزول کے بعد جب جبریل علیہ السلام آتے تو آپ خاموش رہتے اور جب چلے جاتے تو آپ اسی طرح پڑھ کر سنا دیتے جس طرح اللہ نے آپ کو سنایا ہوتا۔ (بخاری:5، مسلم:1004)

(4) اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ جلدی کے کام قابل مذمت ہیں اگرچہ دینی امور میں ہی کیوں نہ ہوں۔ (تفسیر منیر:288/15)

﴿اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ﴾

’’یقیناً اس کا جمع کرنا اور اس کا پڑھانا ہمارے ذمے ہے‘‘ (17)

سوال: ﴿اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ﴾ ’’یقیناً اس کا جمع کرنا اور اس کا پڑھانا ہمارے ذمے ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ﴾ ’’یقیناً اس کا جمع کرنا اور اس کا پڑھانا ہمارے ذمے ہے‘‘ رب العزت نے نبی ﷺ پر یہ

واضح فرمایا کہ آپ کے دل میں قرآن مجید کے علم کے حصول کی جو حرص ہے، اس کے بھول جانے کا جو خوف ہے تو آپ کے سینے میں وحی کو محفوظ کر دینا اور دوسروں تک پہنچانے کے لیے آسانیاں فراہم کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ آپ ﷺ کی زبان سے اس قرآن کی وضاحت کروانے کی ہم ضمانت دیتے ہیں۔

(2) ان چار آیات میں آپ ﷺ کے لیے تین باتوں کی ذمہ داری لی گئی۔ (i) وحی کو آپ ﷺ کے سینے میں محفوظ کرنا۔ (ii) اس کی تلاوت کرانا (iii) اس کی تفسیر کرانا۔

﴿فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ﴾

''تو جب ہم اس کو پڑھ چکیں تو آپ اُس کے پڑھنے کی پیروی کرو'' (18)

سوال: ﴿فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ﴾ ''تو جب ہم اس کو پڑھ چکیں تو آپ اُس کے پڑھنے کی پیروی کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ﴾ ''تو جب ہم اس کو پڑھ چکیں تو آپ اُس کے پڑھنے کی پیروی کرو'' یعنی جب ہم آپ کے سامنے سیدنا جبرائیل علیہ السلام سے اس وحی کی تلاوت کروائیں جو آپ کی طرف نازل کی جاتی ہے تو آپ ﷺ ان کی قرأت کی پیروی کریں یعنی خوب غور سے سنتے رہیں۔ (2) پھر جب وہ تلاوت مکمل کرلیں تو ہماری بتائی ہوئی قرأت کے مطابق پڑھیں۔

﴿ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ﴾

''پھر یقیناً ہم ہی پر ہے اس کا بیان کرنا بھی'' (19)

سوال: ﴿ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ﴾ ''پھر یقیناً ہم ہی پر ہے اس کا بیان کرنا بھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ﴾ ''پھر یقیناً ہم ہی پر ہے اس کا بیان کرنا بھی'' یعنی وحی کو سمجھنے میں جو مشکل ہوگی۔ اس کے معانی کا بیان ہمارے ذمے ہے۔ (2) رب العزت نے قرآن کے الفاظ اور معانی دونوں کی حفاظت کا وعدہ فرمایا۔ یہ حفاظت کا بلند ترین درجہ ہے۔

(3) نبی ﷺ نے اپنے رب کے احکامات پر عمل کیا۔ اس کے بعد جب سیدنا جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو آپ ﷺ خاموش رہتے اور پوری توجہ سے وحی کو سنتے جب وہ قرأت سے فارغ ہوجاتے تو آپ ﷺ سیدنا جبرئیل علیہ السلام کے بتانے کے مطابق تلاوت کرتے۔

(4) اس آیت کریمہ میں علم حاصل کرنے کے لیے ادب سکھایا گیا ہے کہ معلم نے جس مسئلہ کو شروع کیا ہو، اس سے معلم کے فارغ ہونے سے پہلے طالب علم کو جلدی نہیں کرنی چاہیے۔ جب وہ اس مسئلہ سے فارغ ہوجائے تو پھر طالب علم کو جو اشکال ہو اس کے بارے میں معلم سے سوال کرے۔ اسی طرح جب کلام کی ابتدا میں کوئی ایسی چیز ہو جس کو رد کرنا واجب ہو یا کوئی ایسی چیز جو مستحسن ہو تو اس کلام سے فارغ ہونے سے

قبل اس کورد یا قبول کرنے میں جلدی نہ کرے تاکہ اس میں جو حق یا باطل ہے وہ اچھی طرح واضح ہو جائے اور اسے اچھی طرح سمجھ لے تاکہ اس میں صواب کے پہلو سے کلام کر سکے۔ان آیات کریمہ سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے امت کے سامنے جس طرح قرآن کے الفاظ کو بیان فرمایا ہے، اسی طرح آپ نے اس کے معانی کو بھی ان کے سامنے بیان فرمایا ہے۔(تفسیر سعدی:2878/3)

(5) قرآنِ مجید کی وضاحت اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی زبان سے کی ہے۔نبی ﷺ کی زبان سے،اُن کے عمل سے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی جو وضاحت ہوتی ہے اُسے حدیث کہتے ہیں۔حدیث بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے اِلہام ہے۔حدیث کو ماننا اسی طرح ضروری ہے جس طرح قرآنِ مجید کو ماننا ضروری ہے۔

﴿كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ﴾

''ہرگز نہیں!بلکہ تم جلد حاصل ہونے والی (دنیا) سے محبت رکھتے ہو''(20)

سوال:﴿كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ﴾''ہرگز نہیں!بلکہ تم جلد حاصل ہونے والی (دنیا) سے محبت رکھتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ﴾''ہرگز نہیں!بلکہ تم جلد حاصل ہونے والی (دنیا) سے محبت رکھتے ہو''یعنی تمہاری غفلت اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے منہ موڑنے کا سبب یہ ہے کہ تم جلد حاصل ہونے والی لذتوں اور شہوتوں کے حصول میں مصروف رہتے ہو۔

(2) قیامت کو نہ ماننے اور حق کی مخالفت کا بنیادی سبب یہ ہے کہ لوگ دنیا کی زندگی کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں اور آخرت کو بھول جاتے ہیں۔

(3) تم دنیا کے لیے دن رات اس لیے بھاگ دوڑ کرتے ہو کہ تمہارے سامنے حقیقت بدل گئی ہے۔تم نے دنیا کو سب کچھ سمجھ لیا بڑے خسارے میں رہے۔

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (16) وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى (17)﴾''بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔حالانکہ آخرت بہت بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔''(الاعلیٰ:16,17)

﴿وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ﴾

''اور تم آخرت کو چھوڑ دیتے ہو''(21)

سوال:﴿وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ﴾''اور تم آخرت کو چھوڑ دیتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ﴾''اور تم آخرت کو چھوڑ دیتے ہو''تم نے آخرت کے لیے عمل کرنا چھوڑ دیا۔آخرت کی نعمتوں کے بارے میں تم نے غور ہی نہیں کیا۔گویا تمہارا ان میں کوئی حصہ ہی نہیں،گویا تم ان کے لیے پیدا ہی نہیں کیے گئے۔

(2) اگر تم نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی ہوتی اور تم نے ایک صاحب بصیرت اور عقل مند شخص کی طرح انجام پر غور کیا ہوتا تو تم کامیاب ہوتے،

ایسا نفع حاصل کرتے جس کے ساتھ خسارہ نہ ہوتا اور تمھیں ایسی فوز وفلاح حاصل ہوتی جس کی مصاحبت میں بدبختی نہیں ہوتی۔ (تفسیر سعدی:2879/3)

(3) سیدنا قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اکثر لوگوں نے جلد ملنے والی دنیا کو اختیار کر لیا مگر جس پر اللہ تعالیٰ نے رحم کیا اسے بچا لیا۔ (تفسیر مراغی:267/10)

﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ﴾

"بعض چہرے اُس دن تر وتازہ ہوں گے" (22)

سوال: ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ﴾ "بعض چہرے اُس دن تر وتازہ ہوں گے" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ﴾ "بعض چہرے اُس دن تر وتازہ ہوں گے" رب العزت نے آخرت کو ترجیح دینے کی دعوت دی ہے کہ قیامت کے دن کئی چہرے حسین، بارونق اور خوب صورت ہوں گے کیونکہ ان کی روحیں دنیا میں ایمان اور عمل صالح کے نور سے چمکی ہوں گی۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاعِمَةٌ﴾ "کئی چہرے اُس دن تر وتازہ ہوں گے۔" (الغاشیہ:8)

(3) چہروں کی رونق کا سبب ان کے اخلاق حسنہ، دلوں کا اطمینان اور روحوں کی لذت ہوگی۔

﴿اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾

"اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے" (23)

سوال: ﴿اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ "اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے" کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ "اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے" یعنی وہ اپنے مرتبے کے مطابق اپنے رب کا دیدار کریں گے۔

(2) سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنتیوں میں ادنیٰ درجہ والا اپنے باغ اور بیبیوں اور خادموں اور تختوں کو ہزار برس کی راہ سے دیکھتا ہے اور ان میں سے بڑے رتبے والا اللہ کے نزدیک وہ شخص ہے جو اللہ کے چہرے کی طرف صبح وشام دیکھتا ہے۔ پھر رسول اللہ نے یہ آیت پڑھی: ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ﴾ سے آخر تک یعنی بہت سے چہرے اس دن تازہ ہوں گے اور اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے۔ (ترمذی:3330)

(3) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم قیامت کے دن اپنے پروردگار کو دیکھیں گے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں چودھویں رات کے چاند کو دیکھنے میں کوئی دشواری آتی ہے؟ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول نہیں پھر فرمایا! کیا جس وقت بادل نہ ہوں کیا تمہیں سورج دیکھنے میں کوئی دشواری ہوتی ہے؟ انہوں نے عرض کیا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر تم اسی طرح اپنے رب کا دیدار کرو گے۔ (بخاری:7437، مسلم:451)

(4) سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جنت والے جنت میں چلے جائیں گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ ان سے

فرمائیں گے کہ کیا تم مزید کچھ چاہتے ہو؟ وہ جنتی عرض کریں گے (اے اللہ) کیا تو نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کیا؟ کیا تو نے ہم کو دوزخ سے نجات نہیں دی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پھر اللہ ان کے اور اپنے درمیان سے پردے اٹھا دے گا اور جنتی اللہ کا دیدار کریں گے تو ان کو اس دیدار سے زیادہ کوئی چیز پیاری نہیں ہوگی۔'' پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ﴾ ''جن لوگوں نے نیکی کی انھی کے لیے نہایت اچھا بدلہ اور کچھ زیادہ ہے۔'' (اور کچھ زیادہ سے رب تعالیٰ کا دیدار مراد ہے)۔ (مسلم:450,449)

(5) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ مومنوں پر (قیامت کے دن) مسکراتا ہوا تجلی فرمائے گا۔'' (مسلم:469)

(6) لوگ اپنے مرتبے کے مطابق رب العزت کا دیدار کریں گے۔ کچھ لوگ ہر صبح و شام کریں گے کچھ لوگ ہر جمعہ ایک مرتبہ دیدار کریں گے۔ جب وہ اپنے رب کریم کے بے پناہ جمال والے کریم چہرے کا دیدار کریں گے تو ساری لذتیں بھول جائیں گے جو انہیں حاصل ہوں گی۔ انہیں دیدار سے ایسی لذت ملے گی جس کا الفاظ میں اظہار ممکن نہیں۔ ان کے چہرے خوب صورت اور بارونق ہوں گے اور ان میں اضافہ ہوتا ہی چلا جائے گا۔ یا ذاالجلال والاکرام: ''ہم آپ سے سوال کرتے ہیں اس نظر کا جو تیرے چہرے کے دیدار کا شرف حاصل کرے، اس لذت کا جو ہمارے دل حاصل کریں، اس اطمینان اور رونق کا جو ہمارے چہروں کا مقدر بنے۔''

﴿وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۢ بَاسِرَةٌ﴾

''اور کچھ چہرے اُس دن بگڑے ہوئے ہوں گے'' (24)

سوال: ﴿وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۢ بَاسِرَةٌ﴾ ''اور کچھ چہرے اُس دن بگڑے ہوئے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۢ بَاسِرَةٌ﴾ ''اور کچھ چہرے اُس دن بگڑے ہوئے ہوں گے'' قیامت کے دن کچھ چہرے اداس، سہمے ہوئے، بے رونق اور ذلیل ہوں گے۔ (2) اس دن نافرمانوں کے چہروں کا رنگ فق ہو جائے گا۔ انہیں یقین ہوگا کہ اب ایسی مصیبت آنے والی ہے جو کمر توڑ دے گی۔ وہ جہنم میں جھونکے جانے کے انتظار میں ہوں گے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ (40) تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ (41) اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ (42)﴾ ''اور اُس دن کچھ چہروں پر خاک اُڑ رہی ہوگی۔ اُن پر سیاہی چھائی ہوئی ہوگی۔ یہی لوگ کافر، بدکردار ہیں۔'' (عبس:40,42)

(3) سورہ آل عمران میں فرمایا: ''جس دن کچھ چہرے روشن ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے، تو وہ لوگ جن کے چہرے سیاہ ہوں گے (اُن سے پوچھا جائے گا کہ) کیا تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا؟ تو اب عذاب چکھو اس وجہ سے کہ تم کفر کیا کرتے تھے۔ اور جن کے چہرے سفید ہوں گے، سو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' (آل عمران:106,107)

(4) ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ﴾ ''کئی چہرے اُس دن ذلیل ہوں گے۔'' (الغاشیۃ:2)

﴿تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ﴾

’’گمان کررہے ہوں گے کہ اُن کے ساتھ کمر توڑ معاملہ کیا جائے گا‘‘(25)

سوال:﴿تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ﴾’’گمان کررہے ہوں گے کہ اُن کے ساتھ کمر توڑ معاملہ کیا جائے گا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ﴾’’گمان کررہے ہوں گے کہ اُن کے ساتھ کمر توڑ معاملہ کیا جائے گا‘‘یعنی جن کے چہرے بے رونق ہوں گے وہ یقین کرلیں گے کہ اب سخت عقوبت اور کمر توڑ برتاؤ ہونے والا ہے۔

(2)ان کے چہرے جہنم کے عذاب کے یقین کی وجہ سے اترے ہوئے ہوں گے۔

﴿كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ﴾

’’ہرگز نہیں! جب جان ہنسلیوں تک پہنچ جائے گی‘‘(26)

سوال:﴿كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ﴾’’ہرگز نہیں! جب جان ہنسلیوں تک پہنچ جائے گی‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ﴾’’ہرگز نہیں! جب جان ہنسلیوں تک پہنچ جائے گی‘‘ اللہ رب العزت قریب المرگ شخص کے حالات بیان کرکے اپنے بندوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ جب روح ہنسلی کی ہڈی یعنی حلق تک پہنچ جائے گی۔ التراقی سے مراد وہ ہڈیاں ہیں جنہوں نے سینے کا احاطہ کررکھا ہے۔اس وقت کی تکلیف کا اندازہ مرنے والا ہی کرتا ہے۔یاارحم لراحمین سکرات موت حق ہے۔موت کی بے ہوشیوں میں بھی توحید پر قائم رکھنا۔(2)اس وقت کا آنا یقینی ہے جب انسان ہر سبب تلاش کرتا ہے جس سے شفا مل جائے۔

﴿وَقِيْلَ مَنْ سكتة رَاقٍ﴾

’’اور کہا جائے گا:’’کون ہے دم کرنے والا؟‘‘(27)

سوال:﴿وَقِيْلَ مَنْ سكتة رَاقٍ﴾’’اور کہا جائے گا:’’کون ہے دم کرنے والا؟‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقِيْلَ مَنْ سكتة رَاقٍ﴾’’اور کہا جائے گا:’’کون ہے دم کرنے والا؟‘‘ کیونکہ اسباب عادیہ پر ان کی امیدیں منقطع ہوکر اسباب الٰہیہ پر لگ گئی ہیں مگر جب قضاوقدر کا فیصلہ آجاتا ہے تو اس کو کوئی نہیں روک سکتا۔(تفسیر سعدی:3/2880)

(2)﴿فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ(۸۳) وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ(۸۴)﴾’’پھر کیوں نہیں! جب جان حلق تک پہنچ جاتی ہے۔اور تم اُس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو۔‘‘(الواقعہ:83,84)

(3)ثابت بنانی سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے،ثابت نے کہا ابوحمزہ!(سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی کنیت)میری طبیعت خراب ہوگئی ہے سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے کہا پھر کیوں نہ میں تم پر وہ دعا پڑھ کر دم کردوں جسے رسول اللہ ﷺ پڑھا کرتے تھے۔ثابت نے

کہا کہ ضرور کیجیے سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے اس پر یہ دعا پڑھ کر دم کیا۔ ﴿اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْهِبَ الْبَاسِ اشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شَافِيَ إِلَّا أَنْتَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا﴾ اے اللہ! لوگوں کے رب! تکلیف کو دور کر دینے والے! شفا عطا فرما، تو ہی شفا دینے والا ہے تیرے سوا کوئی شفا دینے والا نہیں، ایسی شفا عطا فرما کہ بیماری بالکل باقی نہ رہے۔ (بخاری:5742)

(4) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے چند صحابہ در حالت سفر عرب کے ایک قبیلہ پر گزرے۔ قبیلہ والوں نے ان کی ضیافت نہیں کی کچھ دیر بعد اس قبیلے کے سردار کو بچھو نے کاٹ لیا، اب قبیلہ والوں نے ان صحابہ سے کہا کہ آپ لوگوں کے پاس کوئی دوا یا کوئی جھاڑنے والا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا تم لوگوں نے ہمیں مہمان نہیں بنایا اور اب ہم اس وقت تک دم نہیں کریں گے جب تک کہ تم ہمارے لیے اس کی مزدوری نہ مقرر کر دو۔ چنانچہ ان لوگوں نے چند بکریاں دینی منظور کر لیں پھر (ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ) سورہ فاتحہ پڑھنے لگے اور اس پر دم کرنے میں منہ کا تھوک بھی اس جگہ پر ڈالنے لگے۔ اس سے وہ شخص اچھا ہو گیا چنانچہ قبیلہ والے بکریاں لے کر آئے لیکن صحابہ نے کہا کہ جب تک ہم نبی کریم ﷺ سے نہ پوچھ لیں یہ بکریاں نہیں لے سکتے پھر جب نبی ﷺ سے پوچھا تو آپ مسکرائے اور فرمایا تمہیں کیسے معلوم ہو گیا کہ سورہ فاتحہ سے دم بھی کیا جا سکتا ہے، ان بکریوں کو لے لو اور اس میں میرا بھی حصہ لگاؤ۔ (بخاری:5736)

(5) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے مرض الوفات میں اپنے اوپر معوذات (سورہ الفلق والناس اور سورہ اخلاص) کا دم کیا کرتے تھے پھر جب آپ ﷺ کے لئے دشوار ہو گیا تو میں ان کا دم آپ پر کیا کرتی تھی اور برکت کے لئے نبی ﷺ کا ہاتھ آپ کے جسم مبارک پر پھیر لیتی تھی۔ پھر میں نے اس کے متعلق پوچھا کہ نبی ﷺ کس طرح دم کرتے تھے، انہوں نے بتایا کہ اپنے ہاتھ پر دم کر کے ہاتھ کو چہرے پر پھیرا کرتے تھے۔ (بخاری:5735)

(6) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ نبی کریم ﷺ مریض کے لئے (کلمے کی انگلی زمین پر لگا کر) یہ دعا پڑھتے تھے ﴿بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ أَرْضِنَا بِرِيقَةِ بَعْضِنَا لِيُشْفَى بِهِ سَقِيمُنَا بِإِذْنِ رَبِّنَا﴾ اللہ کے نام کی مدد سے ہماری زمین کی مٹی ہم میں سے کسی کے تھوک کے ساتھ تا کہ ہمارا مریض شفاء پائے ہمارے رب کے حکم سے۔ (بخاری:5745)

(7) سیدنا عثمان بن ابو العاص ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے درد کی شکایت کی جسے وہ اپنے جسم میں اسلام لانے کے وقت سے محسوس کرتے تھے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اسے فرمایا: اپنا ہاتھ اس جگہ رکھ جہاں تو اپنے جسم سے درد محسوس کرتا ہے اور تین مرتبہ بسم اللہ کہو اور سات مرتبہ ﴿أَعُوذُ بِاللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ﴾ "میں اللہ کی ذات اور قدرت سے ہر اس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جسے میں محسوس کرتا ہوں اور جس سے خوف کرتا ہوں۔" (مسلم:5737)

(8) سیدنا بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جاہلیت میں دم کیا کرتے تھے۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ اس بارے میں کیا حکم دیتے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے دم میرے سامنے پیش کرو اور ایسے دم میں کوئی حرج نہیں جس میں شرک نہ

ہو۔(مسلم:5732)

(9) سیدنا عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دس آدمیوں پر مشتمل ایک وفد بیعت کے لیے حاضر ہوا، آپ نے ان میں سے نو سے بیعت لے لی مگر ایک سے بیعت نہ لی۔ انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نو آدمیوں سے بیعت لے لی اور ایک کو چھوڑ دیا؟ آپ نے فرمایا: ”اس نے تعویذ پہنا ہوا ہے۔“ اس نے اپنا ہاتھ ڈال کر تعویذ کاٹ ڈالا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی بیعت لے لی، نیز فرمایا: ”جس نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا۔“ (مسند احمد:17432)

﴿وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ﴾

”اور وہ یقین کرے گا کہ یقیناً اب جدائی کا وقت ہے“(28)

سوال:﴿وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ﴾ ”اور وہ یقین کرے گا کہ یقیناً اب جدائی کا وقت ہے“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ﴾ ”اور وہ یقین کرے گا کہ یقیناً اب جدائی کا وقت ہے“ یعنی جب روح کھینچ کر حلق میں آکر اٹک جائے گی تو یقین آجائے گا کہ جدائی کا وقت ہے اپنے گھر والوں سے، مال اور اولاد سے جدائی کا۔

(2) کیونکہ موت کو کوئی روک نہیں سکتا اس لیے جدائی کا یقین آجائے گا۔

﴿وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ﴾

”اور پنڈلی سے پنڈلی جڑ جائے گی“(29)

سوال:﴿وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ﴾ ”اور پنڈلی سے پنڈلی جڑ جائے گی“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ﴾ ”اور پنڈلی سے پنڈلی جڑ جائے گی“ یعنی تمام سختیاں جمع ہو کر لپٹ جائیں گی، معاملہ بہت بڑا اور کرب بہت سخت ہو جائے گا، خواہش ہو گی کہ بدن سے روح نکل جائے جو اس سے لپٹی ہوئی ہے اور اس کے ساتھ ہے۔ (تفسیر سعدی:2880/3)

(2) یعنی آخرت اور دنیا دونوں مل جاتے ہیں دنیا کی آخری گھڑی اور آخرت کی پہلی گھڑی ہوتی ہے جس کی وجہ سے حسرت پر حسرت اور غم پر غم بڑھ جاتا ہے مگر جس پر رحمٰن اپنا فضل فرمائے یا خود شدت موت سے مرنے والے کی ٹانگ پر ٹانگ چڑھ جاتی ہے یا ٹانگوں سے بھی جان نکل جاتی ہے اور ٹانگیں مرنے والے کو اٹھا نہیں سکتیں۔ یہی وہ ٹانگیں تھیں جن سے کبھی بھاگا بھاگا پھرتا تھا یا کفن میں دونوں ٹانگیں ملا کر لپیٹ دی جاتی ہیں۔ یا دو کام جمع ہو جاتے ہیں ادھر عزیز نہلا دھلا کر قبر میں اتار رہے ہیں اور ادھر فرشتے روح کو لے کر آسمان پر چڑھ رہے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر:2188/2)

﴿اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِنِ الْمَسَاقُ﴾

”اُس دن تیرے رب کی طرف روانگی ہے“(30)

سوال:﴿اِلٰی رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ ا لْمَسَاقُ﴾''اُس دن تیرے رب کی طرف روانگی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِلٰی رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ ا لْمَسَاقُ﴾''اُس دن تیرے رب کی طرف روانگی ہے''یعنی اب رب ہی کے پاس جانا ہے۔فرشتے روح کو لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے کو زمین میں لوٹا دو۔میں نے مٹی سے اسے پیدا کیا،مٹی میں ہی لوٹاؤں گا اور دوسری بار پیدا کروں گا۔جیسا کہ فرمایا:﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ﴾''اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ تم پر نگہبان بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی ایک پر موت آتی ہے،ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کو قبض کر لیتے ہیں اور وہ ذرا کوتاہی نہیں کرتے۔'' (الانعام:61)

(2)پس روح کو اللہ تعالیٰ کے پاس لے جایا جائے گا تاکہ وہ اسے اعمال کی جزا دے اور اس کے کرتوتوں کا اعتراف کرائے۔یہ زجر و توبیخ جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے دلوں کو اس منزل کی طرف لے جاتی ہے جس میں اس کی نجات ہے اور ان امور سے روکتی ہے جس میں اس کی ہلاکت ہے مگر وہ معاند حق جسے آیات کوئی فائدہ نہیں دیتیں،وہ اپنی گمراہی،کفر اور عناد پر جما رہتا ہے۔(تفسیر سعدی:2880/3)

رکوع نمبر 18

﴿فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى﴾

''سو نہ اُس نے سچ مانا اور نہ نماز پڑھی'' (31)

سوال:﴿فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى﴾''سو نہ اُس نے سچ مانا اور نہ نماز پڑھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَا صَدَّقَ﴾''سو نہ اُس نے سچ مانا''یعنی اے انسان جو یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی ہڈیوں کو جمع نہ کر سکے گا نہ تو نے اللہ تعالیٰ کی تصدیق کی،نہ اس کے فرشتوں کی،نہ اس کی کتابوں کی،نہ اس کے رسولوں کی،نہ آخرت کے دن کی،نہ ہی اس کی اچھی اور بری تقدیر کی۔(2)﴿وَلَا صَلّٰى﴾''اور نہ نماز پڑھی''اور نہ اس نے اپنے رب کے لیے نماز پڑھی جو اس پر فرض تھی۔(تفسیر منیر:295/15)

(3)نہ وہ اپنے دل سے ایمان لایا اور نہ اس نے اپنے بدن کے عمل سے تصدیق کی۔(تفسیر قرطبی:84/10)

﴿وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى﴾

''بلکہ اُس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا'' (32)

سوال:﴿وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى﴾''بلکہ اُس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلٰكِنْ كَذَّبَ﴾''بلکہ اُس نے جھٹلایا''یعنی اس نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تصدیق نہیں کی اور اپنے اوپر عائد فرض نماز نہیں پڑھی۔(2)﴿وَتَوَلّٰى﴾''اور منہ پھیرا''یعنی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے پیٹھ پھیر لی۔(جامع البیان:210/29)

(3)اس نے نماز، زکوٰۃ اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کی ہدایت حاصل کرنے سے منہ پھیرا۔(الاساس:6270/11)

﴿ثُمَّ ذَهَبَ إِلَىٰ أَهْلِهِ يَتَمَطَّىٰ﴾

''پھر اکڑتا ہوا اپنے گھر والوں کی طرف چلا گیا''(33)

سوال:﴿ثُمَّ ذَهَبَ إِلَىٰ أَهْلِهِ يَتَمَطَّىٰ﴾''پھر اکڑتا ہوا اپنے گھر والوں کی طرف چلا گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ ذَهَبَ إِلَىٰ أَهْلِهِ يَتَمَطَّىٰ﴾''پھر اکڑتا ہوا اپنے گھر والوں کی طرف چلا گیا''یعنی دنیا میں اس کا حصہ اتنا ہے کہ وہ اپنے رب سے بے خوف ہے،حق کو جھٹلانے پر دلیر ہے۔نیک اعمال سے دور بھاگتا ہوا، اکڑتا، اتراتا ہوا گھر پہنچ جاتا تھا۔

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ مَسْرُورًا﴾''بلاشبہ وہ اپنے گھر والوں میں خوش تھا۔''(الانشقاق:13)

(3)﴿وَإِذَا انقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمُ انقَلَبُوا فَكِهِينَ﴾''اور جب وہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس پلٹتے ہیں تو مزے لیتے ہوئے واپس پلٹتے ہیں تھے۔''(المطففین:31)

﴿أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ﴾

''تیرے لیے یہی لائق ہے، پھر یہی لائق ہے''(34)

سوال:﴿أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ﴾''تیرے لیے یہی لائق ہے، پھر یہی لائق ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ﴾''تیرے لیے یہی لائق ہے، پھر یہی لائق ہے''اس کلمے کی اصل یہ ہے''أَوْلَاكَ اللهُ مَا تَكْرَهُهُ''اللہ تجھے ایسی چیز سے دوچار کرے جو تجھے ناپسند ہو۔(2)یعنی تیری زندگی،موت، تہی دامنی اور محرومی پر افسوس ہے۔اترانے والے، جھٹلانے والے کے لیے زبردست ڈراوا ہے۔(مختصر ابن کثیر:2159/2)

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿كُلُوا وَتَمَتَّعُوا قَلِيلًا إِنَّكُم مُّجْرِمُونَ﴾''سو تم تھوڑا سا کھالو اور فائدہ اُٹھالو، بلاشبہ تم ہی مجرم ہو۔''(المرسلات:46)

﴿ثُمَّ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ﴾

''پھر تیرے لیے یہی لائق ہے، پھر یہی لائق ہے''(35)

سوال:﴿ثُمَّ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ﴾''پھر تیرے لیے یہی لائق ہے، پھر یہی لائق ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ﴾''پھر تیرے لیے یہی لائق ہے، پھر یہی لائق ہے''سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے آیات:﴿أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ (٣٤) ثُمَّ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ (٣٥)﴾(القیامۃ)ان کے بارے میں پوچھا،تو انہوں نے

بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ الفاظ ابو جہل سے فرمائے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے بھی انھیں قرآن مجید میں نازل فرما دیا۔ (سنن نسائی:11638)

(2) ان آیات میں یہ احکام اور ان کی تکرار وعید اور ڈراوے کے لیے ہیں۔

﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى﴾

''کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ اُسے یونہی بغیر پوچھے چھوڑ دیا جائے گا؟'' (36)

سوال: ﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى﴾ ''کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ اُسے یونہی بغیر پوچھے چھوڑ دیا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى﴾ ''کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ اُسے یونہی بغیر پوچھے چھوڑ دیا جائے گا'' یعنی کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے دنیا میں یونہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا، نہ اسے نیکی کا حکم دیا جائے گا، نہ برائی سے روکا جائے گا اور آخرت میں اس کے اعمال کا حساب نہیں لیا جائے گا۔ نہ اسے ثواب دیا جائے گا، نہ عذاب میں مبتلا کیا جائے گا، تو یہ اللہ تعالیٰ کے عدل اور حکمت کے خلاف ہے۔ مومن اور کافر اطاعت گزار اور نافرمان برابر نہیں ہو سکتے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا تَسْعٰى﴾ ''یقینا قیامت آنے والی ہے، قریب ہے کہ میں اُسے چھپاؤں تا کہ ہر شخص کو اس کا بدلہ دیا جائے جو اس نے کوشش کی۔'' (طٰہٰ:15)

(3) ﴿اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ﴾ ''کیا ہم اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے زمین میں فساد پھیلانے والوں کی طرح کر دیں؟ کیا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں؟'' (ص:28)

(4) یقینا اسے دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ دنیا میں بھی اسے شریعت کی پابندی کرنی ہوگی اور آخرت میں اعمال کی جواب دہی کرنی ہوگی۔ موت کے بعد کی زندگی برحق ہے۔

﴿اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى﴾

''کیا وہ منی کا قطرہ نہ تھا جو گرایا جاتا ہے؟'' (37)

سوال: ﴿اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى﴾ ''کیا وہ منی کا قطرہ نہ تھا جو گرایا جاتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى﴾ ''کیا وہ منی کا قطرہ نہ تھا جو گرایا جاتا ہے'' اللہ رب العزت نے انسان کو اس کی تخلیق یاد دلائی ہے کہ انسان جو اپنے رب سے بے پروا ہو جاتا ہے، اکڑتا ہے اور اپنے آپ کو جواب دہ نہیں سمجھتا۔ وہ غور تو کرے حقیر پانی کا کمزور نطفہ ہی تو

تھا جو ماں کے رحم میں ڈالا گیا۔ نہ اس میں زندگی تھی اور نہ کوئی حقیقت۔

﴿ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى﴾

''پھر وہ جما ہوا خون بنا پھر اُس نے پیدا کیا اور پھر درست بنا دیا'' (38)

سوال: ﴿ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى﴾ ''پھر وہ جما ہوا خون بنا پھر اُس نے پیدا کیا اور پھر درست بنا دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً﴾ ''پھر وہ جما ہوا خون بنا'' اللہ رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ نطفے کو اس نے علقہ خون کا لوتھڑا بنایا۔

(2) ﴿فَخَلَقَ فَسَوّٰى﴾ ''پھر اُس نے پیدا کیا اور پھر درست بنا دیا'' پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو کتنے مراحل سے گزار کر اس کی تخلیق کی۔ بے شکل کی بوٹی کو شکل بھی دی۔ اس کے وجود کو ہڈیوں کے ڈھانچے پر سیدھا کھڑا کیا اور اسے شکل وصورت والا بنایا پھر اس میں روح پھونکی اور صحیح سالم انسان کی صورت میں دنیا میں بھیج دیا۔

﴿فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى﴾

''پھر اُس نے اس سے مرد اور عورت کی دو قسمیں بنائیں'' (39)

سوال: ﴿فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى﴾ ''پھر اُس نے اس سے مرد اور عورت کی دو قسمیں بنائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى﴾ ''پھر اُس نے اس سے مرد اور عورت کی دو قسمیں بنائیں'' یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو مرد اور عورت کی صورت میں دنیا میں بھیجا تاکہ نسل انسانی کا سلسلہ جاری رہے۔

﴿اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى﴾

''کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ مردوں کو زندہ کرے؟'' (40)

سوال: ﴿اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى﴾ ''کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ مردوں کو زندہ کرے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى﴾ ''کیا وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ مردوں کو زندہ کرے'' اللہ رب العزت نے اپنی بے مثال کاریگری یعنی پانی کے ایک قطرے سے جیتا جاگتا، چلتا پھرتا صحیح سالم انسان بنانے سے یہ دلیل دی ہے کہ کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ وہ اسی انسان کو فنا کرے پھر دوبارہ اپنے مقررہ وقت پر پیدا فرما دے۔

(2) جب اس نے ایک بے بنیاد چیز کو جیتا جاگتا انسان بنا دیا تو انسان کو فنا کر کے دوبارہ بنا دینا تو بہت ہی آسان ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾ ''اور وہی ہے جو تخلیق کی ابتداء کرتا ہے، پھر وہی اُس کا اعادہ کرے گا اور وہ اُس پر آسان ترین ہے۔'' (الروم: 27)

(3) ایک صحابی اپنے گھر کی چھت پر قرآن پاک بلند آواز سے پڑھ رہے تھے۔ جب انہوں نے یہ آیت ﴿اَلَیْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ یُّحْیِۦَ الْمَوْتٰى﴾ یہ آیت پڑھی تو فرمایا: ﴿سُبْحَانَكَ اللّٰھُمَّ فَبَلٰى﴾ اے اللہ تو کمی سے پاک ہے، تو ضرور قادر ہے جب ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا۔ (مختصر ابن کثیر: 2/2160)

(4) جب رسول اللہ سورۃ قیامۃ ختم کرتے تو سُبْحَانَكَ وَبَلٰى پڑھتے۔ (مختصر ابن کثیر: 2/2160)

ایاتھا ۳۱ | ۷۶ سُوْرَۃُ الدَّھْرِ مَدَنِیَّۃٌ ۹۸ | رکوعاتھا ۲

سوال 1: سورۃ الدھر کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: سورہ الدھر مکہ میں نازل ہوئی اس میں دو رکوع اور 31 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 76 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 98 ہے۔

سوال 3: سورہ الدھر کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن صبح کی نماز میں الم تنزیل السجدہ اور دوسری میں سورہ الدھر پڑھا کرتے تھے۔ (مسلم: 2035)

رکوع نمبر 19

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا﴾

کیا انسان پر زمانے میں سے کوئی وقت ایسا بھی آیا ہے جب وہ قابلِ ذکر چیز ہی نہ تھا؟ (1)

سوال: ﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا﴾ ”کیا انسان پر زمانے میں سے کوئی وقت ایسا بھی آیا ہے جب وہ قابلِ ذکر چیز ہی نہ تھا“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا﴾ ”کیا انسان پر زمانے میں سے کوئی وقت ایسا بھی آیا ہے جب وہ قابلِ ذکر چیز ہی نہ تھا“ انسان کی تخلیق کا ذکر کرتے ہوئے رب العزت نے فرمایا کہ تمہارے وجود میں آنے سے پہلے ایک طویل زمانہ گزرا ہے جب تمہارا نام ونشان بھی نہ تھا بلکہ کوئی قابلِ ذکر چیز نہیں تھے۔

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا (۶۷) فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا (۶۸)﴾ ''اور کیا انسان یاد نہیں کرتا کہ یقیناً ہم نے اس سے پہلے بھی اسے پیدا کیا تھا حالانکہ وہ کچھ بھی نہ تھا؟ پس آپ کے رب کی قسم! ہم ان سب کو شیاطین سمیت ضرور اکٹھا کریں گے پھر ہم ضرور اُنہیں جہنم کے گرد گھٹنوں کے بل گرے ہوئے حاضر کریں گے۔'' (مریم:67,68)

﴿اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا﴾

''ہم نے انسان کو بلاشبہ ایک مخلوط نطفے سے پیدا کیا تا کہ ہم اسے آزمائیں، سو ہم نے اُس کو خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا بنایا'' (2)

سوال:﴿اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ﴾ ''ہم نے انسان کو بلاشبہ ایک مخلوط نطفے سے پیدا کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ﴾ ''ہم نے انسان کو بلاشبہ ایک مخلوط نطفے سے پیدا کیا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کا آغاز مرد اور عورت کے پانی سے کیا۔

(2) سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مرد کا پانی سفید، گاڑھا اور عورت کا پانی پتلا زرد ہوتا ہے، ان میں سے جو غالب آجائے یا سبقت کر جائے اسی سے (بچے کی) مشابہت ہوتی ہے۔'' (مسلم:710)

(3)﴿نَّبْتَلِيْهِ﴾ ''تا کہ ہم اسے آزمائیں'' ہم اس کے ذریعے سے اس کو آزماتے ہیں تا کہ ہم جان لیں کہ آیا وہ اپنی پہلی حالت کو چشم بصیرت سے دیکھ اور اس کو سمجھ سکتا ہے یا اس کو بھول جاتا ہے۔ اور اس کو اس کے نفس نے فریب میں مبتلا کر رکھا ہے۔ (تفسیر سعدی:2881,2882/3)

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ ''تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے۔'' (الملک:2) (5)﴿فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا﴾ ''سو ہم نے اُس کو خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا بنایا'' انسان کو کان اور آنکھیں اس لیے عطا کیں کہ امتحان کا مقصد پورا ہو، وہ کانوں سے حق کی دعوت سنے اور آنکھوں سے دیکھ بھال کر حق کا راستہ اختیار کرے۔ یعنی ان دونوں قوتوں سے برائی اور بھلائی میں فرق کر سکے۔

﴿اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا﴾

''بلاشبہ ہم نے اُس کو راستہ دِکھا دیا خواہ وہ شکر کرنے والا ہو یا ناشکرا'' (3)

سوال:﴿اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا﴾ ''بلاشبہ ہم نے اُس کو راستہ دِکھا دیا خواہ وہ شکر کرنے والا ہو یا ناشکرا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ﴾ ''بلاشبہ ہم نے اُس کو راستہ دِکھا دیا'' یعنی ہم نے حق کا راستہ کھول کر دکھا دیا۔ اب ہدایت اور

گمراہی خیر اور شر کا راستہ واضح ہو گیا رب العزت نے فرمایا: ﴿وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ﴾ ''اور ہم نے اُس کو دو راستے بتا دیے ہیں۔'' (البلد:10)
اس مقصد کے لیے رب العزت نے رسول بھیجے، کتابیں بھیجیں اور وہ راستہ دکھایا جو سیدھا اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچتا ہے۔

(2) رب العزت نے راستہ واضح بھی کیا، اس کی رغبت بھی دلائی اور ان نعمتوں کے بارے میں واضح فرمایا جو اسے رب کے پاس پہنچنے پر حاصل ہوں گی۔

(3) رب العزت نے اس راستے سے بھی خبردار کیا ہے جو ہلاکت کے گھر تک پہنچاتا ہے۔ اور اس سے ڈرایا ہے کہ اگر اس راستے پر چلو گے تو کیا سزا ملے گی۔

(4) جیسا کہ قوم ثمود کے بارے میں فرمایا: ﴿وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ اور جو ثمود تھے تو ہم نے اُنہیں ہدایت کا راستہ دکھا دیا پھر انہوں نے ہدایت پر اندھے رہنے کو پسند کیا تو اُن کو رسوائی کے عذاب کی کڑک نے پکڑ لیا، اُس کی وجہ سے جو وہ کمایا کرتے تھے۔ (فصلت:17)

(5) ﴿اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا﴾ ''خواہ وہ شکر کرنے والا ہو یا ناشکرا'' اللہ رب العزت نے یہ واضح فرمایا کہ کیسے ہدایت پانے کے بعد بندے دو قسموں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ اول: اس نعمت پر شکر ادا کرنے والا بندہ جس سے اللہ تعالیٰ نے اس کو بہرہ مند کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ان حقوق کو ادا کرنے والا جن کی ذمہ داری کا بوجھ اللہ تعالیٰ نے اس پر ڈالا ہے۔ ثانی: نعمتوں کی ناشکری کرنے والا، اللہ تعالیٰ نے اس کو دینی اور دنیاوی نعمتوں سے بہرہ مند کیا مگر اس نے ان نعمتوں کو ٹھکرا دیا اور اپنے رب کے ساتھ کفر کیا اور اس راستے پر چل نکلا جو ہلاکت کی گھاٹیوں میں لے جاتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2885/3)

(6) ﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ﴾ ''اور آپ کہہ دیں تمہارے رب کی جناب سے یہی حق ہے پھر جو چاہے سو وہ ایمان لے آئے اور جو چاہے سو وہ کفر کرے۔'' (الکہف:29)

(7) نبی ﷺ نے فرمایا: ''صبح صبح ہر شخص اپنا نفس فروخت کرتا ہے پھر یا تو اسے تباہ کر ڈالتا ہے، یا آزاد کرا لیتا ہے۔'' (مسلم) یعنی یہ اس کے اعمال ہیں جن سے وہ تباہ بھی ہوتا ہے اور جہنم سے آزاد بھی ہوتا ہے۔

﴿اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۟ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا﴾

''یقیناً ہم نے کافروں کے لیے زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے'' (4)

سوال: ﴿اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۟ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا﴾ ''یقیناً ہم نے کافروں کے لیے زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّآ اَعۡتَدۡنَا لِلۡكٰفِرِيۡنَ سَلٰسِلَا۠﴾ ''یقینا ہم نے کافروں کے لیے زنجیریں تیار کر رکھی ہے'' اللہ رب العزت نے ان لوگوں کے انجام کے بارے میں واضح فرمایا ہے جنہوں نے کفر کیا اور نافرمانی کی اور ان کے لیے جہنم کی آگ کی زنجیریں تیار ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔ ﴿ثُمَّ فِىۡ سِلۡسِلَةٍ ذَرۡعُهَا سَبۡعُوۡنَ ذِرَاعًا فَاسۡلُكُوۡهُ﴾ ''ایک ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر ہاتھ ہے اس کو جکڑ دو۔'' (الحاقہ:32)

(2)﴿وَاَغۡلٰلًا﴾ ''اور طوق'' یعنی وہ طوق جن کے ذریعے ان کے ہاتھوں اور ان کی گردنوں کو ایک ساتھ باندھ کر انہیں جکڑ دیا جائے گا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿اِذِ الۡاَغۡلٰلُ فِىۡۤ اَعۡنَاقِهِمۡ وَالسَّلٰسِلُ ؕ يُسۡحَبُوۡنَ ۙ﴿۷۱﴾ فِى الۡحَمِيۡمِ ۙ ثُمَّ فِى النَّارِ يُسۡجَرُوۡنَ ﴿۷۲﴾﴾ ''جب طوق اور زنجیریں اُن کی گردنوں میں ہوں گے، وہ گھسیٹے جارہے ہوں گے۔ کھولتے ہوئے پانی میں، پھر وہ آگ میں جھونک دیے جائیں گے۔'' (مومن:71,72)

(3)﴿وَّسَعِيۡرًا﴾ ''اور بھڑکتی آگ'' جہنم کی آگ لوگوں کے ساتھ بھڑکے گی اور ان کے بدنوں کو جلا دے گی جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِنَا سَوۡفَ نُصۡلِيۡهِمۡ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتۡ جُلُوۡدُهُمۡ بَدَّلۡنٰهُمۡ جُلُوۡدًا غَيۡرَهَا لِيَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيۡزًا حَكِيۡمًا﴾ ''بلاشبہ جن لوگوں نے ہماری آیات کا کفر کیا بہت جلد ہم انہیں آگ میں ڈالیں گے، جب بھی ان کی کھالیں گل سڑ جائیں گی تو ہم انہیں اس کے علاوہ کھالیں بدل دیں گے تاکہ وہ عذاب چکھیں۔ یقینا اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' (النساء:56)

﴿اِنَّ الۡاَبۡرَارَ يَشۡرَبُوۡنَ مِنۡ كَاۡسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوۡرًا﴾

''یقینا نیک لوگ ایسے ساغر سے پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی'' (5)

سوال:﴿اِنَّ الۡاَبۡرَارَ يَشۡرَبُوۡنَ مِنۡ كَاۡسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوۡرًا﴾ ''یقینا نیک لوگ ایسے ساغر سے پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1) خوش نصیب لوگوں کے استقبال کے بارے میں رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ الۡاَبۡرَارَ﴾ ''یقینا نیک لوگ'' یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فرماں بردار، اپنے ایمان، اقوال، اور احوال میں سچے لوگ۔ (ایسر التفاسیر:1706)

(2) وہ جن لوگوں کے دل نیک ہیں کیونکہ ان کے اندر اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کی محبت اور اخلاق جمیلہ ہیں۔ پس اس سبب سے ان کے اعمال بھی نیک ہیں انہوں نے ان کو نیک اعمال میں استعمال کیا ہے۔ (تفسیر سعدی:2883,2884/3)

(3) ابرار سے مراد سچے اور مقرب لوگ ہیں اور وہ صدیقین ہیں۔ (قرطبی:93/19)

(4)﴿يَشۡرَبُوۡنَ مِنۡ كَاۡسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوۡرًا﴾ ''ایسے ساغر سے پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی'' خوش نصیب لوگوں کا

استقبال کیسے ہوگا؟ ان کی تواضع جس مشروب سے کی جائے گی اس میں کافور کی آمیزش ہوگی تاکہ وہ اس کی گرمی کو ختم کر کے ٹھنڈا کر دے۔ یہ کافور انتہائی لذیز ہوگا۔ دنیا کے کافور سے مختلف ہوگا۔

﴿عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا﴾

''ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پئیں گے وہ بہالے جائیں گے اس کو، خوب بہا کر لے جانا'' (6)

سوال: ﴿عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا﴾ ''ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پئیں گے وہ بہالے جائیں گے اس کو، خوب بہا کر لے جانا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا﴾ ''ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پئیں گے وہ بہالے جائیں گے اس کو، خوب بہا کر لے جانا'' یعنی اللہ کے بندے شراب پئیں گے اس کے ختم ہونے کا اندیشہ نہیں ہوگا۔ ہمیشہ جاری رہنے والا چشمہ ہوگا۔

(2) پانی اور شراب پینے کے لیے انہیں دریا پر جانا نہیں پڑے گا بلکہ ان کے محلات کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی۔ وہ جس طرف چاہیں گے نہریں نکال لیں گے کبھی باغات کی طرف، کبھی محلات کے اندرونی حصوں کی طرف لے جائیں گے۔

﴿يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا﴾

''جو اپنی نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس کی آفت بہت زیادہ پھیل جانے والی ہے'' (7)

سوال: ﴿يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا﴾ ''جو اپنی نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس کی آفت بہت زیادہ پھیل جانے والی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ﴾ ''جو اپنی نذر پوری کرتے ہیں'' نعمتوں سے کلام کا رخ نیک لوگوں کے افضل اعمال کی طرف موڑ دیا گیا۔ ان کے کاموں اور نعمتوں کی رغبت دلانے کے لیے۔ (ایسر التفاسیر:1707,1708)

(2) یعنی وہ دنیا میں اطاعت کے کام نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وصدقات اپنے رب کی قربت کے لیے انجام دیتے تھے اور نذروں اور معاہدوں کو اپنے اوپر لازم کر لیتے تھے۔

(3) نذر کسی پر واجب نہیں ہوتی الا یہ کہ کوئی ایسا کام خود اپنے آپ پر واجب کر لے۔ تو جو نذروں کو پورا کرتے رہے وہ فرائض کو بدرجہ اولیٰ پورا کرتے ہوں گے۔

(4) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نذر انسان کو کوئی ایسی چیز نہیں دیتی جو اس کے مقدر میں نہ ہو، البتہ اللہ تعالیٰ اس

کے ذریعے بخیل سے اس کا مال نکلواتا ہے اور اس طرح وہ چیزیں صدقہ کر دیتا ہے جس کی اس سے امید نہیں کی جا سکتی تھی۔ (بخاری:6694)

(5) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ مسجد حرام میں ایک رات کا اعتکاف کروں گا نبی ﷺ نے فرمایا کہ اپنی نذر پوری کرو۔ (بخاری:6697)

(6) سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے ایک نذر کے بارے میں پوچھا جو ان کی والدہ کے ذمہ باقی تھی اور ان کی موت نذر پوری کرنے سے پہلے ہو گئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کا فتویٰ دیا کہ وہ اپنی ماں کی طرف سے نذر پوری کر دیں چنانچہ بعد میں یہی طریقہ مسنون قرار پایا۔ (بخاری:6698)

(7) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صاحب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ میری بہن نے نذر مانی تھی کہ حج کریں گی لیکن اب ان کا انتقال ہو چکا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر ان پر کوئی قرض ہوتا کیا تم اسے ادا کرتے؟ انہوں نے عرض کی، ضرور ادا کرتے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پھر اللہ کا قرض بھی ادا کرو کیونکہ وہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کا قرض ادا کیا جائے۔ (بخاری:6699)

(8) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص کو کھڑے دیکھا۔ نبی ﷺ نے اس کے متعلق پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ یہ ابو اسرائیل نامی ہیں۔ انہوں نے نذر مانی ہے کہ کھڑے ہی رہیں گے، بیٹھیں گے نہیں، نہ کسی چیز کے سایہ میں بیٹھیں گے اور نہ کسی سے بات چیت کریں گے اور روزہ رکھیں گے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ان سے کہو کہ بات کریں، سایہ کے نیچے بیٹھیں اور اپنا روزہ پورا کر لیں۔ (بخاری:6704)

(9) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا نبی کریم ﷺ کعبہ کے پاس سے گزرے تو کعبہ کا ایک شخص اس طرح طواف کر رہا تھا کہ دوسرا شخص اس کے ناک میں رسی باندھ کر اس کے آگے سے اس کی راہ نمائی کر رہا تھا۔ نبی ﷺ نے وہ رسی اپنے ہاتھ سے کاٹ دی پھر حکم دیا کہ ہاتھ سے اس کی راہ نمائی کرو۔ (بخاری:6703)

(10) ''سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ معصیت میں نذر کا مکمل کرنا درست نہیں اور اس کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے۔'' (ابوداؤد:3290)

(11) ﴿ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ ''پھر چاہیے کہ وہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور اس قدیم گھر کا خوب طواف کریں۔'' (الحج:29)

(12) سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سب سے بہتر میرا زمانہ ہے، اس کے بعد ان کا جو اس کے قریب ہوں گے، اس کے بعد وہ جو اس کے قریب ہوں'' عمران نے بیان کیا کہ مجھے یاد نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے زمانے کے بعد دو کا ذکر کیا تھا یا تین کا۔ فرمایا: ''پھر ایک ایسی قوم آئے گی جو نذر مانے گی اور اسے پورا نہیں کرے گی خیانت کرے گی

اوران پر اعتماد نہیں رہے گا، وہ گواہی دینے کے لیے تیار رہیں گے جبکہ ان سے گواہی کے لیے کہا بھی نہیں جائے گا اوران میں موٹاپا عام ہوجائے گا۔'' (صحیح بخاری:6695)

(13)﴿وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا﴾''اوراس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس کی آفت بہت زیادہ پھیل جانے والی ہے'' نیک لوگوں کے اعمال کے پیچھے جو ذہن کام کرتا ہے اس کی وضاحت ہے کہ وہ اس دن کا خوف رکھتے تھے جس کی برائی ہمہ گیر ہے۔انہیں خوف تھا کہ اللہ کے سامنے حاضری کے وقت انہیں کوئی برائی نہ پہنچ جائے اس لیے انہوں نے ہر وہ راستہ چھوڑ دیا جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی تک پہنچانے والا تھا۔

(14)مستطیر (مادہ۔ط ی ر) بمعنی چارسو پھیلی ہوئی آفت۔پوری پوری فضا کو متاثر کرنے والی تکلیف اور مصیبت۔جس دن سورج بالکل زمین کے قریب لے آیا جائے گا اور حرارت اور گھبراہٹ کے مارے لوگوں کا برا حال ہوگا۔اس دن کے شر سے وہی لوگ محفوظ رہیں گے جو پہلے ہی اس دن کے شر سے ڈر کر اللہ کے فرمانبردار بن کر رہے ہوں گے۔(تیسیر القرآن:567/4)

﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا﴾

اور وہ باوجود اس (کھانے) کی محبت کے مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں'' (8)

سوال:﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا﴾''اور وہ باوجود اس (کھانے) کی محبت کے مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا﴾اور وہ باوجود اس (کھانے) کی محبت کے مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں'' جنت کی لذتیں ان کے لیے ہیں جو اپنا مال اللہ کی خوشی کے لیے اس کی محبت میں ضرورت مندوں پر لگاتے ہیں۔

(2)وہ مال کی محبت کے باوجود مستحق اور ضرورت مندوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔

(3)وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کو اپنے نفس کی محبت پر مقدم رکھتے ہیں اور مال کو اس کے راستے میں خرچ کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا:﴿وَآتَى الْمَالَ عَلَىٰ حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ﴾''اور مال دے اس کی محبت کے باوجود رشتے داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سوال کرنے والوں اور غلاموں کو چھڑانے میں اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور اپنے عہد کو پورا کرنے والے ہوں جب وہ عہد کریں اور تنگ دستی، تکلیف اور لڑائی کے وقت صبر کرنے والے ہوں، یہی لوگ ہیں جنہوں نے سچ کہا اور یہی متقی لوگ ہیں۔'' (البقرۃ:177)

(4) اللہ کے یہاں کسی کو نیکی کا اعلیٰ مقام نصیب نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنا محبوب مال اس کے راستے میں خرچ نہ کرے۔

(5) ابن منذر نے ابن جریر سے ﴿وَّاَسِيْرًا﴾ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ مسلمانوں میں سے کسی کو قید نہیں کیا کرتے تھے لیکن یہ آیت کافروں کے قیدیوں کے بارے نازل ہوئی ہے۔ کافر عذاب میں ان کو قید کر لیا کرتے تھے تو رسول اکرم ﷺ ان کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ (تفسیر ابن عباس:439/3) (تفسیر القرطبی:130/19)

(6) ﴿فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ (11) وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ (12) فَكُّ رَقَبَةٍ (13) اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ (14) يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ (15) اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ (16)﴾ ''سو وہ دشوار گزار گھاٹی میں داخل نہیں ہوا۔ اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کا چھڑانا۔ یا بھوک والے دن کھانا کھلانا۔ کسی رشتہ دار یتیم کو۔ یا خاک نشین محتاج کو۔'' (البلد:11،16)

(7) سیدنا حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ اندھے تھے اس لیے اپنے مصلیٰ سے دروازے تک ایک دھاگا باندھ رکھا تھا۔ جب کوئی مسکین آتا تو ٹوکری سے کچھ کھجوریں لے لیتے اور دھاگے کے سہارے سے دروازہ تک آ کر اس کو دے دیتے گھر کے لوگوں نے کہا ''ہم آپ کا یہ کام کر سکتے ہیں'' بولے ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ مسکین کو دینا بری جگہ پر گرنے سے محفوظ رکھتا ہے۔'' ایک دن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روزے سے تھیں اور گھر میں ایک روٹی کے سوا کچھ نہ تھا۔ اسی حالت میں ایک مسکین نے سوال کیا انہوں نے لونڈی سے کہا کہ ''وہ روٹی اس کو دے دو'' اس نے کہا ''افطار کس چیز سے کریں گی؟'' بولیں ''دے تو دو'' شام ہوئی تو کسی نے بکری کا گوشت بھجوا دیا، لونڈی کو بلا کر کہا ''لے کھا یہ تیری روٹی سے بہتر ہے۔'' (سیرۃ الصحابہ:186/5)

(9) سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیدیوں کو آزاد کراؤ، بھوکے کو کھانا کھلاؤ اور بیمار کی عیادت کرو۔'' (بخاری:3046)

(10) تندرستی اور حالت بخل کا صدقہ بڑی فضیلت والا ہے۔ جب تمہیں مال کی محبت، حرص اور حاجت ہو اس وقت کا صدقہ کرنا افضل ہے۔

(11) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس وقت مشرک ہی قیدی تھے۔ آپ ﷺ نے بدر کے قیدیوں کی خاطر داری کا حکم دیا تھا۔ انہیں مسلمان اپنے سے اچھا کھانا کھلاتے تھے۔ (مختصر ابن کثیر:2162/2) (12) اسیر سے مراد غلام بھی ہیں۔

(13) غلاموں، کمزوروں اور ماتحتوں کے ساتھ حسن سلوک کے لیے آپ ﷺ نے بہت نصیحتیں فرمائیں حتیٰ کہ جب آپ ﷺ دنیا سے کوچ کر رہے تھے۔ اس وقت آخری وصیت نماز اور غلاموں کا خیال رکھنے سے متعلق کی۔

﴿اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا﴾

''یقیناً ہم صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تمہیں کھلاتے ہیں اور نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ ہی شکریہ'' (9)

سوال: ﴿اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا﴾ ''یقیناً ہم صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تمہیں

کھلاتے ہیں اور نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ ہی شکریہ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ﴾''یقیناً ہم صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے تمہیں کھلاتے ہیں''یعنی ہم اللہ تعالیٰ کی رضا اور ثواب کے حصول کے لیے تمہارے ساتھ حسن معاملہ کر رہے ہیں۔

(2)﴿لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا﴾اور ہم نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ ہی شکریہ''ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں کوئی مالی جزا دو، نہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم لوگوں کے سامنے ہماری تعریفیں بیان کرو۔

(3)ابن جبیر کہتے ہیں:''اللہ کی قسم وہ اپنی زبان سے کچھ نہ کہتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دلی جذبہ کو دیکھ کر ان کی تعریف فرمائی تاکہ دوسروں میں بھی رغبت پیدا ہو۔'' (ابن کثیر)(اشرف الحواشی)

﴿اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا﴾

''بے شک ہم اپنے رب سے اس دن کا خوف رکھتے ہیں جو سخت منہ چڑھانے والا، تیوری چڑھانے والا ہوگا''(10)

سوال:﴿اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا﴾''بے شک ہم اپنے رب سے اس دن کا خوف رکھتے ہیں جو سخت منہ چڑھانے والا، تیوری چڑھانے والا ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا﴾''بے شک ہم اپنے رب سے اس دن کا خوف رکھتے ہیں جو سخت منہ چڑھانے والا، تیوری چڑھانے والا ہوگا''یعنی ہم آپ کے ساتھ حسن سلوک صرف اس لیے کرتے ہیں کہ نہایت سخت اور شر والے دن اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے اور ہمارے ساتھ رحم و کرم کا معاملہ فرمائے۔

(2)﴿قَمْطَرِيْرًا﴾''تیوری چڑھانے والا ہوگا''اس دن جو نہایت تنگ، سخت پریشان کن ہوگا۔

(3)سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے: اے عائشہ! قیامت کے دن سب لوگ ننگے پاؤں، ننگے بدن، بغیر ختنہ کے جمع کیے جائیں گے۔''میں نے عرض کی، اے اللہ کے رسول! مرد اور عورت ایک ساتھ ہوں گے تو کیا وہ ایک دوسرے کو دیکھیں گے نہیں؟ آپ نے فرمایا:''اے عائشہ! (اس دن) ایسی مصیبت طاری ہوگی کہ کوئی کسی کو نہیں دیکھے گا۔'' (مسلم:7198)(4)اس دن کافروں کے چہرے سے سخت پریشانی ٹپکے گی۔ دہشت، خوف، تلخی اور سخت پریشانی ہوگی۔

﴿فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا﴾

''چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُس دن کی مصیبت سے اُنہیں بچایا اور اُنہیں تازگی اور خوشی عطا فرمائی ہے''(11)

سوال:﴿فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا﴾''چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُس دن کی مصیبت سے اُنہیں بچایا

اور اُنہیں تازگی اور خوشی عطا فرمائی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ﴾ ''چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُس دن کی مصیبت سے اُنہیں بچایا'' اللہ تعالیٰ انہیں اس دن کی گھبراہٹ سے اور اس کی برائی سے بچالیں گے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۭ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾ ''اُنہیں بڑی گھبراہٹ غمگین نہ کرے گی اور فرشتے اُن کے استقبال کو آئیں گے۔ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔'' (الانبیاء:103)

(2)﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ﴾ ''جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اُس کے لیے اس سے بہتر ہے، اور وہ اُس دن گھبراہٹ سے امن میں ہوں گے۔'' (النمل:89)

(3)﴿وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا﴾ ''اور اُنہیں تازگی اور خوشی عطا فرمائی ہے'' پس انھیں وہ عظیم گھبراہٹ غم زدہ نہیں کرے گی اور فرشتے ان کا استقبال کرتے ہوئے کہیں گے: ''یہ وہ دن ہے جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا۔'' (تفسیر سعدی:2885/3)

(4) حسن کا قول ہے کہ چہروں پر تازگی ہوگی اور دلوں میں سرور ہوگا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ (٢٢) اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (٢٣)﴾ ''بعض چہرے اُس دن تروتازہ ہوں گے۔ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے۔'' (القیامہ:22,23)

(5)﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ (٣٨) ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ (٣٩)﴾ ''کچھ چہرے اُس دن چمکنے والے ہوں گے۔ مسکراتے ہوئے، ہشاش بشاش۔'' (عبس:38,39) (6) اللہ تعالیٰ ان کے لیے ظاہری اور باطنی نعمتیں اکٹھی کردے گا۔

﴿وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا﴾

''اور اس کی وجہ سے جو انہوں نے صبر کیا بدلے میں اُنہیں جنت اور ریشم دیا'' (12)

سوال:﴿وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا﴾ ''اور اس کی وجہ سے جو انہوں نے صبر کیا بدلے میں اُنہیں جنت اور ریشم دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا﴾ ''اور اس کی وجہ سے جو انہوں نے صبر کیا'' اللہ تعالیٰ انہیں صبر کی وجہ سے جنت اور اس کی نعمتیں عطا فرمائیں گے۔

(2) یعنی ان کی جزا اس سبب سے ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر کیا اور استطاعت بھر نیک عمل کیے اور اس سبب سے کہ انہوں نے برائیوں سے اجتناب پر صبر کیا اور ان کو چھوڑ دیا اور اس سبب سے بھی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تکلیف دہ قضاوقدر پر صبر کیا اور اس ناراضی کا اظہار نہیں کیا۔ (تفسیر سعدی:2885/3)

(3) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے صبر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: صبر چار چیزوں کا نام ہے۔ ان میں سے پہلا صبر صدمے کے پہلے موقع پر ہے اور فرائض کی ادائیگی پر صبر اور اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ امور سے اجتناب پر صبر اور مصائب پر صبر۔ (تفسیر قرطبی: 136/19)

(4) ﴿جَنَّةً﴾ ''جنت'' یعنی وہ اعلیٰ مقام ہے جہاں ہر قسم کی نعمتیں، سلامتی اور عافیت ہوگی۔

(5) ﴿وَّحَرِيْرًا﴾ ''اور ریشم'' ریشم ان کا ظاہری لباس ہوگا جو ان کے حالات پر دلالت کرتا ہے۔

(6) رب العزت نے اہل جنت کے لباس کے بارے میں فرمایا: ﴿وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ﴾ ''اور اس میں ان کا لباس ریشم ہوگا۔'' (الحج: 23)

﴿مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا﴾

''وہاں وہ تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے، نہ اُس میں وہ شدید دھوپ دیکھیں گے اور نہ ہی یخ سردی'' (13)

سوال: ﴿مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا﴾ ''وہاں وہ تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے، نہ اُس میں وہ شدید دھوپ دیکھیں گے اور نہ ہی یخ سردی'' اہل جنت کی نشست اور جنت کا موسم کیسا ہوگا اس آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) اہل جنت کے گھروں ان کے مشروبات، خدمت گاروں اور ان کے لباس اور سدا بہار نعمتوں کے بارے میں اس آیت اور اگلی آیت میں ذکر ہے۔

(2) ﴿مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ﴾ ''وہاں وہ تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے'' جنت کی نشست کیسی ہوگی؟ اہل جنت ایسے تختوں پر بیٹھیں گے جن پر سجاوٹ والے کپڑے بچھائے جائیں گے۔

(3) ﴿لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا﴾ ''نہ اُس میں وہ شدید دھوپ دیکھیں گے اور نہ ہی یخ سردی'' جنت کا موسم ہمیشہ خوشگوار رہے گا۔ سدا بہار موسم نہ پریشان کن گرمی، نہ تکلیف دہ سردی۔

(4) ﴿شمس﴾ سے مراد دھوپ کی ایسی حدت ہے جو جسم کو ناگوار گزرتی ہے اور ﴿زَمْهَرِيْرًا﴾ سے مراد شدت کی سردی ہے۔ جنت کا موسم دونوں انتہاؤں سے پاک ہوگا۔

﴿وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا﴾

''اور جنت کے سائے اُن پر جھکے ہوں گے۔ اور اُس کے خوشے اُن کے بالکل تابع کر دیے جائیں گے، خوب تابع کیا جانا'' (14)

سوال: ﴿وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا﴾ ''اور جنت کے سائے اُن پر جھکے ہوں گے۔ اور اُس کے

خوشے اُن کے بالکل تابع کردیے جائیں گے، خوب تابع کیا جانا" جنت کے پھل کیسے ہوں گے اس آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟
جواب: (1)﴿وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا﴾ "اور جنت کے سائے اُن پر جھکے ہوں گے" جنت کے پھل کیسے ہوں گے؟ جنتی درختوں کی شاخیں لدی پھدی اور جھکی ہوئی ہوں گی۔ جب کبھی جنتی ان میں سے کوئی پھل توڑنا چاہیں گے وہ ان کے سامنے جھک جائیں گی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَاۗىِٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ۭ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ (۵۴) فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ "وہ مسندوں پر تکیہ لگائے ہوں گے جن کے اَستر موٹے ریشم کے ہوں گے اور دونوں باغوں کے تروتازہ پھل بالکل ہی قریب ہوں گے۔ تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟" (الرحمن:54،55)
(2)﴿وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا﴾ "اور اُس کے خوشے اُن کے بالکل تابع کردیے جائیں گے، خوب تابع کیا جانا" جنت کے پھل چاہنے والوں کے قریب کردیئے جائیں گے۔ وہ کھڑے ہوئے، بیٹھے ہوئے، حتیٰ کہ لیٹے ہوئے بھی انہیں حاصل کرسکیں گے۔

﴿وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا﴾

"اور اُن پر چاندی کے برتن اور پیالے پھرائے جائیں گے جو شیشے کے ہوں گے" (15)

سوال: ﴿وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا﴾ "اور اُن پر چاندی کے برتن اور پیالے پھرائے جائیں گے جو شیشے کے ہوں گے" اہل جنت کے برتن کیسے ہوں گے اس آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟
جواب: (1)﴿وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ﴾ "اور اُن پر چاندی کے برتن پھرائے جائیں گے" اہل جنت کے برتن ایسی چاندی کے ہوں گے جو شیشے کی طرح شفاف ہوگی۔
(2)﴿وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا﴾ "اور پیالے جو شیشے کے ہوں گے" یعنی ایسے گلاس ہوں گے جو شیشے کی طرح چمکتے ہوں گے کہ ان کے اندر کی چیز باہر سے صاف نظر آئے گا۔ ان چاندی کے بلوری گلاسوں کی دنیا میں کوئی مثال نہیں۔

﴿قَوَارِيْرَا۟ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا﴾

"شیشہ بھی چاندی سے بنا ہوگا، انہوں نے اس کا اندازہ رکھا ہے، خوب اندازہ رکھنا" (16)

سوال: ﴿قَوَارِيْرَا۟ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا﴾ "شیشہ بھی چاندی سے بنا ہوگا، انہوں نے اس کا اندازہ رکھا ہے، خوب اندازہ رکھنا" کی وضاحت کریں؟
جواب: (1)﴿قَوَارِيْرَا۟ مِنْ فِضَّةٍ﴾ "شیشہ بھی چاندی سے بنا ہوگا" یعنی شیشہ اپنی چمک، صفائی اور سفیدی میں چاندی کی طرح ہوگا اور اس کا رنگ چاندی جیسا ہوگا۔ (فتح القدیر:5/430)

(2)﴿قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا﴾ ”انہوں نے اس کا اندازہ رکھا ہے، خوب اندازہ رکھنا“ اہل جنت کے برتن ایسے حجم اور مقدار میں آئیں گے جس کا اندازہ انہوں نے اپنے دلوں میں کیا ہوگا۔

﴿وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا﴾

”اور اُنہیں جنت میں ایسے جام پلائے جائیں گے جن میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی“ (17)

سوال:﴿وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا﴾ ”اور اُنہیں جنت میں ایسے جام پلائے جائیں گے جن میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی“ جنت کے مشروبات کی وضاحت اس آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا﴾ ”اور اُنہیں جنت میں ایسے جام پلائے جائیں گے“ اہل جنت کو چاندی کے بلوریں اور نایاب گلاسوں میں پرکیف اور پاکیزہ شراب پلائی جائے گی۔

(2)﴿كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا﴾ ”جن میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی“ زَنْجَبِيْل سُونٹھ اور خشک اَدرک کو کہتے ہیں۔اس کی آمیزش سے تلخی پیدا ہوتی ہے جو خوشگوار ہوتی ہے۔جنت کی شراب میں زنجبیل کی آمیزش کی جائے گی جس سے اس کا ذائقہ اور خوشبو دونوں خوشگوار ہو جائیں گے۔

﴿عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا﴾

”اُس میں ایک چشمہ ہے جس کا نام سلسبیل رکھا گیا ہے“ (18)

سوال:﴿عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا﴾ ”اُس میں ایک چشمہ ہے جس کا نام سلسبیل رکھا گیا ہے“ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا﴾ ”اُس میں ایک چشمہ ہے جس کا نام سلسبیل رکھا گیا ہے“ زنجبیل جنت کی ایک نہر ہے جس کو سلسبیل بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ بڑی تیز چلتی ہے اور اس کی روانگی قائم رہتی ہے جس کی شراب ہلکی اور زود ہضم ہے۔(مختصر ابن کثیر:2/2164)

(2) اس کو یہ نام اس کے آسانی کے ساتھ حاصل ہونے، اس کی لذت اور اس کی خوبصورتی کی وجہ سے دیا گیا ہے۔(تفسیر سعدی:3/2886)

﴿وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا﴾

”اور اُن کے آس پاس کمسن لڑکے آتے جاتے ہوں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہنے والے ہوں گے، جب آپ اُنہیں دیکھیں گے تو سمجھیں گے کہ بکھرے ہوئے موتی ہیں“ (19)

سوال:﴿وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا﴾ ”اور اُن کے آس پاس کمسن لڑکے آتے جاتے ہوں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہنے والے ہوں گے، جب آپ اُنہیں دیکھیں گے تو سمجھیں گے کہ بکھرے ہوئے

موتی ہیں'' اہل جنت کے خدمت گار اور غلام کیسے ہوں گے اس آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ﴾ ''اور اُن کے آس پاس کمسن لڑکے آتے جاتے ہوں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہنے والے ہوں گے'' اہل جنت کے خدمت گار، جنتی بچے ان کی خدمت کے لیے آتے جاتے ہوں گے۔ وہ ہمیشہ ایک ہی عمر پر رہیں گے یعنی کمسن اور نوخیز۔ ان کا حسن وجمال اور خوب صورتی برقرار رہے گی۔

(2)﴿إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنثُورًا﴾ ''جب آپ اُنہیں دیکھیں گے تو سمجھیں گے کہ بکھرے ہوئے موتی ہیں'' اہل جنت کے غلام بیش قیمت لباس میں ان کی خدمت کے لیے مقرر کیے جائیں گے۔ ان کو دیکھ کر یوں لگے گا جیسے جنت میں سفید تروتازہ بکھرے ہوئے موتی ہیں۔ اس سے خوب صورت مثال ناممکن ہے۔ حسین وجمیل، ظاہری اور باطنی اوصاف سے آراستہ اہل جنت کی خدمت میں منتشر جیسے کسی نے تروتازہ خوب صورت موتی مزین فرش پر بکھیر دیے ہوں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ﴾ ''اور اُن کے لیے نوعمر غلام پھر رہے ہوں گے گویا وہ چھپا کر رکھے موتی ہوں۔'' (الطور:24)

(3) یہ اہل جنت کی لذتوں کی تکمیل ہے کہ خدمت گاروں کا نظارہ بھی دل خوش کردے۔

(4) خدمت گار اہل جنت کی آرام گاہوں میں وہ چیزیں لے کر آئیں گے جن کو وہ طلب کریں گے۔

﴿وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا﴾

''اور جب آپ دیکھیں گے تو وہاں بڑی نعمت اور عظیم بادشاہت آپ دیکھیں گے'' (20)

سوال: ﴿وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا﴾ ''اور جب آپ دیکھیں گے تو وہاں بڑی نعمت اور عظیم بادشاہت آپ دیکھیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ﴾ ''اور جب آپ دیکھیں گے تو وہاں'' یعنی جب آپ اہل جنت کو جنت کی سدا بہار اور باکمال نعمتوں میں دیکھیں گے۔

(2)﴿رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا﴾ ''تو وہاں بڑی نعمت اور عظیم بادشاہت آپ دیکھیں گے'' یعنی آپ کو جنت کا گوشہ گوشہ نعمتوں، راحت، سرور اور نور سے معمور نظر آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور شان وشوکت نظر آئے گی۔

(3) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب سے پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا ان کی صورت چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہوگی اور جو ان کے بعد داخل ہوں گے وہ بہت روشن ستارے کی طرح ہوں گے، ان سب کے دل (بوجہ باہمی محبت کے) مثل ایک شخص کے دل کے ہوں گے نہ ان میں اختلاف ہوگا اور نہ دشمنی، ان میں سے ہر ایک کے لیے ایسی حسین وجمیل اور

نازک مزاج دو، دو بیویاں ہوں گی، جن کی پنڈلیوں کا گودا گوشت کے اندر سے دکھائی دے گا، وہ صبح وشام اللہ کی پاکی بیان کریں گے نہ کبھی بیمار ہوں گے نہ ان کی ناک میں کوئی آلائش آئے گی، نہ تھوکیں گے۔ ان کے برتن سونے اور چاندی کے اور کنگھے سونے کے ہوں گے اور ان کی انگیٹھیوں کا ایندھن الوہ کا ہوگا' اور ان کا پسینہ مشک جیسا ہوگا۔'' (بخاری:3246)

(4) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ سب سے آخر میں جو آدمی جہنم سے نکالا جائے گا اور جنت میں بھیجا جائے گا، اس سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا:'' جا جنت میں داخل ہوجا، میں نے تجھے جنت میں وہ دیا جو مثل دنیا کے ہے، بلکہ اس سے بھی دس گناہ زیادہ۔'' (بخاری:6571)

(5) جنت کے باغات، مشروبات، خدمت گار، ماحول عیش، رب کائنات کے خطاب کا سماع، اس کے قرب کی لذت، اس کے اقتدار کی قوت کو ظاہر کرتی ہے۔ وہی بادشاہ ہے جس کے خزانے کبھی ختم ہونے والے نہیں ہیں۔

﴿عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۫ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا﴾

''اُن پر سبز باریک اور دبیز ریشم کے کپڑے ہوں گے اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور اُن کا رب اُنہیں پاکیزہ شراب پلائے گا'' (21)

سوال: ﴿عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۫ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا﴾ ''اُن پر سبز باریک اور دبیز ریشم کے کپڑے ہوں گے اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور اُن کا رب اُنہیں پاکیزہ شراب پلائے گا'' نیک لوگوں کا لباس اور زیورات اور ان کی تواضع کیسے ہوگی۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ﴾ ''اُن پر سبز باریک اور دبیز ریشم کے کپڑے ہوں گے'' یعنی ان کو باریک اور دبیز ریشم کے سبز لباس پہنائے جائیں گے۔ سندس موٹے اور دبیز ریشمی کپڑے کو کہتے ہیں اور استبرق باریک ریشمی کپڑے کو کہتے ہیں۔

(2) ﴿وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ﴾ ''اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے'' مردوں اور عورتوں کو ان کے ہاتھوں میں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے، یہ وعدہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے کیونکہ اپنے قول اور اپنی بات میں اس سے بڑھ کر کوئی سچا نہیں۔ (تفسیر سعدی:2887/3) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ﴾ ''ہمیشہ کی جنتیں جن میں وہ داخل ہوں گے، ان میں انہیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور ان میں اُن کا لباس ریشم ہوگا۔'' (فاطر:33)

(3)﴿اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۭ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ﴾ ”یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں، اُنہیں اللہ تعالیٰ جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں وہاں انہیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور اس میں ان کا لباس ریشم ہوگا۔“ (الحج:23)

(4)﴿وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا﴾ ”اور اُن کا رب اُنہیں پاکیزہ شراب پلائے گا“ جسمانی سرور جو لباس فاخرہ اور زیورات سے ملے گا، اس کے ساتھ ساتھ ان کا رب انہیں کیف اور سرور والی خوش ذائقہ، پاکیزہ شراب پلائے گا، وہ شراب خود بھی پاک ہوگی اور پینے والوں کو بھی پاک کردے گی۔ پیٹ کی آلائشوں سے بھی اور حسد، کینے، غصے اور دوسرے برے اخلاق سے پاک کردے گی۔

﴿اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاۗءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا﴾

”بلاشبہ یہی تمہارے لیے ہمیشہ کا بدلہ ہے اور تمہاری کوشش ہمیشہ کے لیے قابلِ قدر ہے“ (22)

سوال: ﴿اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاۗءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا﴾ ”بلاشبہ یہی تمہارے لیے ہمیشہ کا بدلہ ہے اور تمہاری کوشش ہمیشہ کے لیے قابلِ قدر ہے“ اہل جنت کی حوصلہ فزائی اور عزت وتوقیر کیسے کی جائے گی، وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاۗءً﴾ ”بلاشبہ یہی تمہارے لیے ہمیشہ کا بدلہ ہے“ یعنی یہ جنت تمہارے ایمان اور تقویٰ کی وجہ سے تمہیں دی گئی ہے۔ (2) اہل جنت کی عزت واکرام کے لیے احسان کے طور پر کہا جائے گا کہ یہ تمہارے اعمال کا صلہ ہے۔

(3)﴿وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا﴾ ”اور تمہاری کوشش ہمیشہ کے لیے قابلِ قدر ہے“ یعنی تم نے دنیا میں جو اعمال کیے وہ قبول ہوگئے۔

(4) سیدنا قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تھوڑے اعمال کی بھی قدردانی کی ہے۔ (البحر المحیط:369/10)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۣ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَاۗءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۭ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ”اور ہم ان کے سینوں سے ہر قسم کا کینہ نکال دیں گے، اُن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ کہیں گے: ”(الحمد اللہ) سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہمیں اللہ تعالیٰ ہی نے اس کے لئے ہدایت دی اور اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی بھی ہدایت نہ پاتے، بلاشبہ یقیناً ہمارے رب کے رسول یقیناً حق ہی لائے تھے“ اور وہ پکارے جائیں گے: ”یہ جنت کہ جس کے تم وارث بنائے گئے ہو، اس کا بدلہ ہے جو تم عمل کرتے تھے۔“ (الاعراف:43)

(6)﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْۗئًۢا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ﴾ ”مزے سے کھاؤ پیو اپنے ان اعمال کے بدلے میں جو تم نے گزرے دنوں میں آگے بھیجے تھے۔“ (الحاقۃ:24)

رکوع نمبر 20

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِیْلًا﴾

''یقیناً ہم ہی نے آپ پر قرآن اُتارا ہے، تھوڑا تھوڑا کر کے اُتارنا'' (23)

سوال: ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِیْلًا﴾ ''یقیناً ہم ہی نے آپ پر قرآن اُتارا ہے، تھوڑا تھوڑا کر کے اُتارنا'' اہل جنت کی نعمتوں کے بعد جنت تک لے جانے والے قرآن کی نعمت کا ذکر فرمایا، وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِیْلًا﴾ ''یقیناً ہم ہی نے آپ پر قرآن اُتارا ہے، تھوڑا تھوڑا کر کے اُتارنا'' اللہ رب العزت نے اپنا خاص احسان یاد دلایا ہے کہ یہ قرآن آہستہ آہستہ آپ ﷺ پر نازل کیا گیا ہے۔ اس میں وعدے اور وعیدیں ہیں جن کی انسانوں کو ضرورت ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ ہے جس کی وجہ سے یکبارگی قرآن نازل نہیں کیا گیا بلکہ وقت اور حالات کی ضرورت کے مطابق تھوڑا تھوڑا نازل کیا گیا۔ (3) قرآن نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ اور ان کی امت کو معزز بنایا۔

﴿فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا﴾

''چنانچہ اپنے رب کے فیصلے تک صبر کرو، اور اُن میں سے کسی گناہ گار یا ناشکرے کی بات نہ مانو'' (24)

سوال: ﴿فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا﴾ ''چنانچہ اپنے رب کے فیصلے تک صبر کرو، اور اُن میں سے کسی گناہ گار یا ناشکرے کی بات نہ مانو'' قرآن عظیم کے احکامات پر عمل کرنے کے لیے صبر و ثبات کا حکم دیا گیا، وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ﴾ ''چنانچہ اپنے رب کے فیصلے تک صبر کرو'' یعنی اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر ثابت قدم رہیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم لوگوں تک پہنچاتے رہیں۔

(2) ﴿وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا﴾ ''اور اُن میں سے کسی گناہ گار یا ناشکرے کی بات نہ مانو'' کافر یا منافق آپ کو روکنا چاہیں تو ان کی بات کو نہ مانیں اور اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے رہیں۔

(3) ﴿وَلَا تُطِعْ﴾ معاندین حق کی اطاعت نہ کیجئے جو چاہتے ہیں کہ آپ کو راہ حق سے روک دیں۔ یعنی جو گناہ اور معصیت کا ارتکاب کرنے والا ہے اور نہ (اطاعت کریں) ﴿كَفُوْرًا﴾ کیونکہ کفار، فجور اور فسق کی اطاعت حتمی طور پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے کیونکہ یہ لوگ صرف اسی چیز کا حکم دیتے ہیں جسے ان کے نفس پسند کرتے ہیں۔ (سعدی: 2887,2888/3)

﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾

''اور اپنے رب کا نام صبح وشام یاد کرو'' (25)

سوال:﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾ ''اور اپنے رب کا نام صبح وشام یاد کرو'' اللہ تعالیٰ کے حکم پر صبر کرنے کے لیے ذکر اور پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، وضاحت کریں؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہنے اور ذکر کی کثرت کے لیے صبر مدگار ثابت ہوتا ہے اس لیے فرمایا:﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾ ''اور اپنے رب کا نام صبح وشام یاد کرو'' یعنی صبح وشام اپنے رب کا نام لیتے رہو اور صبح کی نماز اور ظہر، عصر، مغرب کی نماز اس کی رضامندی کے لیے ادا کریں۔(2) عشاء کی نماز کے علاوہ رات سونے کے بعد دوبارہ اٹھ کر تہجد پڑھیں۔

(3) اس میں فرض، نوافل، ذکر، تسبیح، تہلیل، تکبیر سب آجاتے ہیں۔

(4) ''بکرہ'' سے مراد پہلے پہر یا صبح کی نماز ہے اور ''اصیلا'' زوال آفتاب سے غروب آفتاب کے وقت کو کہتے ہیں یہ ظہر اور عصر کی نمازیں ہوئیں۔ اور اس سے اگلی آیت میں رات سے مراد شام اور عشاء کی نمازیں ہیں۔ اور ''لیلا طویلا'' سے مراد تہجد کی نماز ہے جو آپ ﷺ پر فرض تھی۔ (تیسیر القرآن:4/572)

﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا﴾

''اور رات کے کچھ حصے میں اُس کے لیے سجدہ کرو اور لمبی رات تک اُس کی تسبیح کیا کرو'' (26)

سوال:﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا﴾ ''اور رات کے کچھ حصے میں اُس کے لیے سجدہ کرو اور لمبی رات تک اُس کی تسبیح کیا کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ﴾ ''اور رات کے کچھ حصے میں اُس کے لیے سجدہ کرو'' یعنی مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھو۔ (ایسر التفاسیر:1710)

(2)﴿وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا﴾ ''اور لمبی رات تک اُس کی تسبیح کیا کرو'' یعنی رات کو رب کا کثرت سے ذکر کریں اور کثرت سے سجدے کریں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ (1) قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا (2) نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا (3) اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا (4)﴾ ''اے چادر اوڑھنے والے! رات کو قیام کرو مگر کم۔ آدھی رات یا اُس سے تھوڑا کم کرلو۔ یا اُس پر کچھ اضافہ کرلو اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔'' (المزمل:1-4)

(3)﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ ''اور رات کے کچھ حصے میں پھر اس کے

ساتھ بے دار رہیں یہ آپ کے لیے زائد عبادت ہے، قریب ہے آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز کر دے۔'' (بنی اسرائیل:79)

(4) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ رات کی نماز میں اتنا طویل قیام کرتے کہ آپ کے قدم پھٹ جاتے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ اتنی زیادہ مشقت کیوں اٹھاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے تو آپ کی اگلی پچھلی خطائیں معاف کر دی ہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا پھر میں شکر گزار بندہ بننا پسند نہ کروں؟ عمر کے آخری حصہ میں (جب طویل قیام دشوار ہو گیا تو) آپ ﷺ بیٹھ کر رات کی نماز پڑھتے اور جب رکوع کا وقت آتا تو کھڑے ہو جاتے (اور تقریباً تیس یا چالیس آیتیں اور پڑھتے) پھر رکوع کرتے۔ (بخاری:4837)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''رمضان کے بعد سب سے افضل روزے اللہ کے مہینے محرم کے ہیں اور فرض نماز کے بعد سب سے افضل رات کی نماز ہے۔'' (مسلم:2755)

(6) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''صرف دو آدمی ہی قابل رشک ہیں، ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن دیا (اسے حفظ کرنے کی توفیق دی) اور وہ اس کے ساتھ دن اور رات کے اوقات میں قیام کرتا ہے اور دوسرا وہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا اور وہ اسے دن اور رات کے اوقات میں (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتا ہے۔'' (مسلم:1894)

﴿اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا﴾

''بے شک یہ لوگ جلدی ملنے والی چیز سے محبت رکھتے ہیں اور ایک بھاری دن کو اپنے پیچھے چھوڑے دیتے ہیں'' (27)

سوال: ﴿اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا﴾ ''بے شک یہ لوگ جلدی ملنے والی چیز سے محبت رکھتے ہیں اور ایک بھاری دن کو اپنے پیچھے چھوڑے دیتے ہیں'' دنیا سے محبت کرنے والوں کی ترجیحات کی غلطی کو کیسے واضح کیا گیا ہے، بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ﴾ ''بے شک یہ لوگ'' یعنی وہ لوگ جنہوں نے نبی ﷺ کو اور اللہ تعالیٰ کے کلام کو جھٹلا دیا جب کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی آیات کھول کھول کر بیان کی گئیں۔ انہیں ترغیبات دی گئیں، انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا گیا پھر بھی ان کی ترجیحات نہیں بدلیں۔

(2) ﴿يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ﴾ ''جلدی ملنے والی چیز سے محبت رکھتے ہیں'' وہ دنیا ہی سے محبت کرتے ہیں، دنیا کے قیدی اسی پر مطمئن رہتے ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا﴾ ''بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔'' (الاعلیٰ:16)

(3) ﴿وَيَذَرُوْنَ﴾ ''اور چھوڑے دیتے ہیں'' یعنی عمل کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔

(4) ﴿وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا﴾ ''ایک بھاری دن کو اپنے پیچھے'' یعنی آگے جو قیامت کا دن آنے والا ہے جو بڑا بھاری دن ہے، جس کی مقدار ہمارے حساب سے پچاس ہزار سال ہے، اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔

(5) دنیا میں الجھ کر آخرت کو چھوڑ دینا عقل مندی نہیں ہے۔ دنیا کی محبت تو ہر خطا کی بنیاد ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿اِزْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللهُ، وَازْهَدْ فِيمَا عِنْدَ النَّاسِ يُحِبَّكَ النَّاسُ﴾ دنیا سے بے رغبتی اختیار کرو تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے بے رغبتی اختیار کرو گے تو لوگ تم سے محبت کریں گے۔ (ابن ماجہ)

﴿نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا﴾

''ہم ہی نے اُنہیں پیدا کیا ہے اور ہم ہی نے اُن کے جوڑ بند مضبوط باندھے ہیں اور ہم جب چاہیں گے بدل کر ان جیسے لوگ لے آئیں گے، بدل کر لانا'' (28)

سوال: ﴿نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا﴾ ''ہم ہی نے اُنہیں پیدا کیا ہے اور ہم ہی نے اُن کے جوڑ بند مضبوط باندھے ہیں اور ہم جب چاہیں گے بدل کر ان جیسے لوگ لے آئیں گے، بدل کر لانا'' موجودہ زندگی موت کے بعد کی زندگی کی دلیل ہے اس آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ رب العزت نے موت کے بعد کی زندگی پر تخلیق کی ابتداء سے عقلی دلیل دی ہے ﴿نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ﴾ ''ہم ہی نے اُنہیں پیدا کیا ہے'' یعنی ہم انسان کے خالق ہیں اسے عدم سے وجود میں لائے ہیں۔

(2) ﴿وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ﴾ ''اور ہم ہی نے اُن کے جوڑ بند مضبوط باندھے ہیں'' یعنی ہم نے اس کی تخلیق کو تکمیل تک پہنچایا۔ اس کے ظاہری اور باطنی اعضاء، اس کے اعصاب، رگیں، پٹھے، اس کے پورے جسم کو مکمل کیا اب وہ جو چاہے کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔

(3) ﴿وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا﴾ ''اور ہم جب چاہیں گے بدل کر ان جیسے لوگ لے آئیں گے، بدل کر لانا'' جب ہم اس حالت میں وجود میں لائے ہیں تو موت کے بعد دوبارہ جزا سزا دینے کے لیے زندہ کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔

(4) ہم نے انہیں قیامت کے بعد دوبارہ اٹھنے کے لیے پیدا کیا ہے تا کہ انہیں ان کے اعمال کی جزا و سزا دی جائے۔

(5) جس ہستی نے دنیا میں مختلف مراحل سے گزارا ہے اس کی شان کے لائق نہیں کہ انہیں بے کار چھوڑ دے۔

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي ذٰلِكَ قَدِيْرًا﴾ ''اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اے لوگو! اور دوسروں کو لے آئے اور اللہ تعالیٰ اس پر ہمیشہ سے پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔'' (النساء: 133)

(7) ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ (19) وَّمَا ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ (20)﴾ ''کیا آپ نے دیکھا نہیں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو بلاشبہ حق کے ساتھ پیدا کیا ہے؟ اگر وہ چاہے تو تم لوگوں کو لے جائے اور ایک نئی مخلوق لے آئے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ پر بالکل بھی دشوار نہیں ہے۔'' (ابراہیم: 19،20)

﴿اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا﴾

''بلاشبہ یہ تو ایک نصیحت ہے تو جو چاہے اپنے رب کی طرف (جانے والا) راستہ بنالے''(29)

سوال: ﴿اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا﴾ ''بلاشبہ یہ تو ایک نصیحت ہے تو جو چاہے اپنے رب کی طرف (جانے والا) راستہ بنالے'' قرآن نصیحت ہے اس کا راستہ اختیار کرنے کی دعوت دی گئی ہے، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ﴾ ''بلاشبہ یہ تو ایک نصیحت ہے'' یعنی یہ قرآن ایک ایسی نصیحت ہے جس سے ایمان لانے والا فائدہ اٹھاتا ہے۔

(2) قرآن میں ترغیب اور ترہیب ہے جو اس کے راستے پر چلے اس کے لیے ترغیب اور جو قرآن کے بتائے ہوئے راستے سے بھاگے اس کے لیے ترہیب ہے۔

(3) ﴿فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا﴾ ''تو جو چاہے اپنے رب کی طرف (جانے والا) راستہ بنالے'' قرآن کا راستہ رب تک پہنچاتا ہے، قرآن مجید کے ذریعے رب العزت نے واضح فرمادیا ہے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا، ہدایت کیا ہے اور گمراہی کیا ہے۔ اب جو چاہے یہ راستہ اختیار کرلے۔ (4) اللہ تعالیٰ کی طرف جانے والا راستہ ہی صراط مستقیم ہے۔ (اضواء البیان: 398/8)

﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾

''اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے''(30)

سوال: ﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾ ''اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' ہدایت اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے اس آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ﴾ ''اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے'' یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلنے، اس کی اطاعت کے لیے آپ کا اختیار کیا ہے اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہے۔

(2) ہدایت اور ایمان پر کوئی قدرت نہیں رکھتا جب تک اللہ تعالیٰ نہ چاہے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کون ہدایت کا مستحق ہے۔ حق رکھنے والے کے لیے وہ راہیں آسان فرمادیتا ہے۔

(3) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے: تمام بنی آدم کے دل رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ایک دل کی طرح ہیں، جسے چاہتا ہے اسے پھیر دیتا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: ”اے اللہ! دلوں کے پھیرنے والے، ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر دے۔“ (مسلم:6750)

(4) ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾ ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے“ اللہ تعالیٰ حکیم ہے ہدایت پانے والے کی ہدایت اور گمراہ کی گمراہی میں اس کی حکمت پوشیدہ ہے۔ وہ اپنے علم کلی سے ہدایت اور گمراہی کا فیصلہ کرتا ہے۔

﴿يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾

”وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے اور ظالموں کے لیے اُس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے“ (31)

سوال: ﴿يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ ”وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے اور ظالموں کے لیے اُس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے“ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ﴾ ”وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے“ یعنی اپنی مشیت سے جس کے لیے چاہتا ہے سعادت کے اسباب فراہم کرتا ہے اور اسے سعادت کے راستوں پر چلنے کی توفیق دیتا ہے اور اپنی عنایات سے خاص کرتا ہے۔

(2) ﴿وَالظّٰلِمِيْنَ﴾ ”اور ظالموں کے لیے“ یعنی وہ لوگ جنہوں نے ہدایت کی بجائے بدبختی کو پسند کیا۔

(3) ﴿اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ ”اُس نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے“ ان کے ظلم اور زیادتی کی وجہ سے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اٰیاتها ۵۰ | ۷۷ سُوْرَةُ الْمُرْسَلٰتِ مَكِّيَّةٌ ۳۳ | رکوعاتها ۲

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس کے کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے۔ اس کے 2 رکوع اور 50 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 72 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس کا نمبر 33 ہے۔

سوال 3: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: (1) نبی ﷺ نے مغرب کی نماز میں سورۃ المرسلات کی تلاوت کی۔ (بخاری:763)

(2) نبی ﷺ نے اس سورت سے گہرا اثر لیا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ بوڑھے ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے سورہ ہود، واقعہ، مرسلات، اور عم یتساءلون اور اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا“ یعنی ان میں جو

قیامت کی خبریں ہیں اور عذاب کی آیتیں ہیں ان سے میں بوڑھا ہو گیا۔(ترمذی:3297)

(3) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم رسول کریم ﷺ کے ساتھ ایک غار میں تھے کہ آپ پر سورہ والمرسلات نازل ہوئی۔ہم نے اسے آپ کے منہ سے یاد کرلیا۔اس وحی سے آپ کے دہن مبارک کی تازگی ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ اتنے میں ایک سانپ نکل پڑا۔نبی ﷺ نے فرمایا:اسے زندہ نہ چھوڑو۔بیان کیا کہ ہم اس کی طرف بڑھے لیکن وہ نکل گیا۔اس پر نبی ﷺ نے فرمایا کہ تم اس کے شر سے بچ گئے اور وہ تمھارے شر سے بچ گیا۔(صحیح بخاری:4931)

رکوع نمبر21

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

﴿وَالۡمُرۡسَلٰتِ عُرۡفًا﴾

"قسم اُن ہواؤں کی جو معروف معمول کے مطابق بھیجی جاتی ہیں" (1)

سوال:﴿وَالۡمُرۡسَلٰتِ عُرۡفًا﴾"قسم اُن ہواؤں کی جو معروف معمول کے مطابق بھیجی جاتی ہیں" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَالۡمُرۡسَلٰتِ﴾"قسم اُن ہواؤں کی جو بھیجی جاتی ہیں" اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن اور اعمال کی جزا وسزا پر فرشتوں کی قسم کھائی ہے۔(2)﴿اَلۡمُرۡسَلٰتِ﴾ سے مراد وہ فرشتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کائنات کی تدبیر اور اپنے احکامات کی ترسیل کے لیے رسولوں کے پاس بھیجتا ہے۔وہ فرشتے جو اللہ تعالیٰ کے کونی وقدری معاملات کی تدبیر کرتے ہیں۔

(3)﴿عُرۡفًا﴾"معروف معمول کے مطابق" عرفا(اَلۡمُرۡسَلٰتِ) سے حال ہے،یعنی ان کو محض ناشائستہ اور بے فائدہ کام کے لیے نہیں بھیجا گیا بلکہ ان کو عرف،حکمت اور مصلحت کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔(تفسیر سعدی:3/2890)

﴿فَالۡعٰصِفٰتِ عَصۡفًا﴾

"پھر اُن کی جو طوفان بن کر تیز چلنے والی ہیں" (2)

سوال:﴿فَالۡعٰصِفٰتِ عَصۡفًا﴾"پھر اُن کی جو طوفان بن کر تیز چلنے والی ہیں" کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَالۡعٰصِفٰتِ عَصۡفًا﴾"پھر اُن کی جو طوفان بن کر تیز چلنے والی ہیں" اس سے بھی مراد فرشتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے،ان کا وصف یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو تیز ہوا کی مانند جلدی سے آگے بڑھ کر اخذ کرتے ہیں اور نہایت سرعت سے اس کے احکام کو نافذ کرتے ہیں یا اس سے مراد سخت ہوائیں ہیں جو نہایت تیز چلتی ہیں۔(تفسیر سعدی:3/2890)

(2)عاصفة زنائے کی ہوا کو کہتے ہیں۔اس سے مراد ہوائیں ہیں۔(مختصر ابن کثیر:2/2168)

﴿وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا﴾

''اوراُن کی! جو بادلوں کو پھیلا دینے والی ہیں،خوب پھیلانا''(3)

سوال:﴿وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا﴾''اوراُن کی! جو بادلوں کو پھیلا دینے والی ہیں،خوب پھیلانا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا﴾''اوراُن کی! جو بادلوں کو پھیلا دینے والی ہیں،خوب پھیلانا''اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہیں کہ انھیں جس چیز کے پھیلانے کے انتظام پر مقرر کیا گیا ہے اس کو پھیلاتے ہیں یا اس سے مراد بادل ہے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ زمین کو سرسبز کرتا ہے اور اس کے مردہ ہو جانے کے بعد اس کو دوبارہ زندگی عطا کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:3/2890،2891)

(2)اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کے ساتھ مخصوص نہیں کیا۔ہوائیں بادلوں کو پھیلاتی ہیں۔بارش زمین پر پھیلتی ہے،فرشتے کتابیں پھیلاتے ہیں۔اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو پھیلاتی ہے۔(جامع البیان:29/245)

﴿فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا﴾

''پھراُن کی جو! پھاڑ کر جدا کر دینے والی ہیں پھاڑ کر جدا کرنا''(4)

سوال:﴿فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا﴾''پھراُن کی جو! پھاڑ کر جدا کر دینے والی ہیں پھاڑ کر جدا کرنا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا﴾''پھراُن کی جو! پھاڑ کر جدا کر دینے والی ہیں پھاڑ کر جدا کرنا''اور وہ قرآن حکیم کی آیات ہیں جو حق اور باطل کو جدا کرنے والی ہیں۔(ایسر التفاسیر:1712)

(2)ملائکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ نازل ہوتے ہیں جو حق اور باطل،ہدایت اور گمراہی میں فرق کرنے والا ہے۔(جامع البیان:29/245)

(3)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ،ابو مسعود رضی اللہ عنہ اور ابو صالح رضی اللہ عنہ نے کہا:وہ ملائکہ ہیں جو حق اور باطل،حلال اور حرام کے درمیان فرق واضح کرتے ہیں۔(المحرالوجیز:5/417)

﴿فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا﴾

''پھراُن کی! جو اللہ کی یاد ڈالنے والی ہیں''(5)

سوال:﴿فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا﴾''پھراُن کی! جو اللہ کی یاد ڈالنے والی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا﴾''پھراُن کی! جو اللہ کی یاد ڈالنے والی ہیں''یعنی فرشتے جو انبیاء پر وحی نازل کرتے ہیں جس سے وہ

نصیحت کرتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:1711)

(2)اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو افضل ترین احکام کا القاء کرتے ہیں۔ یہ وہ ذکر ہے جس کے ذریعے سے اللہ اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے اس میں ان کے سامنے ان کے منافع اور مصالح کا ذکر کرتا ہے اور اسے انبیاء و مرسلین کی طرف بھیجتا ہے۔(تفسیر سعدی:2891/3)

(3)بعض مفسرین نے فالمیقیت ذکرا سے بھی ہوا ہی مراد لی ہے کیونکہ آواز بھی ہوا کے ذریعہ ہی لوگوں کے کانوں تک پہنچتی ہے۔ اگر ہوا نہ ہوتی تو وحی کی آواز نہ لوگوں کے کانوں تک پڑ سکتی تھی اور نہ ہی اس سے وہ کچھ نصیحت حاصل کر سکتے تھے اور بعض مفسرین نے اس سے مراد فرشتے لیے ہیں جو وحی کو پیغمبروں کے دلوں میں ڈالتے ہیں یا دوسرے لوگوں کے دلوں میں القاء والہام کا سبب بنتے ہیں۔(تیسیر القرآن:4/574)

﴿عُذْرًا اَوْ نُذْرًا﴾

''عذر کے لیے یا ڈرانے کے لئے''(6)

سوال:﴿عُذْرًا اَوْ نُذْرًا﴾''عذر کے لیے یا ڈرانے کے لئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿عُذْرًا﴾''عذر کے لیے''اس وحی سے لوگوں کے عذر ختم ہوجاتے ہیں۔

(2)﴿اَوْ نُذْرًا﴾''یا ڈرانے کے لئے''ماننے والوں کو تنبیہ ہوجاتی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کریں گے تو وہ اپنا عذاب نازل کردے گا۔(3)عذر سے مراد اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق کے لیے عذر اور نذر سے مراد مومنین کے لیے ڈراوا جس سے وہ نفع اٹھاتے ہیں اور اس سے نصیحت پکڑتے ہیں۔(جامع البیان:246/21)

(4)یعنی لوگوں کا عذر رفع کرنے اور ان کو تنبیہ کرنے کے لیے، تاکہ وہ لوگوں کو خوف کے ان مقامات سے ڈرائیں جو ان کے سامنے ہیں، ان کے عذر منقطع ہوجائیں اور اللہ تعالیٰ پر ان کے لیے کوئی حجت نہ رہے۔(سعدی:289/3)

﴿اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ﴾

''بلاشبہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ لازماً واقع ہونے والی ہے''(7)

سوال:﴿اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ﴾''بلاشبہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ لازماً واقع ہونے والی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ﴾''بلاشبہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے''یعنی موت کے بعد اعمال کی جزا سزا کے لیے جو تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

(2)﴿لَوَاقِعٌ﴾''وہ لازماً واقع ہونے والی ہے''وہ کسی شک کے بغیر واقع ہوگا۔یعنی جب قیامت کا دن آئے گا تو کائنات میں بہت بڑی تبدیلیاں آئیں گی۔آسمان پھٹ جائے گا، تارے جھڑ جائیں گے، پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں گے، زمین چٹیل میدان کی طرح ہوجائے گی جس میں کوئی نشیب و فراز نہیں ہوں گے۔اس دن مقررہ وقت پر رسولوں کو لایا جائے گا اور ان کے اور ان کی امتوں کے درمیان فیصلہ ہوگا۔

(3) یعنی قیامت کا وعدہ ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ سب اگلے پچھلے لوگ ایک میدان میں جمع ہوں گے اور ہر ایک کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

﴿فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ﴾

''پھر جب ستارے مٹا دیے جائیں گے'' (8)

سوال: ﴿فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ﴾ ''پھر جب ستارے مٹا دیے جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ﴾ ''پھر جب ستارے مٹا دیے جائیں گے'' قیامت کے بڑے بڑے حادثات میں سے ایک یہ ہوگا کہ تاروں کی روشنی بجھ جائے گی۔

(2) تاروں کے بارے میں یہ بھی فرمایا: ﴿وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ﴾ ''اور جب تارے بے نور ہو جائیں گے'' (التکویر: 2)

(3) ﴿وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ﴾ ''اور جب ستارے بکھر جائیں گے'' (الانفطار: 2)

﴿وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ﴾

''اور جب آسمان کھولا جائے گا'' (9)

سوال: ﴿وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ﴾ ''اور جب آسمان کھولا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ﴾ ''اور جب آسمان کھولا جائے گا'' قیامت کے بڑے حادثات میں سے ایک یہ بھی ہوگا کہ آسمان پھاڑ دیا جائے گا۔ اس میں دراڑیں پڑ جائیں گی اور وہ بودے ہو کر کناروں سے گر جائیں گے۔

(2) رب العزت نے اس ہولناک حادثے کے بارے میں ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ﴾ ''جب آسمان پھٹ جائے گا'' (الانشقاق: 1)

(3) ﴿اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ﴾ ''جب آسمان پھٹ جائے گا۔'' (الانفطار: 1)

﴿وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ﴾

''اور جب پہاڑ اُڑا دیے جائیں گے'' (10)

سوال: ﴿وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ﴾ ''اور جب پہاڑ اُڑا دیے جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ﴾ ''اور جب پہاڑ اُڑا دیے جائیں گے'' قیامت کے حادثات کا اثر پہاڑوں پر بھی ہوگا، پہاڑ ریزہ ریزہ کر کے اڑا دیے جائیں گے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا﴾ ''اور وہ تم سے

پہاڑوں کے بارے میں سوال کرتے ہیں، چنانچہ آپ کہہ دیں میرا رب انہیں اڑا کر بکھیر دے گا۔'' (طٰہٰ:105)

(2)﴿وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا﴾ ''اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور آپ زمین کو بالکل صاف میدان دیکھیں گے اور ہم ان سب کو جمع کریں گے، چنانچہ ہم ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے۔'' (الکہف:47)

﴿وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ﴾

''اور جب رسول (اس وقت جمع کیے جائیں گے) جو مقرر کیا گیا'' (11)

سوال: ﴿وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ﴾ ''اور جب رسول (اس وقت جمع کیے جائیں گے) جو مقرر کیا گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ﴾ ''اور جب رسول (اس وقت جمع کیے جائیں گے) جو مقرر کیا گیا'' قیامت کے دن رسولوں کو جمع کیا جائے گا۔ (2) ﴿اُقِّتَتْ﴾ ''جو مقرر کیا گیا'' یعنی جمع کیے جائیں گے۔ ان سے شہادتیں لی جائیں گی۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ؕ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ﴾ ''جس دن اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو جمع کر کے پوچھے گا: ''تمہیں کیا جواب ملا تھا؟'' وہ کہیں گے: ''ہمیں کچھ علم نہیں، بلاشبہ بہت زیادہ غیب جاننے والے آپ ہی ہیں'' (المائدہ:109)

(3)﴿وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ ''اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اُٹھے گی اور کتاب رکھ دی جائے گی اور انبیاء اور گواہوں کو لایا جائے گا اور اُن کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور اُن پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا'' (الزمر:69)

(4) قیامت کے دن انسانوں کے امور کا فیصلہ رسولوں سے متعلق ہو گا اور وہ جھٹلانے کے عذاب اور تصدیق کی جزا کے لیے ہو گا۔

﴿لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ﴾

''کس دن کے لیے مہلت دی گئی تھی'' (12)

سوال: ﴿لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ﴾ ''کس دن کے لیے مہلت دی گئی تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ﴾ ''کس دن کے لیے مہلت دی گئی تھی'' یہ سوال ہول دلانے کے لیے ہے۔

(2) رسولوں کو قیامت کے دن فیصلوں کے لیے مہلت دی گئی تھی جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ﴾ ''چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ کو ہرگز ایسا نہ سمجھیں کہ وہ اپنے رسولوں سے وعدے کے خلاف کرنے والا ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ سب پر غالب، انتقام لینے والا ہے۔'' (ابراہیم:47)

﴿لِيَوْمِ الْفَصْلِ﴾

''فیصلے کے دن کے لیے'' (13)

سوال: ﴿لِيَوْمِ الْفَصْلِ﴾ ''فیصلے کے دن کے لیے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لِيَوْمِ الْفَصْلِ﴾ ''فیصلے کے دن کے لیے'' یعنی وہ دن جب اللہ تعالیٰ مخلوقات کے درمیان فیصلے کرے گا۔

(2) یعنی مخلوقات کے درمیان فیصلے کے لیے اس دن اللہ تعالیٰ انبیاء اور ان کی جھٹلانے والی امتوں کے درمیان عدل سے فیصلہ کرے گا۔

(3) یعنی مخلوق کے درمیان ان کے اعمال کے مطابق فیصلہ ہوگا اور جنت والے جنت میں اور جہنم والے جہنم میں جائیں گے۔

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ﴾

''اور تمہیں کس چیز نے معلوم کروایا کہ فیصلے کا دن کیا ہے'' (14)

سوال: ﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ﴾ ''اور تمہیں کس چیز نے معلوم کروایا کہ فیصلے کا دن کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ''اور تمہیں کس چیز نے معلوم کروایا کہ فیصلے کا دن کیا ہے'' جس دن زمین وآسمان بدل ڈالے جائیں گے اور سب لوگ اللہ واحد وقہار کے سامنے پیش ہو جائیں گے وہ دن فیصلے کا ہوگا۔ اس دن کی اہمیت جتانے کے لیے فرمایا تمہیں کیا خبر کہ فیصلے کا دن کیا ہے؟

(2) یعنی وہ فیصلہ جو خوش نصیبوں اور بدنصیبوں کے درمیان ہوگا۔ اور ہر ایک سے فرداً فرداً حساب ہوگا۔

﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾

''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' (15)

سوال: ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اس دن کو جھٹلانے والوں کو وعید سنائی ہے۔ ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے۔ (2) یعنی عذاب کے فیصلے کے دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی ہلاکت ہوگی۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ، اس کی ملاقات اور اس کے رسولوں کو جھٹلایا۔ (3) یعنی انھیں کتنی حسرت ہوگی، ان کا عذاب کتنا سخت اور ان کا ٹھکانا کتنا برا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو آگاہ کیا، ان کے لیے قسم کھائی مگر انھوں نے اسے سچ نہ جانا، اس لیے وہ سخت عذاب کے مستحق ٹھہرے۔ (تفسیر سعدی: 2891/3)

﴿اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ﴾

''کیا ہم نے پہلوں کو ہلاک نہیں کیا'' (16)

سوال:﴿اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''کیا ہم نے پہلوں کو ہلاک نہیں کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''کیا ہم نے پہلوں کو ہلاک نہیں کیا''یعنی ماضی میں جن لوگوں نے رسولوں کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا مثلاً قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود وغیرہ۔ (تفسیر قاسمی:19/17)

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ﴾ ''ان کے لیے دنیا کی زندگی میں عذاب ہے اور یقیناً آخرت کا عذاب تو اس سے بھی زیادہ سخت ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ سے بچانے والا کوئی نہیں۔'' (الرعد:34)

﴿ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ﴾

''پھر ہم اُن ہی کے پیچھے دوسروں کو لاتے ہیں'' (17)

سوال:﴿ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ﴾ ''پھر ہم اُن ہی کے پیچھے دوسروں کو لاتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ﴾ ''پھر ہم اُن ہی کے پیچھے دوسروں کو لاتے ہیں'' پھر ہم آخر میں آنے والے ان لوگوں کو ان کے بعد ہلاک کریں گے جو جھٹلائیں گے۔ ہر مجرم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی سابقہ سنت بھی یہی ہے اور آئندہ سنت الٰہی بھی یہی ہوگی۔ ان کے لیے سزا حتمی ہے تو تم جو کچھ دیکھتے اور جو کچھ سنتے ہو اس سے عبرت کیوں نہیں پکڑتے؟ (سعدی:2891,2892/3)

(2) یعنی ان کے بعد ہم نے ان جیسے پچھلوں کو پیدا کیا۔

﴿كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ﴾

''ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں'' (18)

سوال:﴿كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ﴾ ''ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ﴾ ''ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں'' یعنی جو بھی اپنے رب سے بغاوت اور سرکشی کریں ان مجرموں کے ساتھ ہم ایسا ہی سلوک کرتے ہیں۔ (تفسیر قاسمی:19/17)

(2) ہر مجرم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی یہی سنت ہے اور آئندہ بھی یہی ہوگی۔

﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾

''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' (19)

سوال:﴿وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ﴾ ''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ﴾ ''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے''یعنی جب ہلاکت کا وقت آئے گا جھٹلانے والوں کی بڑی بربادی ہوگی۔(ایسر التفاسیر:1713)(2) تباہی ہے اس دن ان لوگوں کے لیے جو واضح اور کھلی نشانیوں اور عذاب کا مشاہدہ کر کے بھی جھٹلاتے ہیں۔

﴿اَلَمۡ نَخۡلُقۡكُّمۡ مِّنۡ مَّآءٍ مَّهِيۡنٍ﴾

''کیا ہم نے تمہیں ایک حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا'' (20)

سوال:﴿اَلَمۡ نَخۡلُقۡكُّمۡ مِّنۡ مَّآءٍ مَّهِيۡنٍ﴾ ''کیا ہم نے تمہیں ایک حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَمۡ نَخۡلُقۡكُّمۡ مِّنۡ مَّآءٍ مَّهِيۡنٍ﴾ ''کیا ہم نے تمہیں ایک حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا'' اللہ رب العزت نے اپنا احسان یاد دلایا ہے کہ اے انسان! کیا ہم نے تمہیں حقیر پانی کے قطرے سے پیدا نہیں کیا؟ جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے کچھ بھی نہیں تھا۔

(2) سیدنا بسرین بن جحاش القرشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے اپنی ہتھیلی پر اپنا لعاب ڈالا اور انگلی سے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے ابن آدم! بھلا تو مجھے کیا عاجز کر سکے گا، میں نے تو تجھے اس جیسی (حقیر) چیز سے پیدا کیا ہے۔'' (مسند احمد:17860)

﴿فَجَعَلۡنٰهُ فِىۡ قَرَارٍ مَّكِيۡنٍ﴾

''پھر ہم نے اُسے ایک محفوظ جگہ میں رکھا'' (21)

سوال:﴿فَجَعَلۡنٰهُ فِىۡ قَرَارٍ مَّكِيۡنٍ﴾ ''پھر ہم نے اُسے ایک محفوظ جگہ میں رکھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَجَعَلۡنٰهُ﴾ ''پھر ہم نے اُسے رکھا'' یعنی ہم نے اس پانی کو رکھا۔

(2)﴿فِىۡ قَرَارٍ مَّكِيۡنٍ﴾ ''ایک محفوظ جگہ میں'' یعنی رحم جیسے محفوظ قلعے میں، یعنی نطفے جیسے حقیر پانی کو رحم میں ٹھہرایا جہاں وہ نشوونما پاتا ہے۔(3) رحم مرد اور عورت کی منی کی قرارگاہ ہے۔ رحم اللہ تعالیٰ کی قدرت سے نطفے کا محافظ اور پرورش کرنے والا بن جاتا ہے۔

﴿اِلٰى قَدَرٍ مَّعۡلُوۡمٍ﴾

''معلوم اندازے تک'' (22)

سوال:﴿اِلٰى قَدَرٍ مَّعۡلُوۡمٍ﴾ ''معلوم اندازے تک'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ﴾ ''معلوم اندازے تک'' اور وہ ولادت کا زمانہ ہے۔(2) مرد اور عورت کا پانی مختلف شکلوں میں مقررہ مدت یعنی 6 سے 9 ماہ تک ماں کے رحم میں رکھا جاتا ہے۔

﴿فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ﴾

''پس ہم نے اندازہ کیا تو ہم کیا ہی خوب اندازہ کرنے والے ہیں'' (23)

سوال:﴿فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ﴾ ''پس ہم نے اندازہ کیا تو ہم کیا ہی خوب اندازہ کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَقَدَرْنَا﴾ ''پس ہم نے اندازہ کیا'' یعنی رحم میں نطفے کے قرار کا وقت ہم نے مقرر کیا ہے۔ان تاریکیوں میں نطفہ، علقہ یعنی خون کے لوتھڑے میں بدلتا ہے پھر مضغہ گوشت کی بوٹی میں بدلتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس میں روح پھونکتے ہیں۔اس پورے عرصے کے دوران بچے کے لیے سارے انتظامات ہم کرتے ہیں۔

(2)﴿فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ﴾ ''تو ہم کیا ہی خوب اندازہ کرنے والے ہیں'' اس سے مراد خود اللہ تعالیٰ ہیں کیونکہ اللہ رب العزت کا اندازہ اس کی حکمت کے مطابق ہے۔

﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾

''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' (24)

سوال:﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' اس دن جھٹلانے والوں کی بڑی مٹی پلید ہوگی۔(مختصر ابن کثیر:2170/2) (2) اس دن ہلاکت ہے ان جھٹلانے والوں کے لیے جنہوں نے آیات کے واضح ہوجانے اور عبرت ناک چیزیں اور کھلی نشانیاں دیکھنے کے بعد جھٹلایا۔(سعدی:2892/3)

﴿اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا﴾

''کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنایا''؟ (25)

سوال:﴿اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا﴾ ''کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا﴾ ''کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنایا'' یعنی کیا ہم نے زمین کو تمہارے لیے مسخر کر کے تم پر انعام نہیں کیا؟(2) کفاتا: کفت بمعنی کسی چیز کو جمع کر کے اسے اپنے قبضہ میں لے لینا، سنبھال لینا، سمیٹ لینا اور کفیت بمعنی توشہ دان جس

میں خوراک اور سامان خوراک سنبھال کر رکھتے ہیں۔مطلب یہ ہے کہ انسان کی زندگی اور موت اور دوبارہ زندگی زمین ہی سے وابستہ ہے۔(تیسیر القرآن 4/ 577)(3)یعنی تم زمین پر گھر بنا کر رہتے ہو اور مر کر زمین کے پیٹ میں چلے جاتے ہو اور زمین تمہیں چھپا لیتی ہے۔(مختصر ابن کثیر:2/2170)

﴿اَحْیَآءً وَّاَمْوَاتًا﴾

''زندوں کو اور مُردوں کو بھی''(26)

سوال:﴿اَحْیَآءً وَّاَمْوَاتًا﴾''زندوں کو اور مُردوں کو بھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَحْیَآءً﴾''زندوں کو'' گھروں میں (2)﴿وَّاَمْوَاتًا﴾اور مُردوں کو بھی'' اور مردوں کو قبروں میں پس جس طرح گھر اور محلات، بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اس کا احسان ہیں اسی طرح قبریں بھی ان کے حق میں رحمت اور ان کے لیے ستر ہیں کہ ان کے اجساد درندوں وغیرہ کے لیے کھلے نہیں پڑے رہتے۔(سعدی:3/2892)

(3)تم زمین کی پشت استعمال کرتے ہو اور تمہارے مردے اس کا پیٹ۔(مختصر ابن کثیر:2/2170)

﴿وَّجَعَلْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَیْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا﴾

''اور اُس میں ہم نے بُلند و بالا پہاڑ بنائے اور ہم نے تمہیں میٹھا پانی پلایا''(27)

سوال:وَّجَعَلْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَیْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا﴾''اور اُس میں ہم نے بُلند و بالا پہاڑ بنائے اور ہم نے تمہیں میٹھا پانی پلایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّجَعَلْنَا فِیْهَا﴾''اور اُس میں ہم نے بنائے''یعنی زمین میں۔(2)﴿رَوَاسِیَ شٰمِخٰتٍ﴾''بلند و بالا پہاڑ''یعنی بلند پہاڑ۔(3)یعنی ہم نے ان کے اندر پہاڑ رکھ دیے جو زمین کو ٹھہرائے رکھتے ہیں تا کہ زمین اہل زمین کے ساتھ ڈھلک نہ جائے۔پس اللہ تعالیٰ نے اسے مضبوط اور بلند، یعنی طویل و عریض پہاڑوں کے ذریعے سے ٹھہرا دیا۔(سعدی:3/2893)

(4)﴿وَّاَسْقَیْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا﴾''اور ہم نے تمہیں میٹھا پانی پلایا''یعنی ہم نے تمہیں خوش ذائقہ اور میٹھا پانی پلایا۔

(5)رب العزت نے فرمایا:﴿اَفَرَءَیْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ ﴿۶۸﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿۶۹﴾ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ﴾''تو کیا تم نے دیکھا وہ پانی جو تم پیتے ہو؟ کیا اُسے بادلوں سے تم نے نازل کیا ہے یا اُس کے نازل کرنے والے ہم ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اُسے سخت کھاری بنا دیں پھر تم کیوں شکر ادا نہیں کرتے''(الواقعہ:68۔70)

(6)میٹھا پانی آسمان کا ہے، بارش کا پانی جو شیریں ہوتا ہے کیسے رب العزت نے اس کا cycle چلایا ہے۔سمندروں کا پانی بھاپ بن کر

اوپر کی فضا میں پہنچتا ہے، کیسے ٹھنڈا ہو کر بادلوں کی شکل اختیار کرتا ہے اور ہوائیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایسے علاقے میں پہنچاتی ہیں جہاں بارش برسانا طے ہو۔ اس طرح انسانوں کو پانی پلانے کا انتظام کیا جاتا ہے۔

﴿وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ﴾

''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' (28)

سوال: ﴿وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ﴾ ''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ﴾ ''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں دی ہیں ان کے مقابلے میں انہوں نے جھٹلانے کا رویہ اختیار کیا۔ (2) اگر تم جھٹلانے پر اڑے رہے تو تمہاری بڑی بربادی ہے۔

﴿اِنۡطَلِقُوۡۤا اِلٰى مَا كُنۡتُمۡ بِهٖ تُكَذِّبُوۡنَ﴾

''تم چلو اُس (عذاب) کی طرف جس کو تم جھٹلاتے تھے'' (29)

سوال: ﴿اِنۡطَلِقُوۡۤا اِلٰى مَا كُنۡتُمۡ بِهٖ تُكَذِّبُوۡنَ﴾ ''تم چلو اُس (عذاب) کی طرف جس کو تم جھٹلاتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنۡطَلِقُوۡا﴾ ''تم چلو'' یہ قیامت کے دن جھٹلانے والوں سے کہا جائے گا۔

(2) ﴿اِلٰى مَا كُنۡتُمۡ بِهٖ تُكَذِّبُوۡنَ﴾ ''اُس (عذاب) کی طرف جس کو تم جھٹلاتے تھے'' کافروں سے جو قیامت اور جزا و سزا کو جھٹلاتے ہیں کہا جائے گا کہ جاؤ جہنم میں جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔

﴿اِنۡطَلِقُوۡۤا اِلٰى ظِلٍّ ذِىۡ ثَلٰثِ شُعَبٍ﴾

''تم چلو ایک سائے کی طرف جو تین شاخوں والا ہے'' (30)

سوال: ﴿اِنۡطَلِقُوۡۤا اِلٰى ظِلٍّ ذِىۡ ثَلٰثِ شُعَبٍ﴾ ''تم چلو ایک سائے کی طرف جو تین شاخوں والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنۡطَلِقُوۡۤا اِلٰى ظِلٍّ ذِىۡ ثَلٰثِ شُعَبٍ﴾ ''تم چلو ایک سائے کی طرف جو تین شاخوں والا ہے'' یعنی جہنم کے تین شاخوں والے خوفناک دھوئیں میں گھٹتے رہو۔ (2) جہنم کی آگ کے شعلے جب بھڑکیں گے تو ان کے ساتھ دھواں بھی ہوگا۔ یہ شعلے اوپر اٹھ کر تین حصوں میں بٹ جائیں گے۔ ان کے ساتھ دھواں بھی ہوگا۔

﴿لَّا ظَلِيۡلٍ وَّلَا يُغۡنِىۡ مِنَ اللَّهَبِ﴾

''نہ سایہ کرنے والا ہے اور نہ وہ شعلوں سے (بچانے کے) کام آ سکتا ہے'' (31)

سوال: ﴿لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ﴾ ''نہ سایہ کرنے والا ہے اور نہ وہ شعلوں سے (بچانے کے) کام آ سکتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَّا ظَلِيْلٍ﴾ ''نہ سایہ کرنے والا ہے'' دوزخ کے دھویں کا سایہ محض سایہ معلوم ہوگا، حقیقت میں وہ سایہ نہیں ہوگا کہ انسان آرام سے بیٹھ سکے اور آگ کی گرمی سے بچ کر ٹھنڈک محسوس کر سکے۔ (2) وہ دھواں کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کا عذاب۔

(3) ﴿وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ﴾ ''اور نہ وہ شعلوں سے (بچانے کے) کام آ سکتا ہے'' دھوئیں کا سایہ آگ کے شعلوں سے نہیں بچائے گا۔ بلکہ آگ کے شعلے دائیں بائیں سے لپکیں گے جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ﴾ ''اُن کے اوپر بھی آگ کے سائبان ہوں گے اور اُن کے نیچے سے بھی، یہ وہ (عذاب) ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، اے میرے بندو! پس مجھ ہی سے ڈرو۔'' (الزمر: 16)

(4) ﴿لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اُن کے لیے جہنم کا بچھونا ہے اور اُن کے اوپر اُسی کا اوڑھنا ہے اور ہم ظالموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔'' (الاعراف: 41)

﴿اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ﴾

''بلاشبہ وہ آگ محل جیسی چنگاریاں پھینکے گی'' (32)

سوال: ﴿اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ﴾ ''بلاشبہ وہ آگ محل جیسی چنگاریاں پھینکے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّهَا﴾ ''بلاشبہ وہ'' یعنی آگ۔ (2) ﴿تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ﴾ ''وہ آگ محل جیسی چنگاریاں پھینکے گی'' یعنی جہنم کے خوفناک شعلوں سے قلعوں کی مانند انگارے اڑ رہے ہوں گے جو محلات کی طرح بڑے اور بلند ہوں گے۔

﴿كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ﴾

''گویا وہ زرد اُونٹ ہیں'' (33)

سوال: ﴿كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ﴾ ''گویا وہ زرد اُونٹ ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَاَنَّهٗ﴾ ''گویا وہ'' یعنی شعلے۔ (2) ﴿جِمٰلَتٌ صُفْرٌ﴾ ''زرد اُونٹ ہیں'' گویا زرد رنگ کے اونٹ ہیں۔

(3) یہ سیاہ رنگ کے اونٹ ہیں جن میں ایسے رنگ کی جھلک ہے جو زردی مائل ہے، یہ اس امر کی دلیل ہے کہ جہنم کی آگ، اس کے شعلے، اس کے انگارے اور اس کی چنگاریاں تاریک اور سیاہ رنگ کی ہوں گی، ان کا منظر نہایت کریہہ اور ان کی حرارت انتہائی سخت ہوگی۔ ہم

اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں جہنم اوران اعمال سے عافیت عطا کرے جو جہنم کے قریب لے جاتے ہیں۔(تفسیر سعدی:2894/3)

﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾

''اُس روز جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے''(34)

سوال:﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾''اُس روز جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾اُس روز جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے''ان لوگوں کے لیے وعید ہے جو اللہ تعالیٰ، اس کی آیات، اس کی ملاقات اور اس کے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:1715)

(2)سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''جہنم میں ایک وادی کا نام''ویل'' ہے جس کی تہہ تک پہنچنے سے پہلے کافر چالیس سال تک اس میں گرتا چلا جائے گا اور صعود جہنم میں ایک پہاڑ کا نام ہے جس پر کافر ستر سال(کے عرصہ)میں چڑھے گا پھر اس سے اترے گا۔کافر ہمیشہ اسی(عذاب میں یعنی چڑھنے اور اترنے)میں مبتلا رہے گا۔''(مسند ابو یعلی:1378)

﴿هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ﴾

''یہ دن ہے جس میں وہ کچھ نہیں بولیں گے''(35)

سوال:﴿هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ﴾''یہ دن ہے جس میں وہ کچھ نہیں بولیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ﴾''یہ دن ہے جس میں وہ کچھ نہیں بولیں گے''یعنی قیامت کا دن ایسا عظیم دن ہوگا جو جھٹلانے والوں کے لیے بہت سخت ہوگا۔دہشت کی شدت کی وجہ سے بول نہیں سکیں گے۔رب العزت نے فرمایا:﴿رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا﴾''جو آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے ان سب کا رب ہے۔وسیع رحمت والا ہے، کسی کو اُس سے بات کرنے کی قدرت نہ ہوگی۔''(النبا:37)

(3)﴿يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ﴾''جس دن وہ آئے گا، کوئی شخص اس کی اجازت کے سوا کلام نہ کرسکے گا، چنانچہ ان میں کچھ بدبخت اور کچھ نیک بخت ہیں۔''(ہود:105)

﴿وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ﴾

''اور نہ ہی اُنہیں اجازت دی جائے گی کہ وہ معذرت پیش کریں''(36)

سوال:﴿وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ﴾''اور نہ ہی اُنہیں اجازت دی جائے گی کہ وہ معذرت پیش کریں'' کی وضاحت

کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ﴾ ''اور نہ ہی اُنہیں اجازت دی جائے گی کہ وہ معذرت پیش کریں''یعنی اگر لوگ اپنی معذرت پیش کریں گے تو ان کی معذرت قبول نہیں کی جائے گی کیونکہ حجت قائم ہوجائے گی اور جرائم کا ثبوت مل جائے گا۔

(2) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ﴾ ''تو اُس دن جن لوگوں نے ظلم کیا اُن کی معذرت فائدہ نہ دے گی اور نہ ہی اُن سے معافی مانگنے کے لیے کہا جائے گا'' (الروم:57)

(3) گناہوں کے ثبوت کے بعد عذاب ثابت ہوجائے گا تو معذرت کی گنجائش نہیں رہ جائے گی۔

﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾

''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' (37)

سوال:﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' حشر کے دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہوگی۔(2) ہر جھٹلانے والے کے لیے اس میں وعید ہے۔

﴿هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۚ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ﴾

''یہ فیصلے کا دن ہے، ہم نے تمہیں اور پہلوں کو جمع کرلیا ہے'' (38)

سوال:﴿هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۚ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ﴾ ''یہ فیصلے کا دن ہے، ہم نے تمہیں اور پہلوں کو جمع کرلیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ﴾ ''یہ فیصلے کا دن ہے'' یعنی یہ مخلوقات کے درمیان فیصلے کا دن ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے۔

(2)﴿جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ﴾ ''ہم نے تمہیں اور پہلوں کو جمع کرلیا ہے'' ہم نے تمہیں اور پہلے لوگوں کو اس لیے جمع کیا ہے تاکہ تمہارے درمیان فیصلہ کردیں۔

(3) اللہ تعالٰی اپنی قدرت سے پہلے اور بعد میں آنے والوں کو جمع کردیں گے جہاں سب لوگ پوری طرح سن اور دیکھ رہے ہوں گے۔

﴿فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ﴾

''تو تمہارے پاس اگر کوئی خفیہ تدبیر ہے تو میرے ساتھ وہ تدبیر کردیکھو'' (39)

سوال:﴿فَاِنۡ کَانَ لَکُمۡ کَیۡدٌ فَکِیۡدُوۡنِ﴾ ''تو تمہارے پاس اگر کوئی خفیہ تدبیر ہے تو میرے ساتھ وہ تدبیر کر دیکھو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِنۡ کَانَ لَکُمۡ کَیۡدٌ﴾ ''تو تمہارے پاس اگر کوئی خفیہ تدبیر ہے'' یعنی اگر تمہارے پاس میری بادشاہت سے نکلنے کے لیے اور عذاب سے بچنے کے لیے کوئی تدبیر ہے تو وہ اختیار کرلو۔

(2)﴿فَکِیۡدُوۡنِ﴾ ''تو میرے ساتھ وہ تدبیر کر دیکھو'' یعنی میرے قبضے سے چھوٹنے کے لیے جو تدبیر اختیار کرنا چاہو کرلو، تم نہیں کر سکتے، بے بس ہو تم میں سکت نہیں ہے۔

(3)رب العزت نے فرمایا:﴿یٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ اِنِ اسۡتَطَعۡتُمۡ اَنۡ تَنۡفُذُوۡا مِنۡ اَقۡطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ فَانۡفُذُوۡا ؕ لَا تَنۡفُذُوۡنَ اِلَّا بِسُلۡطٰنٍ﴾ ''اے گروہ جن وانس! اگر تم آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل سکتے ہو تو نکل جاؤ، کسی غلبے کے سوا تم نہیں نکلو گے۔'' (الرحمن:33)

(4)اس دن ظالموں کے تمام حیلے باطل ہو جائیں گے، ان کا مکر و فریب ختم ہو جائے گا، وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے حوالے کر دیں گے اور ان کی تکذیب میں ان کا جھوٹ، ان کے سامنے صاف ظاہر ہو جائے گا۔ (تفسیر سعدی:2894,2895/3)

(5)سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! (نہ تو تمھیں نفع پہنچانے کا اختیار ہے اور نہ نقصان پہنچانے کا) نہ تم میرا کچھ بگاڑ سکتے ہو اور نہ تم مجھے کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہو۔'' (مسلم:2577)

﴿وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ﴾

''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' (40)

سوال:﴿وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ﴾ ''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿وَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ﴾ ''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' یعنی فیصلے کا دن جب آئے گا جھٹلانے والوں کی بربادی لے کر آئے گا۔

رکوع نمبر 22

﴿اِنَّ الۡمُتَّقِیۡنَ فِیۡ ظِلٰلٍ وَّعُیُوۡنٍ﴾

''بلاشبہ متقی لوگ سایوں میں اور چشموں میں ہوں گے'' (41)

سوال:﴿اِنَّ الۡمُتَّقِیۡنَ فِیۡ ظِلٰلٍ وَّعُیُوۡنٍ﴾ ''بلاشبہ متقی لوگ سایوں میں اور چشموں میں ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ﴾ ''بلاشبہ متقی لوگ'' یعنی وہ لوگ جنہوں نے شرک اور نافرمانیوں سے اجتناب کیا۔

(2) جو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کے روکے سے رکتے ہیں۔

(3)﴿فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ﴾ ''سایوں میں اور چشموں میں ہوں گے'' یعنی وہ جنت کے درختوں کے سایوں میں ہوں گے اور اس کے دودھ، شہد، اور شراب کے چشموں میں ہوں گے۔(ایسر التفاسیر:1716)

(4) جو دنیا میں فرائض ادا کرتے رہے اور حرام سے بچتے رہے وہ قیامت کے دن جنت کے سدا بہار باغوں میں رہیں گے جہاں نہریں جاری ہوں گی۔(مختصر ابن کثیر:2/2172)

﴿وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ﴾

''اور اُن پھلوں میں جن کی وہ خواہش کریں گے''(42)

سوال1:﴿وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ﴾ ''اور اُن پھلوں میں جن کی وہ خواہش کریں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّفَوَاكِهَ﴾ ''اور اُن پھلوں میں'' اور بہترین اور لذیز پھل جن کی فروانی ہوگی۔

(2)﴿مِمَّا يَشْتَهُوْنَ﴾ ''جن کی وہ خواہش کریں گے'' دنیا میں لوگ وہ کھاتے ہیں جو وہ پالیتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے جو وہ چاہتے ہیں وہ نہیں پاتے تو نہیں کھا سکتے۔نعمتوں کے گھر میں جو وہ چاہیں گے کھائیں گے۔

﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔـۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

''مزے سے کھاؤ اور پیو اُن (نیک) اعمال کے بدلے میں جو تم کیا کرتے تھے''(43)

سوال:﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔـۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''مزے سے کھاؤ اور پیو اُن (نیک) اعمال کے بدلے میں جو تم کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔـۢا﴾ ''مزے سے کھاؤ اور پیو'' اہل جنت کو احسان کے طور پر کہا جائے گا: مرغوب اور مزے دار کھانے کھاؤ اور لذیذ مشروبات پیو۔

(2)﴿بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''ان (نیک) اعمال کے بدلے میں جو تم کیا کرتے تھے'' یعنی تمہارے اعمال ہیں جنہوں نے تمہیں سدا بہار جنتوں میں پہنچا دیا۔

(3) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ اور وہ پکارے جائیں گے: ''یہ جنت کہ جس کے تم وارث بنائے گئے ہو، اس کا بدلہ ہے جو تم عمل کرتے تھے۔''(الاعراف:43)

(4)﴿اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَعِیْمٍ (۱۷) فٰکِهِیْنَ بِمَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ وَوَقٰهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ (۱۸) كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۱۹) مُتَّكِـِٕیْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِیْنٍ (۲۰)﴾ ''متقی لوگ بلاشبہ باغوں اور بڑی نعمتوں میں ہوں گے۔ وہ اُن نعمتوں سے لطف اندوز ہونے والے ہوں گے اس سے جو اُن کے رب نے انہیں دیا، اور اُن کے رب نے اُنہیں بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب سے بچالیا ہے۔ خوب مزے سے کھاؤ اور پیو اُس کے بدلے میں جو تم عمل کیا کرتے تھے۔ وہ صف بہ صف تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے اور ہم نے ان کا نکاح کر دیا سفید رنگت اور بڑی آنکھوں والی حوروں سے۔'' (الطور:17۔20)

﴿اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ﴾

''بلاشبہ ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں'' (44)

سوال: ﴿اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ﴾ ''بلاشبہ ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ﴾ ''بلاشبہ ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں'' رب العزت نے فرمایا کہ اپنے مخلص بندوں کو ہم اسی طرح بہترین اور عمدہ بدلہ دیتے ہیں۔

(2) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا﴾ ''یقیناً ہم ایسے لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتے جو اچھے کام کریں۔'' (الکهف:30)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جہنم جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی جس سے بھاگنے والے سو رہے ہیں اور جنت جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی جس کے طلب کرنے والے سو رہے ہیں۔ (جامع ترمذی:2601)

﴿وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ﴾

''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' (45)

سوال: ﴿وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ﴾ ''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ﴾ ''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' جھٹلانے والوں کے لیے نعمتوں سے محرومی ہی بڑی ہلاکت اور خرابی ہے۔

﴿كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِیْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ﴾

''سو تم تھوڑا سا کھا لو اور فائدہ اُٹھا لو، بلاشبہ تم ہی مجرم ہو'' (46)

سوال:﴿كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ﴾ ''سو تم تھوڑا سا کھالو اور فائدہ اُٹھالو، بلاشبہ تم ہی مجرم ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ﴾ ''سو تم تھوڑا سا کھالو اور فائدہ اُٹھالو، بلاشبہ تم ہی مجرم ہو'' جھٹلانے والوں کے لیے وعید ہے کہ اگر تم دنیا میں تھوڑا بہت کھا پی لو اور کچھ چیزیں اور برت لو، چند دنوں بعد موت آجائے گی تو مجرم بن کر ہی دنیا سے جاؤ گے۔

(2) دنیا کی ساری لذتیں دنیا میں ختم ہو جائیں گی اور آنکھ بند کرو گے تو آخرت کے عذاب شروع ہو جائیں گے۔

(3) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ﴾ ''ہم انہیں بہت تھوڑا سامان دے رہے ہیں، پھر ہم انہیں ایک بہت سخت عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔'' (لقمان:24)

(4)﴿مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ﴾ ''دنیا میں تھوڑا سا فائدہ ہے پھر ہماری ہی جانب انہیں لوٹنا ہے پھر ہم انہیں سخت عذاب چکھائیں گے اس وجہ سے جو وہ کفر کرتے تھے۔'' (یونس:70)

﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾

''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' (47)

سوال:﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' جھٹلانے والوں کے لیے اس دن دردناک عذاب کی وعید ہے۔

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ﴾

''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ جھک جاؤ تو وہ نہیں جھکتے'' (48)

سوال:﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ﴾ ''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ جھک جاؤ تو وہ نہیں جھکتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا﴾ ''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ جھک جاؤ'' یعنی جب ان سے کہا جاتا ہے کہ نمازیوں کے ساتھ جھک جاؤ اور جماعت سے نماز پڑھ لو۔

(2)﴿لَا يَرْكَعُوْنَ﴾ ''تو وہ نہیں جھکتے'' ان کا ایک جرم یہ ہے کہ جب انہیں نماز کا حکم دیا جاتا تھا تو وہ اس حکم کی تعمیل نہیں کرتے تھے۔ اس سے بڑھ کر کون سا جرم ہے اور کون سی تکذیب اس سے بڑی ہے۔ (تفسیر سعدی:2896/3)

(3) وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے تکبر کرتے ہیں اور یہ خشوع اور اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع چھوڑنے کی مذمت ہے۔

﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾

''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' (49)

سوال: ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ﴾ ''اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے'' ہلاکت اور بربادی ہے ان کے لیے جو اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اس کے نواہی کو جھٹلاتے ہیں۔ (2) ان کی ہلاکت یہ بھی ہے کہ ان پر توفیق کے تمام دروازے بند ہو جائیں گے اور وہ ہر بھلائی سے محروم ہو جائیں گے۔ (تفسیر سعدی: 2896/3)

﴿فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ﴾

''پھر اس کے بعد وہ کس کلام پر ایمان لائیں گے؟'' (50)

سوال: ﴿فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''پھر اس کے بعد وہ کس کلام پر ایمان لائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''پھر اس کے بعد وہ کس کلام پر ایمان لائیں گے'' یعنی جب وہ اس قرآن پر ایمان نہیں لاتے تو پھر کس کلام پر ایمان لائیں گے؟

(2) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں جنہیں ہم حق کے ساتھ آپ کو پڑھ کر سناتے ہیں اب اللہ تعالیٰ اور اُس کی آیات کے بعد کس بات پر یہ ایمان لائیں گے؟'' (الجاثیۃ: 6)

(3) ابن ابی حاتم میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اس سورت کی اس آیت کو پڑھے اسے اس کے جواب میں اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَبِمَآ اَنْزَلَ (میں ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر اور اس پر جو اس نے نازل کیا) کہنا چاہیے۔'' (ابن کثیر: 48)